

جَبَالُ الذُّنُوبِ
سَبِيلُ الْغُفْرَانِ

کے گناہوں پہاڑ بخشش کا سیلا اورش

ابو طلحہ محمد نوس عبد الشار

ادارہ بلاغ العاس

اداره بلاغ الناس

(شعبہ اشاعت)

اسلام آباد پاکستان

طالبِ دُعا۔

سید محمد انور شاہ

0344-5559888

Shahpk82@yahoo.com

فہرست مضامین

صفحہ	مضامین	صفحہ	مضامین
91	توبہ کے عجیب و غریب فائدے	4	یارب
93	توبہ سے کروے پھل بھی میٹھے ہو جاتے ہیں	5	ہائے افسوس اس شخص پر
	تیسرا باب	7	تقریباً مولانا محمد عاشق الہی بلند شہری
97	توبہ کرنے والوں کے عجیب تھے	10	تقریباً شیخ عبدالحمید (جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ)
111 اللہ	13	کتاب ہذا کا اردو ترجمہ
116	نیک صحبت پر انمول محبت	15	پانچویں طباعت کا مقدمہ
122	مرد اور عورت کیلئے ایک نہایت ہی مفید اور اہم ترین بات	16	ایک عجیب واقعہ
140	صاف صاف بات		پہلا باب
145	گناہوں کے بوجھ سے بے قرار	21	استغفار کے بیان میں
167	پاکستانی نوجوان کی کہانی	36	اللہ تو اپنے دشمن کو بھی محض کی طرف ہلاتے ہیں
167	ایک شخص کا واقعہ... حضور ﷺ رو پڑے	38	کیا یہ حسن آگ کے لئے بنایا گیا تھا؟
181	جنت میں آپ کی دیہیوں کی انوکھی صفات		دوسرا باب
194	امت محمدیہ کا ایک عابد اور فکر آخرت	45	توبہ کا بیان
198	جوانوں کے کفن بزار میں بک رہے ہیں	52	(فصل) توبہ کی گھائی
199	دو لہما اور دہن شادی کے دن ہلاک ہو گئے	55	توبہ کا وقت کب تک ہے؟
	چوتھا باب	61	توبہ کرنے والے حضرات سے گزارش
202	اللہ تعالیٰ کی دوسری رحمت کے بیان میں	66	اس سے پہلے کہ بڑھاپا آجھے چاہو لے
208	لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایک انمول دولت	69	پہینہ موت کا ماتھے پہ آیا آئینہ لاؤ
212	ایک عجیب سوال جس نے نبوت کا سر جھکا دیا	75	اور کچھ نہیں تو ذرا سوچ ہی لیں
216	اللہ کے نام سے کوئی چیز بھاری نہیں	77	دو عجیب و غریب تھے
218	اس کا کیا معنی کہ وہ غفور رحیم ہے	78	اے لوگناہوں کے اندر پیش تاجر
219	آخری گزارش :	83	دنیا بری نہیں مگر؟
	دوستو قبول کر کریں آواز زاریاں		

اے میرے پروردگار :

میرے معبود!

کیسے میں تجھے

پکاروں حالانکہ

میں گنہگار ہوں کہ

اپنے گناہوں کی

وجہ سے شرمندہ

ہوں ڈرتا ہوں۔

اے میرے پروردگار :

میرے معبود!

اور کیسے میں تجھے

نہ پکاروں حالانکہ

آپ کریم ہیں۔ کہ

آپ کی صفتِ کرم

کی وجہ سے میں پُر

امید بھی ہوں۔

كَيْفَ اَدْعُوْكَ وَاَنَا عَاصٍ
وَكَيْفَ لَا اَدْعُوْكَ وَاَنْتَ كَرِيْمٌ

ہائے افسوس اس شخص پر

جس کے ماں باپ آل اولاد، بیوی بچے اور خود اسکی ذات کے لئے آسمان پر بخشش کی دعائیں مانگی جا رہی ہیں مگر وہ خود اپنے لئے بخشش کی دعاء مانگنے اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے سے غافل ہے اور اس کا کس طرح انکار کیا جا سکتا ہے؟ حالانکہ اللہ جل جلالہ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے :

﴿الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۖ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتٍ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۖ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝﴾

ترجمہ جو فرشتے کہ عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے اس کے گرد اگرد ہیں وہ اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے (اس طرح) استغفار کیا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! آپ کی رحمت (عامہ) اور علم ہر چیز کو شامل ہے، سو ان لوگوں کو بخش دیجئے جنہوں نے (شرک و کفر سے) توبہ کر لی ہے اور آپ کے رستے پر چلتے ہیں، اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے۔ اے ہمارے پروردگار! اور ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں جن کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے داخل کر دیجئے، اور ان کے ماں، باپ اور بیویوں اور اولاد میں جو (جنت کے) لائق (یعنی مومن) ہوں ان کو بھی داخل کر دیجئے، بے شک آپ زیر دست حکمت والے ہیں، اور ان کو (قیامت کے

دن ہر طرح کی) تکالیف سے بچائیے، اور آپ جس کو اس دن کی تکالیف سے چالیں تو اس پر آپ نے (بہت) مہربانی فرمائی اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ (سورۃ الغافر: ۷ تا ۹)

☆ فرشتے زمین پر بسنے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ سے معافی کی دعا کرتے رہتے ہیں اسکو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ اس طرح ارشاد فرمایا:

﴿وَالْمَلَائِكَةُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا إِنْ اللَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ (سورۃ الشوری: ۵)

ترجمہ: (اور فرشتے اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے ہیں اور اہل زمین کے لئے معافی مانگتے ہیں، خوب سمجھ لو کہ اللہ ہی معاف کرنے والا رحمت کرنے والا ہے۔)

حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنی چاہئے اور یہ سوچنا چاہئے کہ جب فرشتے ہم جیسے زمین میں بسنے والے گناہ گاروں کے لئے از خود ہی بخشش اور معافی کی دعا کرتے رہتے ہیں تو کیوں نہ ہم خود اپنے لئے اللہ تعالیٰ سے معافی اور بخشش کی درخواست کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ (سورۃ الزمر: ۵۳)

ترجمہ: (آپ کہہ دیجئے: اے میرے بندو! جنہوں نے (کفر و شرک کر کے) اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں کہ تم خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو، بالیقین خدا تعالیٰ تمام (گزشتہ) گناہوں کو معاف فرمادے گا، واقعی وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے۔)

تقریظ

حضرت مفتی محمد عاشق الہی البرنی حفظہ اللہ تعالیٰ

سابق مفتی دارالعلوم کراچی، حال مقیم مدینہ منورہ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو گناہوں کو بخشنے والے اور توبہ قبول کرنے والے ہیں، خطاؤں کو معاف کرنے والے اور چھوٹے بڑے ہر قسم کے گناہوں کو مٹا دینے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو رحمت اور معافی کی خوشخبری دی ہے جبکہ بندے گناہوں کے بعد سچی توبہ کر لیں اور اپنے آپ کو راہِ راست پر لے آئیں۔

اور درود و سلام ہو تمام نبیوں اور رسولوں کے سردار پر اور آپ کی آل پر اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے متواضع اور فرمانبردار تھے، اور اللہ تعالیٰ کے کن مخلص، متواضع اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے امیدوار بندوں پر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں جنہوں نے نیکی اور بھلائی کے راستہ پر چلنے میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پیروی کی۔

امابعد: میرے اسلامی بھائی فضیلۃ الشیخ ابو طلحہ محمد یونس بن عبد الستار (اللہ تعالیٰ ان کو اپنی حفاظت میں رکھے) نے توبہ اور استغفار کی فضیلت میں یہ کتاب لکھی ہے جس میں قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کو جمع کیا ہے، یہ کتاب مؤلف نے نیک لوگوں کو طاعات پر مزید ترغیب دلانے کے لئے اور گناہ گاروں کو اللہ کریم کی طرف رجوع کرنے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش مانگنے پر ابھارنے کے لئے لکھی ہے۔ مؤلف موصوف نے ایک عجیب عمدہ موضوع اختیار کیا ہے جو اس زمانہ کے لوگوں کے لئے بہت مناسب ہے کیونکہ اس وقت اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں اور گناہ بہت زیادہ کثرت سے ہو رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ”خشگی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں۔“ ایک مومن بندے کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ وہ پلک جھپکنے کی بھدر بھی اپنے رب تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرے اور اگر خدا نخواستہ کسی سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی خواہ شیطانی دھوکہ سے ہو خواہ نفس

امارہ کی سرکشی کی وجہ سے ہو گئی ہو تو اس کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہرگز ناامید نہیں ہونا چاہئے اور کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی مغفرت سے مایوسی نہیں ہونی چاہئے چاہے کتنے درجے کا بھی گناہ گار کیوں نہ ہو البتہ توبہ کرنے کے لئے بہت جلدی کرنی چاہئے اور اس میں ذرا بھی دیر نہیں لگانی چاہئے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے موت کا جو وقت مقرر ہے اس میں ذرہ بھر تاخیر نہیں ہو سکتی اور یہ بھی طے شدہ بات ہے کہ کسی کو بھی اپنی موت کا وقت معلوم نہیں، اس لئے ضروری ہے کہ ہمہ اپنے آپ کو گناہوں سے توبہ و استغفار کے ذریعہ پاک و صاف کرتا رہے اور اپنے آپ کو موت کے لئے ہر وقت تیار رکھے۔

توبہ کی حقیقت یہ ہے کہ ہمہ گزشتہ زمانہ میں اپنے کئے ہوئے گناہوں پر شرمندہ ہو اور آئندہ گناہوں کے نہ کرنے کا پختہ ارادہ کر لے اور غلط طریقہ چھوڑ کر صحیح طرز عمل اختیار کر لے اور جو حقوق بندوں کے اس کے ذمہ ہیں ان کی بھی ادائیگی کرے۔ جب ہمہ اس طرح سے توبہ کرے گا تو اللہ کریم اس کی توبہ کو قبول فرمائیں گے، اور جب ہمہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو مغفرت اور اپنی خوشنودی کے سایہ میں جگہ مرحمت فرماتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ دل سے سچی توبہ کو اللہ تعالیٰ ضرور قبول فرمالیے ہیں۔

اس زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ صرف زبانی توبہ تو کرتے ہیں مگر ان کے دل خدا سے بالکل غافل ہیں، توبہ کے وقت ان کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ وہ زبان سے کیا کہہ رہے ہیں، ان کی توبہ صرف زبانی ہوتی ہے اور اس طرح کی توبہ سچی توبہ نہیں ہو سکتی۔ ایسی توبہ کے متعلق رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا کا قول ہے: استغفارنا احتاج الی استغفار کثیر ”کہ ہمارا استغفار اور توبہ کرنا تو ایسا ہے کہ اس پر بھی ہمیں توبہ اور استغفار کی ضرورت ہے۔“ چرچا نیکہ ہماری توبہ قبول کی جائے کہ ہماری توبہ اس طرح کی ہے کہ جس پر ہمیں بہت استغفار کرنے کی ضرورت ہے۔ ایک فارسی شاعر کہتا ہے:

سبحہ بر کف توبہ بر لب دل پر از ذوق گناہ

معصیت را خندہ می آید بر استغفار ما

ترجمہ: (ہاتھ میں تسبیح ہے اور لبوں پر توبہ مگر دل گناہ کی لذت سے بھرا ہوا ہے، ہمارے اس استغفار پر تو معصیت بھی ہنستی ہے۔)

یعنی ہم زبان سے توبہ و استغفار کرتے ہیں اور تسبیح بھی ہمارے ہاتھ میں ہے مگر توبہ اور استغفار کی حالت میں بھی ہم دلی طور پر گناہوں کی لذت سے لطف اندوز ہو رہے ہیں، تو پھر معصیت ہمارے استغفار پر کیوں نہ بنے؟ حقیقت یہ ہے کہ اس شاعر نے سچ کہا ہے کیونکہ ہمارے اس زمانہ میں توبہ و استغفار کرنے والے گناہ گاروں کی حالت کو اس مختصر جملہ (شعر) میں بیان کر دیا ہے۔

دعوت و تذکیر والے حضرات کو اس بات کا اہتمام کرنا ضروری ہے کہ وہ وعظ و نصیحت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بھارت سنائیں، اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا تذکرہ بھی ہو اور نافرمانوں کے ذہنوں کو توبہ و استغفار کے قریب کیا جائے اور اس کے ساتھ برائیوں سے بھی روکا جائے، اور گناہوں کے نقصانات پر تنبیہ بھی ہونی چاہئے تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے رک جائیں اور وہ بخشش کے وعدہ سے دھوکہ کھا کر کہیں ہر وقت سرکشی میں ہی نہ پڑے رہیں۔

مؤلف موصوف نے اچھے انداز میں یہ کتاب لکھی ہے کہ اس میں آیات قرآنیہ اور احادیث مبارکہ کے علاوہ اخلاص کے ساتھ سچی توبہ کرنے والوں کے قصے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے کامیاب لوگوں کے واقعات بھی جمع کر دیئے ہیں کیونکہ پہلے لوگوں کے قصے بعد میں آنے والوں کے لئے سامانِ عبرت ہوتے ہیں، اور اللہ کریم سے امید ہے کہ وہ مؤلف کتاب کی محنت کو شرف قبولیت بخشیں گے اور ان کی اس کتاب ”گناہوں کے پہاڑ اور بخشش کا سیلاب“ کو مسلمانوں کے لئے نافع بنادیں گے اور یہ کتاب مؤلف موصوف کے لئے ذخیرہ آخرت ہوگی۔ بیشک اللہ تعالیٰ قریب ہے اور بندوں کی دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے اور سچی توبہ کرنے والے کی توبہ کو قبول فرمانے والا ہے۔

۴ رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ

محمد عاشق الہی البرنی غفر اللہ له ولوالدیه
المدينة المنورة



تقریظ

فضیلۃ الشیخ عبد الحمید عبد اللہ الزغبی حفظہ اللہ

مدرس مدینہ یونیورسٹی۔ مدینہ منورہ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو نہایت رحم والے، بہت پردہ پوش اور بہت بخشنے والے ہیں، ہر چیز کو بالکل ٹھیک اندازہ کے ساتھ پیدا کرنے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنی کتاب قرآن مجید میں اپنی رحمت و مغفرت کے دونوں ہاتھوں کو پھیلائے ہوئے فرما رہے ہیں: ﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ (سورۃ الزمر: ۵۳)

ترجمہ: (آپ کہہ دیجئے: اے میرے بندو! جنہوں نے (کفر و شرک کر کے) اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں کہ تم خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو، بالیقین خدا تعالیٰ تمام (گزشتہ) گناہوں کو معاف فرما دے گا، واقعی وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے۔)

اور دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ (سورۃ النساء: ۵۳)

ترجمہ: (اور جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان کا نقصان کرے، پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا پائے گا۔)

ایک اور جگہ اپنے نیک بندوں کی صفات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرِ اللَّهُ لَهُ لَا يَلْحَظْهُ اللَّهُ وَالَّذِينَ يَبُذَلُونَ عَنْ كَذِبٍ يُظَاهِرُونَ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُ اللَّهُ لَعْنَةً أَلِيمَةً وَالَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ رَبِّهِمْ وَالَّذِينَ لَا يَلْبِسُونَ الذِّمَّةَ وَلَا يَتَّبِعُونَ الْأَمْرَ الْغَلِيظَ وَالَّذِينَ يَمْنَعُونَ الْمَالَ الْحَلَالَ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لِّدَارٍ خَالِدَةٍ فَلَهُمْ أَجْرٌ كَثِيرٌ وَالَّذِينَ يَتَّقُونَ اللَّهَ هُوَ الَّذِي يَجْعَلُ لَهُمْ مَخْرَجًا وَيَرْزُقُهُمْ مِنْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْسَبُونَ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ زَكَاةً وَسِرًّا وَلَا يُرِيدُونَ الْفَيْحَةَ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ ذِكْرًا أُولَٰئِكَ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَثِيرٌ وَالَّذِينَ يَتَّقُونَ اللَّهَ هُوَ الَّذِي يَجْعَلُ لَهُمْ مَخْرَجًا وَيَرْزُقُهُمْ مِنْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْسَبُونَ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ زَكَاةً وَسِرًّا وَلَا يُرِيدُونَ الْفَيْحَةَ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ ذِكْرًا أُولَٰئِكَ يَتْلُونَ آيَاتِ اللَّهِ وَلَهُمْ أَجْرٌ كَثِيرٌ﴾ (سورۃ آل عمران: ۱۳۵)

ترجمہ: (اور ایسے لوگ کہ جب کوئی ایسا کام کر گزرتے ہیں جس میں زیادتی ہو یا اپنی ذات پر نقصان اٹھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیتے ہیں، پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے لگتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور ہے کون جو گناہوں کو بخشتا ہو اور وہ لوگ اپنے افعال پر اصرار نہیں کرتے اور وہ جانتے ہیں) اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو بھی استغفار کا حکم کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِدُنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ (سورۃ محمد: ۱۹)

ترجمہ: (اور آپ ﷺ) اپنی خطا کی معافی مانگتے رہئے اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان

عورتوں کے لئے بھی استغفار کرتے رہئے)

اور درود و سلام ہو اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق میں سے سب سے زیادہ بہتر پسندیدہ منتخب شخصیت یعنی ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے صحابہ کرامؓ پر اور سب پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں۔

اور نبی کریم ﷺ خود فرماتے ہیں: ((واللہ انی لأستغفر اللہ وأتوب إلیہ فی الیوم أكثر من سبعین مرة)) (رواہ البخاری)

ترجمہ: (اللہ کی قسم بیشک میں اللہ تعالیٰ سے روزانہ ستر مرتبہ سے بھی زیادہ استغفار کرتا ہوں) اور حضور ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے: ((والذی نفسی بیدہ لو لم تذنبوا، لذہب اللہ تعالیٰ بکم، ولجاء بقوم یدنبون، فیسْتَغْفِرُونَ اللہَ تعالیٰ فیغفر لہم)) (رواہ مسلم)

ترجمہ: (قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم بالکل ہی گناہ نہ کرو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس دنیا سے لے جائے گا اور تمہاری جگہ ایسے لوگوں کو پیدا فرما دے گا جو گناہ بھی کریں اور پھر اللہ تعالیٰ سے استغفار بھی کریں اور اللہ تعالیٰ ان کو بخش بھی دے گا)

یعنی بشری کمزوریوں کی بنا پر گناہ کا ہو جانا اتنی بڑی بات نہیں ہے جتنا بڑا جرم گناہوں پر اصرار اور گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے استغفار نہ کرنا ہے اور اس حدیث شریف کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ ہمیں گناہ کرنے کی اجازت دے رہے ہیں معاذ اللہ، کیونکہ یہ دوسری نصوص صریحہ کے بالکل خلاف ہے۔ (از مترجم غفر لہ)

امسا بعد: یہ دوسری کتاب ہے جس کے مؤلف ابو طلحہ محمد یونس بن عبد الستار ہمیں اس کے مطالعہ کا موقع فراہم کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو مزید توفیق مرحمت فرمائے۔ مؤلف موصوف نے اس کا نام ”جبال الذنوب وسیل الغفران“ (یعنی گناہوں کے پہاڑ اور بخشش کا سیلاب) رکھا ہے اور یہی اس کتاب کا موضوع ہے۔ میں نے چند دن اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے۔ میرے نزدیک یہ کتاب قارئین کرام کے ہر طبقہ کے لئے ایک مختصر اور مفید کتاب ہے۔ مؤلف کتاب نے اس کو تین بڑے ابواب پر تقسیم کیا ہے جن میں سے ہر باب اپنے موضوع کو کامل طور پر شامل ہے اور ہر باب میں چند فصلیں ہیں جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

پہلا باب ”باب الاستغفار“ کے عنوان سے ہے اور یہ باب کتاب کے تمام ابواب میں سے سب سے اہم ہے کیونکہ اس میں ایسی آیات قرآنیہ ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر مسلمان پر استغفار کرنا واجب ہے۔ اور اس کے بعد کتب احادیث سے کچھ احادیث ذکر کی ہیں جن سے توبہ و

استغفار کی فضیلت اور ہر مسلمان پر اس کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔

دوسرا باب ”باب التوبہ“ کے عنوان سے ہے اور اس کو دو فصلوں پر منقسم کیا ہے، ان میں سے ایک عقیدۃ التوبہ یعنی توبہ کی گھاٹی ہے، اس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ توبہ و استغفار ایسے عمدہ پھل ہیں جن کو ہر شخص حاصل کر سکتا ہے بشرطیکہ توبہ سچی ہو، اور جو شخص سچی توبہ کرے گا اس کو توبہ کے پھل کی لذت اور مٹھاس ضرور حاصل ہوگی، اور یہ باب امام ابو حامد الغزالی رحمہ اللہ تعالیٰ کے کلام سے اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

دوسری فصل توبہ کی تعریف اور اس کی حقیقت کے بیان میں ہے اور اس کی ابتداء میں چند احادیث کے بعد توبہ کی کیفیت اور اس کے فائدے اور توبہ کی اہمیت کو بیان کیا ہے۔

پھر تیسرا باب ہے جو کہ ”قصص التائبین“ توبہ کرنے والوں کے عنوان سے ہے اور اس میں چند فضلیں ہیں اور یہ فضلیں توبہ کرنے والے ہر طبقہ کے اعتبار سے ہیں اور یہ باب کتاب التوابین سے مختصر لیا ہوا ہے جو موفق الدین ابن قدامہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ہے اور ان فصلوں میں بہت کافی عبرت کا سامان ہے۔

میری ناقص رائے کے مطابق یہ کتاب بڑی مفید کتاب ہے، اور آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ ہمیں بھی اور مولف کتاب اور اس کی اشاعت میں ہر حصہ لینے والے صاحب کو ہر خوبی حاصل کرنے کی اور ہر بری عادت سے بچنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعاء کرتا ہوں کہ وہ ہم سب مسلمانوں کو ہر بھلائی کی توفیق بخشے اور ہمارے دلوں میں ہدایت کی بات ڈالے اور ہم سب کو پھر سے اپنے سچے دین اسلام پر چلنے کی توفیق بخشے اور امت مسلمہ کو پھر سے عزت و شرافت سے سرفراز فرمائے، اور اپنے فضل و کرم سے سچی توبہ کرنے والوں میں ہمیں بھی داخل فرمائے، اور اللہ تعالیٰ ہی سب سے بڑھ کر علم والے ہیں۔

عبد الحمید بن عبد اللہ الزغبی

۳ محرم الحرام ۱۴۱۲ھ



کتاب ہذا کا اردو ترجمہ

الحمد لله رب العالمین، والصلاة والسلام علی رسولہ الکریم

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور اس کے لاڈلے رسول پر درود و سلام کے ساتھ شروع کرتا ہوں
مولانا محمد یونس المعروف بابن طحہ ساکن مدینہ طیبہ کی عربی زبان میں تصنیف ”جبال الذنوب وسیل الغفران“ ۱۹۸ صفحات پر مشتمل ہے، ہندہ اس کے صرف ۴۴ صفحات (جن کا اضافہ مولانا موصوف نے تیسری طباعت میں کیا تھا) کا ترجمہ کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے، کتاب کے بقیہ صفحات کا ترجمہ جناب ابو طحہ کے مایہ ناز استاذ حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب سابق استاذ دارالعلوم فیصل آباد اس سے پہلے کر چکے ہیں اور یہ کتاب انہی کے ترجمہ کے ساتھ پاکستان میں پانچ سال قبل چھپ چکی ہے۔

جب کبھی خوش سختی سے مدینہ منورہ حاضری ہوتی ہے تو حضرت مولانا محمد یونس مٹ صاحب ہی میرے میزبان ہوتے ہیں جو بہترین میزبان ہیں، اللہ رب العزت ان کو دارین کی عافیتوں سے نوازے اور زندگی کے ہر مرحلہ پر ان کی حمایت و حفاظت فرمائے، آمین۔

اب بھی تین رمضان المبارک ۱۴۲۰ ہجری بروز جمعہ مدینہ طیبہ کی حاضری نصیب ہوئی، جمعہ المبارک کی نماز مسجد نبوی ﷺ میں ادا کی، صلاۃ الترویج کے بعد ریاض الجنۃ میں حضرت مولانا عزیز الرحمن ہزاروی خلیفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہو گئی تو رات ان کے ہمراہ حضرت صوفی محمد اقبال صاحب کی خانقاہ میں گزاری، بروز ہفتہ جناب مٹ صاحب کے گھر پہنچا، اتفاق سے حضرت مولانا محمد زید صاحب شیخ الحدیث جامعہ ربانیہ خلیفہ مجاز حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ مہتمم دارالعلوم دیوبند بھی مٹ صاحب کے مہمان تھے، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زید صاحب مٹ صاحب کے مایہ ناز اساتذہ میں سے ایک ہیں۔

مٹ صاحب نے مجھے حکم دیا کہ میری کتاب ”جبال الذنوب وسیل الغفران“ کے اضافی صفحات کا ترجمہ آپ کر دیں تو مہربانی ہوگی، یہ اس لئے فرمایا کہ دو سال قبل میں ان کی ایک دوسری عربی کتاب ”أین الخاشعون فی الصلوۃ؟“ (نماز میں خشوع کرنے والے کہاں کھو گئے؟) کا ترجمہ اردو زبان میں کر چکا ہوں، چنانچہ ان کی خواہش کی تکمیل کے لئے وعدہ کر لیا۔

آج ۷ رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ الموافق ۱۵ دسمبر ۱۹۹۹ء بروز بدھ بعد از نماز ظہر تقریباً پونے دو بجے روضہ اقدس (علی صاحبہا الصلاة والسلام) کے قریب درود و سلام پیش کرنے اور دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد اس کتاب کے بقیہ صفحات کے اردو ترجمہ کا افتتاح کر رہا ہوں، اس وقت میرے پاس صرف ایک ہی کاغذ ہے ورنہ زیادہ لکھتا، کاغذ لینے کا نہ مجھے یاد رہا ورنہ ہی مٹ صاحب نے کاغذ مہیا کرنے کا خیال کیا۔ آج بندہ کو مدینہ منورہ آئے ہوئے چھٹا دن ہے، بعد صلاة التراويح یہاں سے جدہ روانگی ہے، اس کے بعد پھر مکہ مکرمہ عمرہ کی ادائیگی کے لئے جانا ہے، اس کے بعد پھر واپسی جدہ میں ہی بیت سعید و طیب میں قیام کے دوران ترجمہ کی تکمیل کا ارادہ ہے اور یہ تمام سفر عمرہ کا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور عالم اسلام کو اپنے سابقہ مبارک ایام نصیب فرمائے، آمین۔

واللہ الموفق ونعم الوکیل وهو المستعان وعليہ التکلان ، وصلی اللہ وسلم علی سیدنا محمد والہ وصحبہ اجمعین

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بندہ محمد یعقوب ربانی



پانچویں طباعت کا مقدمہ

الحمد لله رب العالمين، والصلاة والسلام على رسولہ الكريم۔

میرے مسلمان بھائیو اور دوستو! بندہ کی چند تالیفات میں سے ایک آپ کے ہاتھوں میں ہے جو مدینہ منورہ میں چوتھی مرتبہ چھپ چکی ہے، پہلی اور دوسری طباعت میں تو اہل مدینہ کے بعض مخیر حضرات نے حصہ لیا، تیسری مرتبہ یہ کتاب ۱۴۱۲ھ میں چھپی جس کے تمام اخراجات مع تین دوسری کتابوں کے شہزادہ عبدالعزیز بن فہد بن عبدالعزیز آل سعود حفظہ اللہ تعالیٰ نے برداشت کئے جو تقریباً ایک لاکھ سعودی ریال بتائے۔ ہمدہ کی چار مختلف کتابوں کی اشاعت میں شہزادہ نے لوجہ اللہ حصہ لیا اور سعودی عوام میں ان کو تقسیم کیا، اللہ تعالیٰ ان کی اس دینی کاوش کو قبول فرما کر آخرت میں باعث اجر بنائے، آمین۔ چوتھی مرتبہ عبدالحمید بخاری صاحب نے اس کتاب کو چھپوا کر فی سبیل اللہ تقسیم کیا۔

اب یہ کتاب پانچویں مرتبہ چھپ رہی ہے جس کے اخراجات مدینہ منورہ کے ایک زندہ دل نوجوان اور میرے دوست محمد بن عبداللہ الزہرانی اور ان کے بھائی یحییٰ بن عبداللہ الزہرانی نے اٹھائے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دین کی نشر و اشاعت کرنے والوں کی زندگی میں برکت دے اور ان کی نیکیوں میں اضافہ ہو اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا نصیب ہو، آمین۔

ایسے ہی حضرات کے بارے میں قرآن پاک کی سورہ توبہ میں آتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے : بیشک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو جنت کے بدلے خرید لیا ہے..... پس خوشیاں کرو اس سودے اور معاملہ پر جو تم نے کیا ہے اس سے۔ اور یہی ہے بڑی کامیابی۔ (التوبہ: ۱۱۱)

تو گویا یہ تجارت مع اللہ نہایت عمدہ اور نفع مند تجارت ہے۔ دعا ہے کہ یہ لوگ اور تمام مسلمان حضرت محمد ﷺ کے ساتھ جنت میں وہ دودھ پیئیں جس کا ذائقہ کبھی تبدیل نہیں ہو گا، اور شراب کی ان نمرؤں سے شراب پیئیں جو نہایت لذیذ ہے، اور شہد کی شفاف نمرؤں سے لطف اندوز ہوں اور پھر جنت میں نقری شراب کے آخوڑے کوڑے اور پیالے لے کر پھرنے والے خوبو لڑکوں کے ہاتھوں ان کو چھلکتے ہوئے جام پینے نصیب ہوں، آمین۔

میں تحدیث باساعت کے طور پر غوثی اس بات کا اظہار کرتا ہوں کہ ہمدہ کی تمام تالیفات کا اہل علم نے غوثی استقبال کیا اور عوام نے شرف قبولیت بخشا اور تعریف کی، خصوصاً سعودی ریڈیو نے اپنے ”المجلة الاسلامیہ“ پروگرام میں ۱۱ شعبان ۱۴۱۰ھ کو اس کتاب کی تشریح کر کے لوگوں کو

اس کے پڑھنے کی خوب ترغیب دی۔

[ایک عجیب واقعہ] اس کتاب کے سلسلہ میں یہ پیش آیا کہ مدینہ منورہ مطابع الرشید (جس کے مالک میرے خالہ زاد بھائی مفتی عبد الوحید بن ملک عبدالحق صاحب ہیں) میں بندہ اپنے دفتر میں کام کر رہا تھا کہ ایک صاحب کا ٹیلیفون آیا جو انگریزی اور عربی زبان میں مجھ سے ہم کلام ہوا مگر اس کی آواز میں رونے کی کیفیت اور خوشی کے جذبات تھے گویا اسے کوئی متاع گم شدہ مل گیا، وہ اس کتاب ”جبال الذنوب وسیل الغفران“ اور میری دیگر تالیفات کے بارے میں پوچھ رہا تھا، اس نے یوں کہا: واللہ اے ابو طلحہ! میں نے اپنی گم شدہ دولت اس اجنبی ملک میں پائی اور مجھے اپنے آباؤ اجداد کی بھولی ہوئی میراث اور ارشاداتِ مصطفیٰ ﷺ یاد آگئے، اللہ تعالیٰ سے عمو و پیماں توڑنے کے بعد میں نے دوبارہ جوڑ لئے اور بیس سال کی نافرمانی کے بعد اللہ تعالیٰ کی توفیق سے آپ کی یہ کتاب پڑھنے کے بعد میں نے اپنے پالنے والے کی طرف رجوع کر لیا ہے۔

جبال الذنوب اور آپکی دوسری کتاب ”نور علی نور فی ذکر اللہ والصلوة والسلام علی الرسول ﷺ“ میں نے یہ دونوں کتابیں مسجد میں ایک مسلمان سے مستعار لے کر پڑھیں، میں نے تو ان دونوں کو خیر، درستی اور کامیابی کا سرچشمہ پایا مگر یہ اس کے لئے ہے جو سچی نیت سے پڑھے۔ نیز ان کے پڑھنے سے مجھے سکون، اطمینان اور راحت ملی اور میرے بائیں پہلو میں پڑے ہوئے پریشان اور سخت دل کو اطمینان اور نرمی نصیب ہوئی۔

اس کے بعد عبد الحمید صاحب کہنے لگے کہ تمام امریکی اپنی اس رواں زندگی میں حیران اور غمگین ہیں اور میں بھی انہی میں سے ایک ہوں۔ باوجودیکہ ہم لوگوں کو ہر قسم کے سامانِ راحت میسر ہیں مگر حقیقی لذت، راحت اور اطمینان مفقود ہے، نہ ہی دلوں میں کوئی خوشی ہے بلکہ گمراہی کی وجہ سے دل تنگ ہیں۔ اس قدر ظاہری فراوانی ہے کہ جو چاہیں پہنیں، جو چاہیں کھائیں، جو چاہیں پیئیں، جہاں چاہیں رہیں مگر سب کے سب، پریشانی اور شک کے بھور میں پھنسے ہوئے ہیں، راحت، سکون اور اطمینان کے متلاشی ہیں مگر ناکام، میں بھی انہی میں سے ایک ہوں، آپ کے سامنے اس کا اقرار کرتا ہوں لیکن میرے رب نے مجھے ہدایت بخشی اور متاع گم شدہ میسر آئی۔ آپ کی یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی وسعت اور بے پایاں رحمت کو ایک انوکھے اور دلکش انداز میں پیش کرتی ہے جس کا میں اپنی زندگی میں متلاشی رہا حالانکہ میری زندگی کا اکثر حصہ گناہوں، نافرمانیوں اور عیاشیوں میں گذر گیا جس میں میں اپنے اللہ سے معافی اور نیک راہ پر چلنے کی توفیق چاہتا ہوں، بیشک قوت اور طاقت تو اللہ ہی سے میسر ہے۔ عبد الحمید صاحب نے مزید کہا کہ اگر اس کتاب کا انگریزی میں ترجمہ ہو جائے اور اس کو

امریکہ وغیرہ ممالک کے غیر مسلموں میں تقسیم کیا جائے تو وہ لوگ اس کو خوب قبول کریں گے اور اس سے اسی طرح فائدہ حاصل کریں گے جیسے کوئی انتہائی مرغوب، مطلوب اور محبوب چیز سے فائدہ حاصل کرتا ہے اور میرے خیال میں جس چیز کے وہ متلاشی ہیں اس کتاب سے بڑھ کر ان کے لئے کوئی بہتر راہنامہ نہیں کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں جو اپنی زندگی میں سکون اور اطمینان کے متلاشی ہیں مگر ان کو میسر نہیں۔

یہ میری قطعی رائے ہے جو غلط نہیں کیونکہ میں بھی انہی لوگوں میں سے ہوں جو ظاہر و پوشیدہ گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں اللہ تعالیٰ سب کی حفاظت فرمائے۔

پیارے ابو طلحہ! میں آپ کی تمام تصنیفات حاصل کرنا چاہتا ہوں ان کے حصول کا طریقہ کیا ہے؟ میرا خیال ہوا کہ یہ کوئی صاحب زیارت یا عمرہ کرنے مدینہ آئے ہوئے ہیں تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کس ہوٹل میں کون سے کمرہ میں ٹھہرے ہوئے ہیں اور آپ کا نام کیا ہے؟ تو اس نے کہا میرا نام عبدالحمید ہے اور اس وقت میں امریکہ سے آپ کے ساتھ ہم کلام ہوں۔ تو مجھے ان کی دینی رغبت اور دینی پیاس پر تعجب ہوا کہ ٹیلیفون پر اتنی طویل گفتگو کر رہے ہیں تو میں نے ان کا امریکہ میں گھر کا ٹیلیفون نمبر لکھ لیا جو یہ ہے 001916-793-12852

فون پر اس ۴۵ منٹ کی طویل گفتگو کے بعد میں نے عبدالحمید صاحب کی باتوں میں غور و فکر کیا تو مجھے اپنی ذات کے ساتھ ساتھ مسلمان اور خصوصاً اعیان اسلام کی کوتاہی پر سخت افسوس ہوا کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو اللہ تعالیٰ کے بندوں تک پہنچانے میں کس حد تک غافل اور ست ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ سورہ آل عمران آیت نمبر ۱۱۰ میں فرما رہے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ تم وہ لوگ ہو جو کسی خاص قوم و نسب یا مخصوص ملک میں محصور نہ ہو گے بلکہ تمہارا دائرہ عمل (دعوتِ دین) سارے عالم کو اور انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہو گا، گویا تمہارا وجود ہی اس لئے ہو گا کہ دوسروں کی خیر خواہی کرو اور جہاں تک ممکن ہو ان کو جنت کے دروازوں پر لا کھڑا کرو (اُخْرِجْتُمُ النَّاسَ مِنْ اِسی طرف اشارہ ہے، قالہ العلماء)۔

اور رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان صحیح حدیث میں وارد ہے جس کا مفہوم یہ ہے (کہ اگر ایک آیت بھی تمہیں معلوم ہو تو وہ میری طرف سے آگے پہنچا دو) اس وقت امت تو دین کی شدید پیاس ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی طرف راغب ہے مگر ہم اپنے گھروں کے اندر غفلت میں پڑے ہوئے ہیں حالانکہ یہود و نصاریٰ امتِ محمدیہ ﷺ کے غریب و مسکین لوگوں کو اپنی دولت اور دنیا کے کونے کونے میں پھیلی ہوئی فوجوں کے ذریعہ سے یہودی اور عیسائی بنارہے ہیں۔ اور ایک ایک چاول کی پوری

پر پورے گھر والوں کو غیر مسلم بنادے ہیں، جیسا کہ انڈونیشیا میں آج کل ہو رہا ہے (واللہ المستعان ولا حول ولا قوة إلا باللہ)۔

بندہ نے دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے کہا کہ میں دین کی دعوت اور اس کی اہمیت اور داعیوں کے فرائض اور امت کی غفلت کے موضوع پر ایک کتاب لکھوں گا جس کا نام ہوگا: ”ہم عطش فمّن یسقیہم شراب الإیمان“ (وہ پیاتے ہیں، ان کو ایمان کا شربت کون پلائے گا) یا یہ نام ہوگا: ”یفاظ العجم والعرب لإعلاء کلمة الرب“ (عجم و عرب کو اللہ تعالیٰ کے کلمہ اور سر بلندی کے لئے بیدار کرنا اور جگانا)، تو اللہ تعالیٰ نے مجھے توفیق بخشی اور میں نے پہلی فرصت میں ۱۱۰ صفحات لکھ دیئے، واللہ۔ اور اب وہ کتاب عنقریب تکمیل کے بعد چھپنے والی ہے (انشاء اللہ)۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس کے اتمام کی اور کسی اہل خیر کو اس کی اشاعت کی توفیق بخشے اور میری تمنا ہے کہ اس کتاب ”جبال الذنوب وسیل الغفران“ کا انگریزی زبان میں ترجمہ ہو کر اور پھر اسے چھپوا کر ان ممالک کے پیاسوں میں تقسیم کیا جاوے جن کا تذکرہ عبد الحمید صاحب نے فون پر کیا تھا۔

بندہ نے اس کتاب میں آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ کے ساتھ بعض تائیدین کے قصے بھی نقل کئے ہیں جنہوں نے عقائد فاسدہ، مذاہب باطلہ، لوگوں کی نظروں سے گرے ہوئے امور میں مبتلا، شراب نوشی، زنا کاری اور کبیرہ گناہوں سے توبہ کی اور راہ راست پر آئے تاکہ لوگ ان کے واقعات و حالات پڑھ کر ان کی پیروی کر کے سرخرو ہوں۔ اس کتاب میں ہر واقعہ ایک دوسرے سے بڑھ کر عبرت آموز ہے۔ اس میں بھی شک نہیں کہ جب اس کا مطالعہ ذوق و شوق اور دردِ دل سے کیا جائے گا تو انشاء اللہ العزیز انسان میں تقویٰ پیدا ہوگا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوگا، بد اعمالیوں اور ان کے اسباب سے چھٹکارا ہو جائے گا اور اچھے اعمال اور اخلاقی حسنہ کے زیور سے آراستہ ہوگا اور نیکیوں کے اسباب کا متلاشی ہوگا۔

آخر میں کتاب پڑھنے والے کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اس کتاب کو حصول لذت یا سفر طے کرنے یا وقت گزارنے کے لئے یا اپنے علم میں اضافہ کے لئے یا لوگوں میں ان قصوں کو صرف بیان کرنے کے لئے ہی نہ پڑھے بلکہ حصول تقویٰ، عمل کرنے اور اجڑے ہوئے دل آباد اور منور کرنے کے لئے پڑھے۔

شیخ ابو الحسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: علوم درہم و دینار کی طرح ہوتے ہیں چاہو تو ان سے نفع اٹھاؤ چاہو تو نقصان۔

علم کے ساتھ اگر خوفِ خدا شامل ہو تو اجر و ثواب ہے ورنہ گناہ اور عذاب، اور اللہ سے خوف

کی علامت ترک دنیا اور نفس و شیطان سے لڑائی ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے :

لو كان في العلم من دون التقى شرف

لكان اشرف خلق الله ابليس

ترجمہ: اگر علم میں بغیر تقویٰ کوئی شرف ہوتا تو مخلوق میں سب سے زیادہ ابلیس باعث ہوتا۔
تویر الاذہان من تفسیر روح البیان میں ج ۲ / ص ۳۹۷ پر سورہ کہف کی آیت نمبر ۸۲ کے تحت لکھا ہے: روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام جب خضر علیہ السلام سے جدا ہونے لگے تو خضر علیہ السلام نے فرمایا: اے موسیٰ! اگر آپ صبر کرتے تو میں آپ کو ایک ہزار عجائبات دکھاتا جو ایک دوسرے سے بڑھ کر عجیب ہوتے، تو موسیٰ علیہ السلام اس جدائی پر رونے لگے اور کہا کہ آپ مجھے کوئی نصیحت فرمائیں تو خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ ”علم صرف اس نیت سے حاصل نہ کرنا کہ لوگوں کو بتاؤں اور سناؤں بلکہ علم کو عمل کرنے کی نیت سے حاصل کرنا۔“

تویر الاذہان ج ۳ / ص ۱۱ پر ہے ”سیدھے راستہ پر چلنے کی علامت یہ ہے کہ انسان نیک عمل کرتا رہے اور وہ عمل خالص اللہ کے لئے ہو، صرف ایمان (بلا عمل) اگرچہ ہمیشہ جہنم میں رہنے سے مانع ہے اور بالآخر جنت میں دخول ہو گا لیکن عمل نور ایمان کو بڑھاتا ہے اور عمل ہی سے مومن کا قلب منور ہوتا ہے، اس لئے اے مومن! تو اپنے دل اور چہرہ کو اطاعت اور عمل صالح سے روشن کر۔“
حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ رب العزت میں عرض کیا: اے رب! تیرے بندوں میں سے زیادہ عاجز (کنما) کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو بغیر عمل کے جنت چاہتا ہو۔ پھر عرض کیا: زیادہ خلیل کون ہے؟ تو جواب ملا کہ جب کوئی سائل مانگے اور انسان اس کو کھانا کھلا سکتا ہو مگر نہ کھلائے وہ شخص زیادہ خلیل ہے۔ انتہی

عجیب و غریب حکایت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ حمام (بیت الخلاء) میں جانے لگے تو حمام کے مالک نے بغیر پیسہ کے حمام میں جانے سے منع کر دیا تو ابراہیم رو پڑے اور کہنے لگے: جب شیطان کے مقام اور مکان میں مفت جانے سے مجھے روک دیا گیا تو انبیاء اور صدیقین کے مقام جنت میں بغیر خرچ اور عمل کے داخلہ کیسے ہو گا؟ (تویر الاذہان ج ۲ / ص ۲۲۶)

اے اہل ایمان! ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ذرا اور عبادت کر کے گناہوں سے بچو، شکر کر کے ناشکری سے بچو، ذکر اللہ کو مت بھولو۔ سورہ حشر آیت نمبر ۱۸ کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو دیکھنا چاہئے کہ قیامت کے دن کے لئے کون سے اعمال تیار کر رکھے ہیں۔

سورہ مائدہ آیت نمبر ۴۱ کا خلاصہ یہ ہے کہ جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ پاک نہیں کرنا چاہتا ان کے لئے دنیا میں ذلت و رسوائی اور آخرت میں دردناک عذاب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں سے کرے جو اچھی بات سن کر پیروی کرتے ہیں اور ان لوگوں سے نہ کرے جن کے بارے میں سورہ کہف آیت نمبر ۵۸ میں ہے کہ ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تاکہ سمجھ نہ سکیں اور کانوں میں بند ڈال دیئے ہیں (تاکہ سن نہ سکیں)، اگر آپ ان کو ہدایت کی دعوت دیں گے تو کبھی بھی ہدایت کی طرف نہیں آئیں گے (یعنی توفیق ہدایت سلب کر لی گئی)۔

✱ اے اللہ! ہم پر رحم فرما اس وقت جب شدت موت سے پسینے چھوٹ جائیں گے۔

✱ اور اس وقت بھی ہم پر رحم فرما جب مرتے وقت آہوں کی بھرمار ہوگی۔

✱ اور اس وقت بھی ہم پر رحم فرما جب ہمارے دوست ہماری موت کا منظر دیکھ کر رونے

لگیں گے۔

✱ اور اس وقت بھی ہم پر اپنا کرم فرما جب ڈاکٹر اور طبیب ہماری زندگی سے مایوس ہو

جائیں گے۔

✱ اے اللہ! ہم پر اس وقت بھی رحم فرما جب مٹی ہمیں اپنے اندر چھپالے گی اور دوست

احباب چھوڑ کر چلے جائیں گے اور دنیا کی نعمتیں ہم سے جدا ہو جائیں گی اور ٹھنڈی ہوائیں ہم سے کٹ جائیں گی۔

✱ اے اللہ! ہم پر اس وقت بھی رحم فرما جب ہماری یادیں بھلا دی جائیں گی اور ہمارے جسم

گل سڑ جائیں گے اور ہماری قبروں کے نشانات مٹ جائیں گے۔

✱ اے اللہ! ہم پر اس وقت بھی رحم فرما جس وقت تمام بھید کھول دیئے جائیں گے اور

اعمال ناموں کو پھیلا دیا جائے گا اور اعمال نامے تو لٹنے کے لئے ترازو میں ڈال دیئے جائیں گے، آمین یا رب العالمین۔

اے اللہ! ہمارے اور اپنے پیارے پیغمبر ﷺ پر، ان کی آل و اولاد پر اور ان کے تمام صحابہ

کرام پر رحمت اور سلامتی نازل فرما۔ آمین یا رب العالمین

ابو طلحہ محمد یونس بن عبدالستار

پہلا باب

استغفار کے بیان میں

حضرت ابو موسیٰ رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (اے لوگو! تمہارے پاس امن و امان جتنے والی دو چیزیں موجود ہیں:

① ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ﴾

② ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾ (سورۃ الانفال: ۳۳)

ترجمہ ① جب تک آپ (ﷺ) ان میں موجود ہیں اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دے گا۔

ترجمہ ② اور جب تک وہ استغفار کرتے رہیں گے اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہیں دے گا۔

خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ج ۳ / ص ۶۰ پر لکھا ہے: میرا خیال ہے کہ نبی (ﷺ) تو اپنے مقام پر پہنچ گئے لیکن استغفار تمہارے درمیان قیامت تک باقی ہے، (یعنی جب تک استغفار کرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچتے رہو گے۔)

لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو کہا: اے میرے پیارے بیٹے! (رَبِّ اغْفِرْ لِي) کثرت سے پڑھا کرو، (اے میرے رب! مجھے بخش دیجئے۔) اس لئے کہ ایک گھڑی ایسی آتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ مانگنے والے کو محروم نہیں لٹاتے۔ (درمثور ج ۵ / ص ۱۶۲)

ابن تیمیہ نے فرمایا: جب میرے دل میں کوئی مسئلہ کھٹکے یا کوئی مشکل حالت درپیش ہو تو میں کم و بیش ایک ہزار مرتبہ استغفار کرتا ہوں حتیٰ کہ میرا سینہ کھل جاتا ہے اور مشکل حل ہو جاتی ہے۔ میں استغفار کرنے کی حالت میں چاہے بازار میں ہوں یا مسجد میں یا دروسہ میں مگر مجھے ذکر و استغفار سے کوئی مانع نہیں حتیٰ کہ میں اپنا مقصود پالیتا ہوں۔ (بطل الاصلاح الدینی ص ۱۲)

استغفار کا باب

میرے بھائی! آپ کو یہ علم ہونا چاہئے کہ استغفار کا باب سب سے اہم توجہ طلب اور قابلِ لحاظ ہے جس پر ہر شخص کو عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ سچی توبہ و استغفار پر ہمارا خاتمہ فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے نبی ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ﴾ (غافر: ۵۵) ترجمہ: (آپ اپنی غلطی کی معافی مانگتے رہیں اور صبح و شام اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید کرتے رہیں) نیز فرمایا: ﴿وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ، وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾ (محمد: ۱۹) ترجمہ: (اور اپنی غلطی کی معافی مانگتے رہیں اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے لئے بھی استغفار کرتے رہیں)

نیز اللہ جل جلالہ نے یہ بھی فرمایا: ﴿لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِفِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ مُطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ﴾ (الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ) (الصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ وَالْقَنِيتِينَ وَالْمُنْفِقِينَ وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ) (آل عمران: ۱۷۳-۱۷۵) ترجمہ: (اور متقی لوگوں کے لئے ان کے رب کے پاس ہمیشہ رہنے کی بیشمار جہنمیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کے لئے پاکیزہ بیویاں ہیں اور اللہ کی خوشنودی ہے اور اللہ اپنے بندوں کو دیکھنے والا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے (اس طرح) دعا کرتے ہیں: اے ہمارے پروردگار! بیشک ہم ایمان لائے، آپ ہمارے گناہ معاف کر دیں اور ہمیں جہنم کے عذاب سے بچا لیں۔ (یہ متقی بندے) صبر کرنے والے ہیں، سچ بولنے والے ہیں، فرمانبردار ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے اور رات کے آخری حصہ میں استغفار کرنے والے ہیں۔)

اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ﴾ (الأنفال: ۳۳) ترجمہ: (اور اللہ ان کو عذاب نہیں دے گا جب کہ آپ ان میں موجود ہیں اور اللہ ان کو عذاب نہیں دے گا جب کہ وہ استغفار کرتے ہوں۔)

اور اللہ جل شانہ نے فرمایا: ﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرِ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ وَلَمْ يُصِرُّوا عَلَى مَا فَعَلُوا وَهُمْ

يَعْلَمُونَ ﴿٣٥﴾ (آل عمران: ٣٥)

ترجمہ: (اور ایسے لوگ کہ جب کوئی کام کر گزرتے ہیں جس میں زیادتی ہو یا اپنی ذات پر نقصان اٹھاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیتے ہیں، پھر اپنے گناہوں کی معافی چاہنے لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون ہے؟ جو گناہوں کو معاف کرتا ہے اور وہ لوگ اپنے افعال پر اصرار نہیں کرتے اور وہ جانتے ہیں۔)

اور فرمایا اللہ رب العزت نے: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ (النساء: ١١٠)

ترجمہ: (اور جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان کا نقصان کرے پھر اللہ سے مغفرت طلب کرے تو وہ اللہ کو بہت مغفرت کرنے والا بہت رحم کرنے والا پائے گا۔)

اور حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق فرمایا کہ: انہوں نے بارگاہ الہی میں یوں عرض کیا:

﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا﴾ (نوح: ١٠)

ترجمہ: (الہی! اپنی قوم سے) میں نے کہا کہ تم اپنے پروردگار سے بخشش طلب کرو بیشک وہ بہت بخشنے والا ہے۔)

اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کا یہ قول نقل فرمایا کہ: ﴿وَيَقَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ﴾ (ہود: ١٢)

ترجمہ: (اے میری قوم کفر و شرک سے توبہ کر کے پھر ایمان لا کر اس کی طرف متوجہ رہو) اور استغفار کے بارے میں آیات قرآنیہ بہت کثرت سے ہیں اور جو بعض آیات قرآنیہ ہم نے ذکر کی ہیں ان سے انشاء اللہ توبہ و استغفار کے لئے میداری پیدا ہوگی اور اللہ تعالیٰ ہی کی ذات عالی ہے، جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ بہت رحم کرنے والے نہایت مہربان ہیں، اس کی رحمت اور مہربانی اپنے بندوں کے لئے عام ہے۔

اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی امت پر اللہ تعالیٰ کے احسانات میں سے ایک خاص احسان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی وادیوں میں بھٹکنے والوں اور اللہ کی چھوٹی بڑی نافرمانیوں میں پڑنے والوں کے لئے مہلت دے رکھی ہے اور امت کے لئے ان گناہ گار افراد کی مثال ان ٹڈیوں اور پردانوں کی سی ہے جو نادانی سے آگ میں کود رہے ہوں۔

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس نور ہدایت کے ذریعہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو

مبعوث فرمایا ہے ہمیں پیچھے سے پکڑ پکڑ کر آگ ۱ میں کودنے سے روک رہے ہیں اور ہم ہیں کہ اپنے خالق و مالک جل شانہ سے منہ موڑ کر خواہشات کی طرف بھاگ رہے ہیں اور غفلت کے نشہ میں چور گویا دریائے غفلت میں غرق ہیں۔ ہم تو گناہوں میں مشغول اور اللہ سبحانہ تعالیٰ، ایسے بردبار کہ گناہوں پر ہماری جلدی سے گرفت نہیں کر رہے ہیں بلکہ ہم کو مہلت دے رکھی ہے اور اپنے نبی ﷺ کو حکم دے رہے ہیں کہ وہ اللہ کی کرم نوازی کا اس طرح اعلان فرمائیں۔

﴿قُلْ يٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ﴾ (الزمر: ۵۳)

ترجمہ: (آپ کہہ دیجئے! کہ اے میرے بندو جنہوں نے (کفر و شرک کر کے) اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں کہ تم خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو یا یقین خدا تعالیٰ تمام (گذشتہ) گناہوں کو معاف فرمادے گا، واقعی وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے۔)

اور ایک اور جگہ اپنے بندوں پر ازراہ شفقت فرما رہے ہیں: ﴿اَفَلَا یَتَوْبُوْنَ اِلٰی اللّٰهِ وَیَسْتَغْفِرُوْنَہٗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ (المائدہ: ۷۴)

ترجمہ: (کیا وہ اللہ کی طرف رجوع نہیں کرتے اور اللہ سے بخشش طلب نہیں کرتے؟ اللہ تو بہت بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔)

نیز ایک دوسری جگہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: ﴿اَلَمْ یَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ﴾ (التوبہ: ۱۰۴)

ترجمہ: (کیا وہ جانتے نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔)

نیز اللہ جل شانہ نے یہ بھی فرمایا ہے: ﴿وَإِنِّیْ لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰی﴾ (طہ: ۸۲)

۱ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی اور جب آگ کا ارد گرد روشن ہو گیا تو پروانے وغیرہ جانور اس آگ میں کودنے لگے، وہ شخص ان پروانوں کو آگ میں کودنے سے روک رہا ہے لیکن وہ باز نہیں آتے اور باوجود روکنے کے آگ میں داخل ہو رہے ہیں۔ میں بھی اسی طرح تم کو جہنم کی آگ میں جانے سے روک رہا ہوں اور تمہیں پیچھے سے پکڑ پکڑ کر بھیج رہا ہوں اور تم میرے روکنے کے باوجود مگر ابھی کاراستہ اختیار کر کے جہنم کی آگ میں کود رہے ہو، یہ بخاری کی روایت ہے۔

اور مسلم شریف کی روایت بھی اسی طرح ہے مگر اس کے آخر میں یہ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ: بس یہ ہے میری اور تمہاری مثال کہ میں تمہیں جہنم کی آگ میں جانے سے روک رہا ہوں اور میں تمہیں بار بار یہ کہہ رہا ہوں کہ تم جہنم کی آگ میں جانے سے باز آ جاؤ، لیکن تم میری بات نہیں مانتے اور مگر ابھی کاراستہ اختیار کر کے جہنم کی آگ میں کود رہے ہو۔ (کمانی لطیف باب الاختصاص بالکتاب والسنۃ)

ترجمہ: (اور بے شک میں اس شخص کو بہت بخشے والا ہوں جو گناہوں سے توبہ کر کے ایمان لے آئے اور اچھے عمل کرے اور پھر سیدھی راہ پر قائم رہے۔)

اور ہمارے پروردگار نے انہی مہربانیوں اور کرم نوازیوں پر بس نہیں کی بلکہ اپنے بندوں کی طرف اپنی بے بہار رحمت کے ساتھ توجہ فرمائی ہے کہ وہ اس کی سخت پکڑ اور عذاب سے محفوظ رہیں۔ بہت توبہ قبول کرنے والے اور نہایت رحم فرمانے والے اللہ پاک نے فرمایا: ﴿ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ (التوبہ: ۱۱۸)

ترجمہ: (پھر اللہ ان کی طرف رحمت کے ساتھ متوجہ ہوا تاکہ وہ اپنے گناہوں کی بخشش مانگ لیں، بے شک اللہ ہی بہت توبہ کرنے والے اور نہایت رحم کرنے والے ہیں۔)

حضرت حسن اصری رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ اللہ کریم کے اس جو دو کرم کو دیکھو کہ جنہوں نے اللہ کے محبوب بندوں کو قتل کیا، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ ان کو توبہ اور مغفرت کی دعوت دے رہے ہیں۔

نیز یہ قصہ بیان کیا گیا ہے کہ: حضرت عطاء السلیمی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد کسی نے ان کو خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ تو حضرت عطاء السلیمی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ: اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا اے عطاء! کیا تجھے مجھ سے اس قدر ڈرتے ہوئے شرم نہ آئی؟ کیا تجھے معلوم نہیں کہ بے شک میں بہت بخشے والا نہایت رحم کرنے والا ہوں؟ (فتاویٰ النہج ج ۱۱ / ص ۵)

راقم عرض کرتا ہے کہ اپنے بندوں پر اللہ تعالیٰ کی کرم نوازیوں میں سے ایک مزید کرم نوازی یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کے گناہوں کو معاف فرما کر ان کے نامہ اعمال میں سے بھی گناہوں کے نشانات تک مٹا دیتے ہیں۔ حالانکہ دنیا میں ہم یہ معاملہ دیکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی جرم میں پکڑا جاتا ہے تو جب تک وہ قید خانہ میں رہتا ہے یا اپنے جرم کی سزا بھگتتا ہے تو اس کے جرم کو رجسٹر سے خارج نہیں کیا جاتا بلکہ قید خانہ سے رہائی کے باوجود اس کے جرم اور سزا کا ریکارڈ سرکاری دفاتر میں محفوظ رکھا جاتا ہے، لیکن اللہ کریم اپنے بندوں کے گناہوں کو جب مدہ توبہ کر لیتا ہے تو نہ صرف اس کے گناہ معاف کرتے ہیں بلکہ مزید پردہ پوشی فرما کر اس کے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں، یہاں تک کہ اس کے نامہ اعمال میں گناہ کا نشان تک بھی باقی نہیں رہتا۔

صاحبو! اللہ تعالیٰ کے جو دو کرم کی تو کوئی حد ہی نہیں، وہ تو فرماتے ہیں: ﴿...إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ﴾ (سورۃ الفرقان: ۷۰)

ترجمہ..... جو (شرک اور گناہوں سے) توبہ کر لے اور ایمان (بھی) لے آئے اور نیک عمل کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے (گزشتہ) گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیتے ہیں۔

ایک سوال اور اس کا جواب : اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ : ”اللہ ان کے گناہوں کو نیکیوں کے ساتھ تبدیل فرما دیتے ہیں“ اگر اس پر یہ سوال کیا جائے کہ قرآن مجید کے اس حکم پر برائی کو نیکی میں تبدیل ہونا کیسے ہو سکتا ہے اور برائی پر ثواب کیسے مل سکتا ہے؟ جب کہ برائی اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے، تو ناپسندیدہ چیز پسندیدہ کیسے ہو سکتی ہے؟ اور قرآن مجید سے ہی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کفر اور گناہوں کو ناپسند کرتے ہیں۔

اس سوال کا جواب صاحب تفسیر مظہری شیخ قاضی ثناء اللہ عثمانی المتوفی ۱۲۲۵ھ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیا ہے کہ میرے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ جب اللہ کے نیک بندوں سے کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو وہ اس پر حد درجہ نادم اور پریشان ہوتے ہیں اور اپنی نہایت درجہ ذلت و حقارت کو پیش نظر رکھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں انتہائی عاجزی کے ساتھ معافی کے طلب گار ہوتے ہیں، چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے خوب توبہ و استغفار کرتے ہیں اور ان کے بحال رجوع الی اللہ اور سچی توبہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی رحمت خاصہ ان کی طرف خوب متوجہ ہوتی ہے تو گویا ظاہر گناہ ان کے اس مرتبہ کا سبب بن گیا، حالانکہ دراصل گناہ کے بعد ان کی غایت درجہ کی ندامت اور سچی توبہ اس کا سبب ہے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ : ”قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اگر تم بالکل گناہ نہ کرو تو اللہ تمہیں اس دنیا سے لے جائے اور تمہاری جگہ ایسے لوگوں کو پیدا فرمائے گا جو گناہ بھی کریں گے اور اللہ کریم کی بارگاہ رحمت سے بخشش بھی مانگیں گے اور اللہ کریم ان کو معاف بھی فرما دے گا۔“ (رواہ مسلم) اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ : ”ما عزن مالک کے لئے استغفار کرو تحقیق اس نے ایسی سچی توبہ کی ہے کہ اگر امت کے درمیان تقسیم کر دی جائے تو ان کو کافی ہو جائے۔“

نبی کریم ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب کہ انہوں نے غامدیہ عورت کے متعلق کچھ سخت، سست کہا آپ نے فرمایا اے خالد انرمی کرو یعنی اس کو برا بھلا مت کہو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس عورت نے ایسی سچی توبہ کی ہے کہ اگر کوئی بہت بڑا ظالم بھی ایسی توبہ کر لے تو اس کی بھی بخشش ہو جائے۔ (رواہ مسلم فی قصۃ ماعز والغامدیہ عن بريدة)

اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ وہ گناہ جس میں اول غفلت ہو اور بعد میں ندامت ہو اس نیکی سے بہتر ہے جس کے شروع میں عجب ہو اور آخر میں ریاکاری ہو۔ (تفسیر مظہری ج ۷ / ص ۵۰، ۵۱)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے گناہوں کو نیکیوں سے بدلنے والی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے

فرمایا: بے شک گزشتہ گناہ مومن بندہ کی بچی توبہ کرنے سے نیکیاں بن جاتے ہیں، اس کی دراصل وجہ یہ ہے کہ جب بھی مومن بندہ اپنے گزشتہ گناہوں کو یاد کرتا ہے تو گناہوں پر شرمندگی کے ساتھ ساتھ توبہ واستغفار کرتا ہوا ﴿إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾ کہتا ہے تو اس اعتبار سے وہ گزشتہ گناہ نیکی میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ / ص ۳۲۸)

باقی استغفار کے بارے میں جو احادیث مبارکہ وارد ہیں ان سب کا احاطہ تو نہیں ہو سکتا، البتہ ان میں سے بعض احادیث کو ہم ذکر کرتے ہیں:

عن أبي سلمة بن عبد الرحمن قال قال أبو هريرة رضی اللہ عنہ: سمعت النبي صلى الله عليه وسلم يقول: والله إني لأستغفر الله وأتوب إليه في اليوم أكثر من سبعين مرة۔ (صحيح البخاري باب استغفار النبي ﷺ في اليوم واللييلة)

ترجمہ: (ابو سلمہ بن عبد الرحمن سے مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: ”اللہ کی قسم میں روزانہ ستر مرتبہ سے بھی زیادہ اللہ سے توبہ واستغفار کرتا ہوں۔“ (صحیح البخاری باب استغفار النبی ﷺ فی اليوم واللييلة)

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ابی داؤد میں ”باب فی الاستغفار“ کا عنوان قائم کیا ہے اور پھر اس کے تحت تفصیل کے ساتھ احادیث بیان کی ہیں، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

﴿مَا أَصْرُ مَنْ اسْتَغْفَرَ وَإِنْ عَادَ فِي الْيَوْمِ سَبْعِينَ مَرَّةً﴾

ترجمہ: (یعنی توبہ واستغفار کرنے والا مومن بندہ اللہ کے نزدیک گناہ پر اصرار کرنے والا شمار نہیں ہوتا اگرچہ وہ دن میں ستر مرتبہ بھی گناہ کر لے۔)

قولہ (مَا أَصْرُ مَنْ اسْتَغْفَرَ) نہایت میں لکھا ہے (أَصْرُ عَلَى شَيْءٍ إِصْرًا) یہ اس وقت کہا جاتا ہے کہ جب کوئی کسی چیز کو لازم پکڑ لے اور اس پر مداومت اختیار کرے اور عموماً اس کا استعمال برائی اور گناہ کے بارہ میں ہوتا ہے، مطلب یہ ہوا کہ جو شخص گناہوں کے بعد استغفار کر لے تو وہ ان گناہوں پر اصرار کرنے والا شمار نہیں ہوگا، اگرچہ وہ گناہ اس سے بار بار ہی کیوں نہ سرزد ہو جائیں۔

تویر الاذہان ج ۳ / ص ۹۴ میں ہے کہ توبہ کا معنی رجوع ہے، لیکن تمام مخلوق سے رجوع مذموم ہے اور تمام مخلوق میں اختلاط محمود ہے، مگر یہ خواص کی توبہ ہے، بہر حال توبہ اور استغفار لازم ہے کیونکہ یہ ایسے ہے جیسے میل کچیل کے لئے صائن ہوتا ہے اور گناہ پر اصرار شرک اور خاتمہ علی الکفر تک پہنچا دیتا ہے۔

لن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے اپنا آدھا منہ ڈھانپ رکھا ہے، میں نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ میں مردوں کا کفن اتارا کرتا تھا، ایک رات میں نے ایک قبر کھودی تو وہ عورت کی قبر تھی اس عورت نے مجھے ایسا تھڑ مارا کہ میرے منہ پر اس کی انگلیوں کے نشان پڑ گئے۔ لن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ امام اوزاعی کو لکھا تو انہوں نے مجھے جواب لکھا کہ آپ اس شخص سے پوچھیں کہ تو نے قبر والوں کو کیسے پایا؟ چنانچہ میں نے اس سے پوچھا تو کہنے لگا کہ میں نے دیکھا کہ اکثر کا رخ قبلہ کی طرف نہ تھا، تو امام اوزاعی نے فرمایا: وہ لوگ کفر پر فوت ہوئے ہیں یعنی گناہوں پر ایسا اصرار کرنا جو کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ (العیاذ باللہ)

سنن ابو داؤد باب الاستغفار میں حضرت اغر مزی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کبھی میرے دل پر غبار آجاتا ہے تو میں ایک دن میں سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔

بعض محققین نے کہا ہے کہ قلب نبی ﷺ پر غبار کی حقیقت کیا ہے یہ ہم نہیں جانتے اس قسم کے امور میں تفویض ہی بہتر ہے، یعنی یہ مشابہات میں سے ہے، اس میں غور و خوض ممنوع ہے، اس کی حقیقت اللہ اور رسول ﷺ کے ہی سپرد ہے، وہی جانتے ہیں کہ اس سے کیا مراد ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی شان اس سے بہت بالاتر ہے کہ کسی کے وہم و گمان میں آسکے۔

بہر حال مقصود اس سے یہ ہے کہ کبھی کبھار رسول اللہ ﷺ کو بھی ایسی حالت پیش آجاتی تھی کہ دن میں ستر مرتبہ استغفار فرماتے، اس سے اندازہ کیجئے کہ ہم جیسے سرپا گناہگار استغفار کے کس قدر محتاج ہیں۔

قاضی عیاض نے (لیغان علی قلبی) کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اس سے مراد وہ وقت ہے جو حضور اقدس ﷺ کو دوسرے دینی امور میں مگن ہونے کی بنا پر ذکر اللہ میں کوتاہی کا سبب بن جاتا تھا، کیونکہ آپ کی شان یہ تھی کہ اللہ کو یاد کرتے رہتے تھے اور جو سانس اللہ کی یاد سے غافل گزرتا اس کو گناہ شمار کرتے تھے۔ اور آخر میں یہ فرمایا کہ یہ بھی مشابہات میں سے ہے اس کی حقیقت میں غور نہیں کرنا چاہئے۔ (تعلیق المحمود علی سنن ابی داؤد باب الاستغفار)

مصنف کہتا ہے کہ اس کا بہترین جواب تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاسؒ نے دیا ہے کہ: باوجود اس کے کہ انبیاء علیہم السلام سب کے سب معصوم اور ہر قسم کے شرکیہ، کفریہ بدعتی آلائشوں سے محفوظ ہوتے ہیں اور بلا واسطہ رب العلمین سے علوم و ہدایات اور ارشادات لیتے ہیں، لیکن جب وہ دعوت دین کے لئے مختلف قسم کے لوگ مثلاً کفار و مشرکین منافق اور بدکردار لوگوں کے دُور سے ملتے جلتے ہیں اگرچہ یہ بھی حق رسالت کی ادائیگی اور ان کو بحر ظلمات سے نکال کر نور

اسلام کی روشنی کی طرف لانے کے لئے ہوتا تھا تاہم ان کے پاک و صاف اور شفاف قلوب میل جول کی بناء پر ان کے ان امور شرکیہ اور بدعیہ سے متاثر ہوتے تھے، بس اس تاثیر کی بنا پر حضور ﷺ دن میں ستر مرتبہ استغفار فرماتے تھے۔

دل پر اس تاثیر کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جو ایک صحابی اغر الغفاری (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ: ”حضور ﷺ نے صبح کی نماز میں سورت روم تلاوت فرمائی آپ کو اس میں کچھ دشواری پیش آئی“ تو نماز کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: وہ کیسے لوگ ہیں جو نماز میں ہمارے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں، مگر وضوء اچھی طرح نہیں کرتے جس کی وجہ سے ہمیں قرآن پڑھنا دشوار ہو جاتا ہے۔“ (نسائی ج ۱/ ص ۱۵۱) وقال فی المرقاة: ۱/ ۳۳۰ رواہ النسائی قال ابن حجر: بسند حسن اتفق

”اس حدیث میں یہ اشارہ ملتا ہے کہ سنن اور آداب باعث برکت ہیں اور ان میں کو تاہی اپنے کرنے والے ہیں، ان کے نہ ہونے سے برکات کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور ان میں کو تاہی اپنے اور غیر کے لئے برکات سے محرومی کا سبب بنتی ہے جب کہ ان پر عمل کرنے سے برکت حاصل ہوتی ہے، بس قاری کو اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ جب خود رسول اللہ ﷺ اس طرح کے امور اور بینات سے متاثر ہو سکتے ہیں تو دوسرے لوگ اہل بدعت کی صحبت سے کیسے متاثر نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بدعتی کی صحبت سے بچائے اور صالحین کی صحبت نصیب فرمائے۔“ (مرقات ج ۱/ ص ۳۳۰)

اس لئے حضور نبی کریم ﷺ لوگوں کی صحبت کی میل کچیل کو استغفار سے دھوتے اور عبادت و تہجد سے صاف کرتے تھے، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ آپ کو اللہ نے حکم دیا: ﴿يَا أَيُّهَا الْمَزْمِلُ ۖ قُمْ اللَّيْلَ إِلَّا قَلِيلًا ۖ نَصْفَهُ أَوْ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلًا ۖ أَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا ۖ﴾ (الزلزل: ۳۱)

ترجمہ: (اے کپڑے میں لپٹنے والے کھڑے رہنے رات کو مگر کسی رات یا آدھی رات یا اس میں سے تھوڑا کم کر دیجئے یا اس پر تھوڑا زیادہ کر دیجئے اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر اور صاف کر کے پڑھئے)۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿إِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا ۖ وَاذْكُرَ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبْتَ لَإِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۖ﴾ (الزلزل: ۷ و ۸) چونکہ آپ ﷺ دن کو مختلف دینی امور میں مصروف و مشغول رہتے ہیں اور عبادت کے لئے فراغت کم ملتی ہے لہذا رات کو عبادت کیا کریں اور دن رات اللہ کے ذکر میں بذریعہ تسبیح و تہلیل حمد و ثناء اور تلاوت قرآن و تعلیم میں پیشگی اختیار کریں۔ اسی کو حکم فرمایا: ﴿وَتَبْتَ لَإِلَيْهِ تَبْتِيلًا﴾ یعنی مخلوق سے کلیہ کث کر اپنے رب کی طرف پورے

اخلاص و توجہ قلبی سے متوجہ ہوں۔ (تویر الایمان جلد ۴، ص ۴۳۲، ۴۳۳)

مندہ عرض کرتا ہے کہ مذکورہ تمام عبارات سے یہ بات ظنی سمجھ میں آتی ہے کہ اگرچہ انسان مبلغ دین اور دعوت و ارشاد میں سارا دن مصروف رہے، تاہم اس کے لئے لازم ہے کہ استغفار کرتا رہے اور کچھ وقت کامل توجہ کے ساتھ مخلوق سے کٹ کر اخلاص نیت سے عبادت الہی میں لگائے تاکہ وہ تمام لاشیں اور میل کچیل دل سے دور ہو جائیں جو مختلف لوگوں کے میل جول کی وجہ سے دل پر چھا جاتی ہیں اور دل میلے ہو جاتے ہیں۔

اے معزز قاری! جب ہمارے نبی پاک ﷺ باوجود معصوم اور ہر قسم کے شرکیہ اور بدعیہ امور سے محفوظ تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق آپ ﷺ ہر وقت اللہ کو یاد کرتے رہتے تھے اور مذکورہ حدیث میں گذرا کہ ۱۰۰ مرتبہ روزانہ استغفار بھی کرتے تھے۔ اس کے باوجود اللہ نے حکم دیا کہ عبادت میں محنت اور مخلوق سے ”تبیل“ یعنی انقطاع اختیار کرو، اور سورۃ شعراء کی آیت نمبر ۲۲ تا ۲۴ میں اپنے محبوب ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا جسکا مفہوم یہ ہے کہ سب سے بے زار ہو کر ایک خدا پر بھروسہ رکھے جو زبردست بھی ہے کسی کی اس کے مقابلہ میں چل نہیں سکتی، اور مہربانی فرمانے والا بھی، چنانچہ اپنی مہربانی سے تیرے حال پر ہر وقت نظر عنایت رکھتا ہے (تفسیر عثمانی) تو ہمارے قلوب جو دنیا کی تاریکیوں اور دنیا کے میل کچیل، فسق و فجور سے بھر پور اور بشری تقاضوں میں ہر طرف سے گھرے ہوئے ہیں اور اللہ کو یاد صرف اسی وقت کرتے ہیں جب کسی مصیبت میں پھنسنے جاتے ہیں (الاماشاء اللہ) اس اعتبار سے ہمیں زیادہ استغفار اور زیادہ کامل توجہ الی اللہ کی ضرورت اور عبادت میں محنت و اخلاص کی زیادہ احتیاج ہے۔

آپ نہیں دیکھ رہے کہ حجر اسود جب جنت سے اترتا تو دودھ سے زیادہ سفید تھا، مگر باوجود اپنی مضبوطی اور سختی کے بنی آدم کے گناہوں اور غلطیوں سے ایسا متاثر ہوا کہ سیاہ ہو گیا۔ جیسا کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: (حجر اسود جنت سے نازل ہوا تو دودھ سے زیادہ سفید تھا، انسانوں کے گناہوں نے اس کو کالا کر دیا۔) (احمد، ترمذی، مشکوٰۃ، باب قصۃ حجر الوداع والطواف)

شرح جامع ترمذی تھتہ الاحوذی ج ۳ / ص ۵۲۵ میں اس کا یہ مطلب بیان کیا گیا ہے کہ لوگ حجر اسود کو چھوتے یا بوسہ لیتے ہیں تو ان کے گناہوں کے سبب وہ کالا ہو گیا۔ (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں خاصیت یہ رکھی ہے کہ وہ گناہوں کو چوس لیتا ہے،) (نسکی، روشنی اور نور ہے اور گناہ ظلمت اور اندھیرا ہے۔ مترجم)

اس کی تائید حدیث میں ملتی ہے کہ ”جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک کالا نکتہ لگ جاتا ہے، جب دوسرا گناہ کرتا ہے تو ایک اور نکتہ لگ جاتا ہے، حتیٰ کہ سارا دل کالا ہو جاتا ہے۔ جب کہ قرآن مجید میں سورہ مطففین آیت نمبر ۱۴ میں ہے کہ ”بندوں کے اعمال سے دل زنگ آلود ہو گئے۔“ خلاصہ یہ ہوا کہ حجر اسود انتہائی شفاف سفید آئینہ کی طرح تھا، بندوں کے گناہ چوس چوس کر سیاہ ہو گیا اور تمام عقلاء کا اس پر اتفاق ہے کہ صحبت کا اثر ہوتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس حدیث پر بعض محدثین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ مشرکین کے گناہوں نے تو حجر اسود کو کالا کر دیا مگر اہل توحید کی عبادت سے وہ سفید کیوں نہ ہوا؟
ابن قتیبہ کے بقول جواب یہ ہے کہ دنیا میں دستور یہ ہے کہ سیاہی سے رنگ چڑھتا ہے اس کے برعکس سفیدی سے نہیں۔ (یعنی سیاہی ہر چیز پر غالب آجاتی ہے مگر سیاہی پر کوئی رنگ غالب نہیں آسکتا)۔ محبت طبری نے کہا کہ اس کے سیاہ ہونے میں اہل بصیرت کے لئے عبرت ہے کہ جب سخت پتھر غلطیوں سے متاثر ہوتا ہے تو دلوں میں اس کی تاثیر بڑھ کر ہوگی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حجر اسود کو اس لئے کالا کر دیا گیا تاکہ اہل دنیا جنت کی زینت نہ دیکھ سکیں۔ حدیث ”إِنَّ الْعَبْدَ إِذَا أَذْنَبَ ذَنْبًا الْخ“ کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو اس کے قلب پر سیاہ نکتہ لگ جاتا ہے پھر اگر توبہ کر کے اس گناہ سے ہٹ جائے اور استغفار کرے تو اس کا قلب شفاف و صاف ہو جاتا ہے اور اگر دوبارہ کرے تو سیاہی بڑھ جاتی ہے حتیٰ کہ پورے قلب پر چھا جاتی ہے، اسی کو قرآن میں (ران) سے تعبیر کیا گیا۔ (درمثور ج ۶ / ص ۳۲۵)

اے میرے اسلامی بھائی! جب سخت پتھر گناہ سے اثر پذیر ہوتا ہے تو قلب جو گوشت کا ایک ٹکڑا ہے وہ کیوں کر متاثر نہ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے گندے قلوب کو توبہ اور استغفار کے ساتھ دھونے کی توفیق دے۔

استغفار کی برکتیں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہم نبی کریم ﷺ کی مجلس میں ایک سو مرتبہ یہ کلمات گنا کرتے تھے، یعنی نبی کریم ﷺ ایک مجلس کے اندر سو مرتبہ توبہ اور استغفار کے مندرجہ ذیل کلمات پڑھا کرتے تھے: ((رَبِّ اغْفِرْ لِي وَتُبْ عَلَيَّ إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ))
(ابو داؤد باب فی الاستغفار)
اسماء بن حکم سے مروی ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں

ایک ایسا آدمی ہوں کہ جب بھی میں نے حضور ﷺ سے کوئی حدیث سنی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے جتنا چاہا اس حدیث سے نفع عطا فرمایا۔ اور نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے جب بھی کسی نے مجھ سے کوئی حدیث میان کی تو میں نے اس سے اس حدیث پر حلف لیا۔ اور جب اس صحابی نے حدیث پر قسم اٹھائی تو میں نے اس صحابی کی تصدیق کی۔ اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حدیث میان کی (اور میں تصدیق کرتا ہوں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سچ بیان کیا ہے) کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ کوئی ایسا مومن بندہ نہیں کہ جب اس سے کوئی گناہ ہو جائے تو وہ اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت صلوٰۃ التوبہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگے، مگر اللہ اس کے گناہ کو معاف کر دیتے ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی: ﴿وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَغْفِرِ اللَّهُ فَمَا لَهُ إِلَّا أَنْ يَصِرُوا عَلَىٰ مَا فَعَلُوا وَهُمْ يَعْلَمُونَ﴾

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص یہ کلمات: (اسْتَغْفِرُ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ) کے تو اللہ تعالیٰ اس کی بخشش فرمادیتے ہیں، اگرچہ وہ میدانِ جہاد سے بھاگا ہو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی مجلس میں بیٹھا اور اس سے مجلس میں بشارتِ فضول باتیں سرزد ہو گئیں پھر وہ مجلس کے برخاست ہونے سے پہلے یہ دعا: ((سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ ثُمَّ أَتُوبُ إِلَيْكَ)) پڑھ لے تو اللہ اس کو اس مجلس میں کئے گئے گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔

(شرح السنن ج ۵ / ص ۱۳۴)

حضرت عامر بن تیمم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو رزق کی تنگی ہو وہ بشارتِ استغفار کیا کرے اور جو شخص بہت غم و فکر میں مبتلا ہو تو وہ کثرت سے اللہ اکبر پڑھ کرے۔ (کنز العمال حدیث نمبر ۹۳۲۵)

اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر جنت کو پیش کیا گیا اور جہنم کو (بھی) پیش کیا گیا حتیٰ کہ میں اس پر پھوٹکیں مارنے لگا اور مجھے یہ خوف ہو گیا کہ کہیں وہ تمہیں اپنی لپیٹ میں نہ لے لے اور میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرنا شروع کر دیا کہ اے میرے رب! کیا آپ نے مجھ سے وعدہ نہیں فرمایا؟ کہ آپ ان کو عذاب نہیں دیں گے، جب کہ میں

ان میں موجود ہوں۔ اور کیا آپ نے یہ وعدہ نہیں فرمایا کہ آپ ان کو عذاب نہیں دیں گے جب کہ وہ استغفار کرتے ہوں۔ (رواہ النسائی ج ۳ / ص ۷۳ و رواہ ابو داؤد رقم الحدیث ۱۱۹۴)

حضرت ثامث البنانی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ایک نوجوان تھا جو ہر وقت فاخرانہ لباس پہنتا اور غفلت میں رہتا تھا، جب آپ ﷺ اس دنیا فانی سے عالم آخرت کی طرف تشریف لے گئے تو اس نے اپنا طرز عمل چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں خوب محنت شروع کر دی، اس پر اس کو لوگوں نے کہا کہ اگر رسول اللہ ﷺ کی مبارک زندگی میں تو ایسا کرتا تو آپ ﷺ کی آنکھیں تیرے اس عمل سے ٹھنڈی ہو جاتیں۔ اس نے جواب دیا کہ دراصل بات یہ ہے کہ میرے لئے اللہ کے عذاب سے حفاظت کی دو چیزیں تھیں ان میں سے ایک چیز تو چلی گئی اب دوسری ایک باقی رہ گئی ہے، اللہ رب العزت نے فرمایا: ”اللہ ان کو عذاب نہیں دے گا جب کہ آپ ان میں موجود ہوں“ اور حضور ﷺ اب ہم میں موجود نہیں ہیں وہ اس دنیا سے تشریف لے گئے ہیں اور اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے: ”اور اللہ ان کو عذاب نہیں دے گا جب کہ وہ استغفار کرتے ہوں۔“ اس سے معلوم ہوا کہ توبہ اور استغفار کی صورت میں اب بھی سامان حفاظت موجود ہے، اس لئے اب میں نے کوشش شروع کر دی اور طے کر لیا کہ موت تک ہمیشہ کوشش اور محنت میں لگا رہوں گا۔ (انظر الدر المنثور ج ۳ / ص ۱۸۲، ابن کثیر ج ۳ / ص ۵۹۰)

فضالہ بن عبیدہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہندہ اس وقت تک اللہ کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے جب تک وہ اللہ سے استغفار کرتا رہتا ہے۔ (مسند احمد ج ۶ / ص ۲۰)

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے اپنی بدزبانی کی شکایت کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے استغفار کو بھلا دیا ہے، میں دن رات اللہ تعالیٰ کے سامنے سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔ (رواہ النسائی فی عمل الیوم واللیلہ، مسند احمد ج ۵ / ص ۳۹۴، ۳۹۶ و ابن ماجہ ۳۸۱۷)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص استغفار کے یہ کلمات: ﴿اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلاَّ هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ﴾ کہے گا اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ معاف فرمادے گا اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر کیوں نہ ہوں۔ (انظر المستدرک ج ۱ / ص ۵۱۱، ۲ / ۱۱۸ مجمع الزوائد ج ۱۰ / ص ۲۱۰)

نیز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ”بے شک قیامت کے روز اللہ جل شانہ اپنے ایک نیک بندے کا جنت میں مرتبہ بلند فرمائیں گے، اس پر وہ

بارگاہ الہی میں عرض کرے گا اے میرے پروردگار یہ بلند مرتبہ مجھے کیسے ملا ہے؟ میں نے تو اس طرح کا کوئی عمل نہیں کیا، تو اللہ رب العزت فرمائیں گے کہ یہ تیری اولاد کے تیرے لئے استغفار کی بدولت ہے۔ (رواہ احمد کما فی المسکوٰۃ باب التوبہ والا ستغفار)

یہ نکاح کے بڑے منافع میں سے ایک نفع ہے اور آدمی کے مرنے کے بعد ان تین نیکیوں میں سے یہ ایک نیکی ہے جن کا ثواب آدمی کو موت کے بعد بھی ملتا رہتا ہے، کما جاء فی الحدیث۔
بہر حال استغفار کرنے سے تقویٰ کی صفت پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی اپنے متقی بندے پر رحمت خاصہ متوجہ ہوتی ہے، جس سے ہر مشکل آسان ہو جاتی ہے۔

روایت ہے کہ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے خشک سالی کی شکایت کی، تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو۔ اور ایک دوسرے شخص نے اپنے فقر کی شکایت کی۔ اور ایک تیسرے شخص نے اولاد کی کمی کی شکایت کی۔ اور ایک چوتھے شخص نے اپنی زمین کی پیداوار کی کمی کی شکایت کی، تو حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے سب کو استغفار کرنے کی تلقین فرمائی۔ اس پر ان سے سوال کیا گیا کہ آپ سے لوگوں نے مختلف قسم کی شکایتیں کیں مگر آپ نے سب کو ایک ہی علاج بتلایا کہ استغفار کرو، اس سوال کے جواب میں حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے یہی آیت تلاوت فرمائی: کَمَا قَالَ عَلَى الْقَارِئِ فِي الْمَرْقَاةِ شَرْحُ الْمَسْكُوتِ

مکمل آیت اور اس کی تفسیر یہ ہے: ﴿فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُرْسِلَ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا ۝ وَيَمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَلْ لَكُمْ أَنْهَارًا﴾ (سورۃ نوح آیت نمبر: ۱۰، ۱۱، ۱۲)

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر عثمانی میں ان آیات کی تفسیر میں لکھا ہے: ”یعنی ایمان اور استغفار کی برکت سے قحط و خشک سالی (جس میں وہ برسوں سے مبتلا تھے) دور ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ دھواں دھار برسنے والا بادل بھیج دے گا جس سے کھیت اور باغ خوب سیراب ہو جائیں گے، غلے، پھل، میوہ کی افراط ہوگی، مویشی وغیرہ فریہ ہو جائیں گے، دودھ لکھی بڑھ جائے گا اور عورتیں جو کفر اور معصیت کی شامت سے بانجھ ہو رہی ہیں اولاد ذکور جننے لگیں گی، غرض آخرت کے ساتھ دنیا کے عیش و بہار سے بھی وافر حصہ دیا جائے گا۔“ (انتہی)

قرآن پاک کی ان آیات کی تفسیر سے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ قول کی تائید ہو گئی کہ استغفار مختلف قسم کی شکایات اور ضروریات کا علاج ہے، لہذا طالب علم کو اس میں کوتاہی نہ کرنی چاہئے۔ نیز یہ نہ اولاد کے طالب کو صالح اعمال کے ساتھ ساتھ دل سے استغفار یعنی

استغفر اللہ، استغفر اللہ کا ورد کرتے رہنا چاہئے تاکہ استغفار کی برکت سے جو گناہ سرزد ہوتے ہیں ان کی نحوست ختم ہو اور حق تعالیٰ اولاد کی نعمت سے نواز دے۔ جیسا کہ حضرت حسن کی روایت اور تفسیر عثمانی میں لکھا ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سید الاستغفار یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کے حضور یوں کہے :

﴿اللَّهُمَّ أَنْتَ رَبِّي لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَأَبُوءُ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ﴾

ترجمہ..... اے اللہ تو ہی میرا پروردگار ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو نے مجھے پیدا کیا اور میں تیرا بندہ ہوں اور بقدر استطاعت تیرے عہد و پیمان پر قائم ہوں۔ جو کچھ میں نے کیا ہے اس کی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اور جو تو نے مجھ پر انعام کیا ہے اس کا اقرار کرتا ہوں اور اپنے گناہوں کا معترف ہوں، پس تو میری مغفرت فرمادے، کیونکہ تیرے سوا اور کوئی گناہوں کو بخش نہیں سکتا۔“ جو شخص یہ سید الاستغفار رات کو پڑھ لے اگر وہ اس رات مر گیا تو جنت میں داخل ہوگا اور جو شخص اس کو دن کو پڑھے اگر وہ اس دن مر گیا تو جنت میں داخل ہوگا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ / ص ۲۴۴)

کیا ٹھکانا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا کہ ایک دو منٹ کی دعا پڑھ لینے پر بھی جنت میں داخلہ کی بھارت سنار ہے ہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک بوڑھا شخص اپنی لٹھیا کے سہارے چلتا ہوا حاضر ہوا، اس بوڑھے شخص نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں اللہ تعالیٰ کی بہت نافرمانیاں اور گناہ کر بیٹھا ہوں، کیا میری بخشش ہو سکتی ہے؟ تو آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا: کہ کیا تو اس بات کی گواہی نہیں دیتا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے؟ اس نے عرض کیا کہ کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ میں تو گواہی دیتا ہوں اور میں تو ساتھ اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے سچے رسول ہیں، تو حضور ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۴ / ص ۵۹)

اللہ تو اپنے دشمن کو بھی بخشش کی طرف بلاتے ہیں

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر ج ۴ صفحہ ۵۹ میں ذکر کیا ہے کہ علی بن ابی طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے قول:

﴿قُلْ يُعْبَادِي الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ (سورة الزمر: ۵۳) کی تفسیر نقل کی ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا

● کہ اللہ تعالیٰ نے بخشش کی طرف اس شخص کو دعوت دی جس نے معاذ اللہ یہ کہہ دیا کہ مسیح ابن مریم (علیہ السلام) اللہ ہی ہے۔

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ﴾ (سورة المائدة: ۱۷)

● اور اس شخص کو بھی مغفرت کی دعوت دی جس نے معاذ اللہ یہ کہا کہ مسیح (علیہ السلام) اللہ کا بیٹا ہے۔ ﴿وَقَالَتِ الْنَصْرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ﴾ (سورة التوبہ: ۳۰)

● اور اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو بھی مغفرت کی دعوت دی جس نے معاذ اللہ یہ کہا کہ عزیر (علیہ السلام) اللہ کا بیٹا ہے۔ ﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ عِزِيرُ ابْنُ اللَّهِ﴾ (التوبہ: ۳۰)

● اور اس شخص کو بھی مغفرت کی دعوت دی جس نے معاذ اللہ یہ کہا کہ اللہ فقیر ہے۔

﴿لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ﴾ (سورة آل عمران: ۱۸۱)

● اور اس شخص کو بھی بخشش کی دعوت دی جس نے معاذ اللہ یہ کہا کہ اللہ کا ہاتھ بخش و عطا سے بند ہے۔ ﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ﴾ (سورة المائدة: ۶۴)

● اور اس کو بھی مغفرت کی دعوت دی جس نے معاذ اللہ یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ تین معبودوں میں کا ایک ہے۔

﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَلَاثُ ثُلَاثٍ﴾ (سورة المائدة: ۷۳)

● چنانچہ ان سب بھرموں کو ان کی اس قدر زبان درازی دیدہ دلیری اور جرأت مندی کے باوجود اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں:

﴿أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لَهُ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (سورة المائدة: ۷۴)

ترجمہ..... ”کیا وہ اللہ کے حضور توبہ نہیں کرتے اور اس سے گناہوں کی بخشش نہیں مانگتے؟ اور اللہ تعالیٰ بہت مغفرت کرنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔“

● پھر اس شخص کو بھی توبہ کی دعوت دی جو ان سب سے بڑھ کر جرم کی بات کرنے والا ہے، یعنی فرعون کہ اس نے خدائی کا ہی دعویٰ کر دیا اور یہاں تک کہہ دیا کہ :

﴿اَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلَى﴾ (میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں) (النازعات: ۲۴)

اور یہ بھی کہا کہ ﴿مَا عَلِمْتُ لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرِي﴾ (سورۃ القصص: ۳۸)

(میرے علم میں میرے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: کہ اس کے بعد بھی اگر کوئی محض اللہ کی رحمت اور مغفرت سے ناامید ہو تو اس نے اللہ رب العزت کی کتاب قرآن مجید کا انکار کیا۔

(لیکن یہ بھی یاد رہے کہ بندہ کو توبہ کی قدرت بھی اسی وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بندہ کے شامل حال ہو۔) اے رب کریم ہمارے لئے سچی توبہ کی توفیق مقدر فرمادے، آمین۔ (از مترجم غفر لہ)

اور حضرت اعثم رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایسے واعظ پر گزر ہوا جو لوگوں کو وعظ کر رہا تھا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کو فرمایا اے واعظ تو لوگوں کو اللہ کی رحمت سے کیوں ناامید کر رہا ہے؟ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی :

﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ (سورۃ الزمر: ۵۳)

جس کا مفہوم یہ ہے کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم اور زیادتی کی ہے وہ میری رحمت سے مایوس نہ ہوں، بے شک اللہ تعالیٰ سب کے سب گناہوں کو معاف کرنے والے ہیں اور صرف وہی مغفرت اور رحم و کرم کرنے والا ہے۔

اور ابن ابی حاتم نے حضرت عبید بن عمیر سے روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ابلیس ملعون نے کہا کہ اے رب! بے شک تو نے مجھے جنت سے آدم (علیہ السلام) کی وجہ سے نکالا ہے اور میں اس پر غلبہ نہیں پاسکتا مگر تیری قدرت سے غلبہ پاسکتا ہوں، تو رب العزت نے ابلیس لعین سے فرمایا کہ جا! تجھے آدم پر قدرت دی، اس نے کہا کہ اے رب! اس میں اضافہ کر دے، اللہ رب العزت نے فرمایا کہ آدم کے جب لہمی کوئی چھ پیدا ہوگا تو اس کے برابر تیرے بھی چھ پیدا ہوگا۔ شیطان مردود نے کہا اے رب اور زیادہ کر، اللہ رب العزت نے فرمایا کہ بنی آدم کے سینوں میں رہنے کی بھی تجھے قدرت دی، تم شیاطین بنی آدم کے جسموں میں خون کی طرح گردش کر سکو گے، شیطان مردود نے کہا: اے رب اور زیادہ کر، اللہ رب العزت نے فرمایا کہ ”تو لے آں پر اپنے سوار اور اپنے پیادے

اور شریک ہو ان کے ساتھ ان کے مالوں میں اور اولاد میں اور ان کو وعدہ دے اور کچھ نہیں وعدہ دیتا ان کو شیطان مگر دغا بازی۔“

اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار تو نے شیطان کو مجھ پر قدرت دے دی اور میں شیطان کے شرور اور چالاکیوں سے تیری اعانت کے بغیر نہیں بچ سکتا۔ اللہ کریم نے فرمایا کہ اے آدم جب بھی تیرے کوئی چھ پیدا ہوگا تو میں اس کے ساتھ ایک محافظ فرشتہ مقرر کر دوں گا جو اس کے برے ساتھیوں سے محفوظ رکھنے میں اس کی مدد کرے گا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اس میں اور اضافہ فرما، اللہ کریم نے فرمایا کہ آدمی کو ایک نیکی کے بدلے دس گنا یا اس سے بھی زیادہ ثواب دوں گا اور اگر آدمی سے کوئی گناہ ہو گیا تو ایک ہی گناہ لکھا جائے گا اور ہو سکتا ہے کہ میں اس کو معاف ہی کر دوں، پھر حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اس میں اور اضافہ فرمادے، تو اللہ کریم نے فرمایا کہ بنی آدم کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا رہے گا جب تک جسم میں روح ہوگی، یعنی موت سے پہلے پہلے توبہ قبول ہوگی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پھر عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اس میں اور اضافہ فرمائیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ (سورۃ الزمر: ۵۳)

ترجمہ: (اے میرے بندو جنہوں نے کفر و شرک کر کے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں، تم اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو، بالیقین خدا تعالیٰ تمام گزشتہ گناہوں کو معاف فرمادے گا، واقعی وہ بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے۔) (اتنی ماقالہ ان کثیر محذف و زیادہ)

کیا یہ حسن آگ کے لئے بنایا گیا تھا؟

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میرے پاس ایک دفعہ ایک عورت آئی اور اس نے مجھے اپنا قصہ بیان کیا کہ مجھ سے زنا ہو گیا اور جو میں نے چھ جناں کو بھی میں نے قتل کر دیا، کیا میرے لئے توبہ کی کوئی شکل ہے؟ تو میں نے اس کو جواب دیا کہ تیرا اس ہو تیری توبہ کی کوئی شکل نہیں ہے، اس پر وہ عورت حسرت و افسوس کرتی ہوئی چلی گئی، اس کے بعد میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اور آپ ﷺ سے اس عورت کا حال بیان کیا اور میں نے جو اس عورت کو جواب دیا تھا وہ بھی عرض کر دیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا

کہ اے ابو ہریرہ! تو نے برا کیا اور اس کو غلط جواب دیا، کیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی :

﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝﴾ (سورۃ الفرقان: ۶۸، ۷۰)

ترجمہ : (اور رحمن کے خاص بندے وہ ہیں جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے اور جس شخص کے قتل کو اللہ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل نہیں کرتے، ہاں مگر حق پر۔ اور وہ زنا نہیں کرتے اور جو شخص ایسے کام کرے گا تو سزا سے اس کو ساقط پڑے گا کہ قیامت کے روز اس کا عذاب بڑھتا چلا جائے گا اور وہ اس عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ ذلیل و خوار ہو کر رہے گا، مگر جو شرک و معاصی سے توبہ کر لے اور ایمان بھی لے آئے اور نیک کام کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے گزشتہ گناہوں کی جگہ نیکیاں عنایت فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔)

اس کے بعد میں نے اس عورت کو یہ آیت سنائی، تو وہ سجدہ میں گر گئی اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہوئے کہا کہ سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میرے لئے نجات کا راستہ پیدا فرمایا۔ اور اس حدیث کو ابن جریر نے بھی روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ وہ عورت حسرت و افسوس کرتی ہوئی چلی گئی اور وہ یہ کہہ رہی تھی :

يا حسرتا ! اَخْلَقَ هَذَا الْحُسْنَ لِلنَّارِ

کہ ہائے افسوس کیا یہ حسن آگ کے لئے بنایا گیا تھا؟

اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس سے واپس ہوئے تو انہوں نے اس عورت کو مدینہ طیبہ کے تمام گھروں میں تلاش کیا، مگر وہ عورت کہیں نہ ملی اور جب اگلی رات ہوئی تو وہ عورت پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئی، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو حضور ﷺ کے ارشاد سے مطلع فرمایا، وہ عورت حضور ﷺ کا ارشاد سن کر اللہ تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں گر گئی اور اس نے کہا کہ سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے میرے لئے تنگی میں آسانی کی شکل پیدا فرمادی اور میری بد عملی کے لئے توبہ کا راستہ نکال دیا۔ پھر اس عورت نے اس خوشی میں اپنی ایک باندی اور اس کے ساتھ اس کی ایک بچی کو آزاد کر دیا اور اللہ کریم کے حضور بچی توبہ کر لی۔ (کہ وہ آئندہ زنانہ کرے گی)۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ / ص ۳۲۹)

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب بندہ کوئی گناہ کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرتا ہوا کہتا ہے: رَبِّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي (اے اللہ میرے گناہ معاف فرما دے) تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے گناہ کیا مگر اس کو یہ بھی یقین ہے کہ اس کا کوئی رب ہے جو چاہے تو گناہ بخش دے اور چاہے تو گناہ پر پکڑ لے۔ اس کے بعد پھر اس سے گناہ ہو جاتا ہے اور پھر وہ بارگاہِ خداوندی میں عرض کرتا ہے: رَبِّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي (اے میرے رب میرا گناہ معاف فرما دے) تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے گناہ کیا اور وہ اس بات کا بھی یقین رکھتا ہے کہ اس کا کوئی رب ہے، جو گناہ کو بخش بھی سکتا ہے اور گناہ پر مواخذہ بھی کر سکتا ہے، پھر تیسری مرتبہ وہ گناہ کرتا ہے اور اس کے بعد پھر توبہ کرتا ہوا کہتا ہے: رَبِّ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي (اے میرے رب میرا گناہ معاف فرما دے) تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے گناہ کیا لیکن وہ اس بات کا بھی یقین رکھتا ہے کہ کوئی اس کا مالک و پروردگار ہے جو گناہ کو بخش بھی سکتا ہے اور گناہ پر مواخذہ بھی کر سکتا ہے پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اے میرے بندے تو جو چاہے کر بے شک میں نے تیری بخشش کر دی۔ (کنانی جمع الفوائد ج ۳ / ص ۳۳ طبع المدینۃ المنورہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں دو آدمی تھے، جن کی آپس میں بھائی بھائی تھی، ان میں سے ایک گناہ گار تھا اور دوسرا عبادت گزار، عبادت گزار گناہ گار کو ہمیشہ گناہوں پر تنبیہ کرتا رہتا تھا کہ تو گناہوں سے باز آجے۔ یہ سلسلہ چلتا رہا حتیٰ کہ ایک دفعہ عبادت گزار نے پھر ایک گناہ پر اس کو تنبیہ کی کہ تو گناہ سے باز آجاس پر اس گناہ گار نے اس عبادت گزار کو جواب دیا: کیا اللہ نے تجھے مجھ پر نگران مقرر کر رکھا ہے؟ تو مجھے میرے رب پر چھوڑ دے، اس کے جواب میں عبادت گزار نے اس کو کہا کہ اللہ کی قسم اللہ تجھے نہیں بخشے گا۔ یا شاید یہ کہا کہ اللہ تجھے جنت میں داخل نہیں کرے گا، اللہ تعالیٰ نے دونوں کی روحوں کو قبض کر لیا اور مرنے کے بعد دونوں کی رب العالمین کے حضور پیشی ہوئی۔ اللہ رب العزت نے عبادت گزار سے پوچھا کہ کیا تجھے میری ملکیت پر قدرت ہے؟ (یعنی کیا کسی کو جنت یا دوزخ میں داخل کرنا تیرے حکم کے تابع ہے؟) اور گناہ گار سے فرمایا کہ چل تو میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جا، اور دوسرے عبادت گزار کے متعلق حکم فرمایا کہ اس کو جہنم میں لے جاؤ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم اس نے ایک ایسی بات کہہ دی جس نے اس کی دنیا اور آخرت برباد کر ڈالی۔

(رواہ ابو داؤد و کنانی جمع الفوائد ج ۳ / ص ۳۳)

اور ابن جریر نے حضرت ابو الجوزاء رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں

تیرہ سال تک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آتا جاتا رہا، مجھے جب بھی کوئی قرآن مجید میں پوچھنے کی ضرورت پیش آتی تو میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھ لیا کرتا تھا، اور میرا مقصد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پوچھنے کے لئے جایا کرتا تھا۔ چنانچہ میں نے کبھی بھی نہ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اور نہ ہی کسی اور عالم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہو کہ فلاں گناہ کو نہیں بخشوں گا۔ (الدر المنثور ج ۲ / ص ۱۶۹)

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے ایسے انوکھے اور نرالے انداز پر کربے ساختہ یہ کہنے کو جی چاہتا ہے کہ اے میرے مالک :

تیری بے نیازی کا میں شکوہ کر نہیں سکتا
مجھے اپنی ہی محبت میں بے رخی نظر آتی ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے، آپ ﷺ نے ہمیں ارشاد فرمایا کہ اللہ کے حضور استغفار کرو تو ہم نے استغفار کیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ پورا ستر مرتبہ استغفار کرو تو ہم نے ستر مرتبہ استغفار کیا، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا : ”کہ کوئی اللہ کا بندہ مرد ہو یا عورت ایسا نہیں کہ وہ دن میں ستر مرتبہ استغفار کرے مگر یہ کہ اللہ اس کے ساتھ سو گناہ معاف فرما دیتے ہیں، اور نامراد ہو گیا وہ شخص مرد ہو یا عورت جس نے دن میں سات سو سے بھی زیادہ گناہ کر لئے۔“ (تاریخ بغداد ج ۶ / ص ۳۹۲ وأخرجه البيهقي ص ۶۵۲ وأخرجه أبو داؤد في السنن رقم الحديث: ۴۸۵۸)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

(من لزم الاستغفار جعل الله له من كل ضيق مخرجاً ومن كل هم فرجاً ورزقه من حيث لا يحتسب)

یعنی جس شخص نے استغفار کو لازم پکڑ لیا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر تنگی سے فراخی اور ہر غم سے چھٹکارا کی شکل پیدا فرما دیں گے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق عنایت فرمائیں گے جہاں سے اس کو وہم و گمان بھی نہیں ہو گا۔ (رواہ ابو داؤد)

اور امام احمد اور ابن مردویہ نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں : کہ اے میرے بندے! اتنے میری عبادت تو کوئی نہیں کی مگر تو میری رحمت کا امیدوار ہے تو تو جیسا کیسا بھی ہے میں تیرے سارے گناہ اپنے فضل و کرم سے معاف کرتا ہوں۔ اور اے میرے بندے! اگر تو ساری روئے زمین

کے برابر گناہوں کے ساتھ میرے پاس آئے، ہاں البتہ میرے ساتھ شرک نہ کیا ہو تو پھر میں تیرے اس قدر گناہ بھی معاف کر دوں گا۔ (الدر المنثور ج ۴ / ص ۱۷)

اور حضرت ابن ابی شیبہ اور ابن جریر اور بہیقی تینوں حضرات نے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم حضرت انس رضی اللہ عنہ کے پاس تھے اور وہاں ابو قلابہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی کہ جب اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو مردود قرار دے دیا تو اس نے اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگی، تو اللہ تعالیٰ نے اس کو قیامت تک کے لئے مہلت دے دی۔ شیطان مردود نے اللہ تعالیٰ سے کہا: تیری عظمت کی قسم میں ابن آدم کے دل سے نہیں نکلوں گا جب تک کہ اس میں روح ہوگی، تو اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا کہ میری عزت کی قسم میں بھی ابن آدم کے لئے توبہ کا دروازہ بند نہیں کروں گا جب تک اس میں روح ہوگی۔

(الدر المنثور ج ۲ / ص ۱۳۰)

☆ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے لوگو! اپنے رب کے حضور توبہ کرو، میں روزانہ سو مرتبہ توبہ کرتا ہوں۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب ہمہ توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا گناہ محافظ فرشتوں کو بھلا دیتے ہیں اور اس کے اعضاء کو اور زمین کے وہ مقامات جہاں اس نے گناہ کیا سب کو وہ گناہ بھلا دیا جاتا ہے حتیٰ کہ وہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کے گناہوں پر کوئی گواہ نہیں ہوگا۔

(الترغیب ج ۴ / ص ۹۴)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ (بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ سے اس سے بھی زیادہ خوش ہوتے ہیں جتنا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی گم شدہ اونٹنی (جس پر اس کا کھانے پینے کا ساز و سامان ہو) کے مل جانے پر خوش ہوتا ہے، ایسے ہلاکت خیز جنگل و بیابان میں جہاں کہ اس کو شدت پیاس سے اپنے مر جانے کا خوف پیدا ہو جائے۔)

(مسلم شریف حدیث نمبر: ۲۱۰۲)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت حبیب بن حارث رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور آپ سے عرض کیا: انی رجل مقرف، یعنی میں ایک بہت گناہ کرنے والا آدمی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے حبیب اللہ سے توبہ کرو، انہوں نے عرض کیا کہ میں

توبہ بھی کرتا ہوں مگر پھر گناہ ہو جاتا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب تم سے گناہ ہو جائے تو تم توبہ کر لیا کرو، انہوں نے عرض کیا کہ اس طرح تو یا رسول اللہ ﷺ میرے گناہ بہت ہو جائیں گے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے حبیب بن حارث اللہ کی بخشش تیرے گناہوں سے بہت زیادہ ہے۔ (آخر جہ الحاکم و ابو نعیم من طریق نوح بن ذکوان وہو ضعیف کذا فی التکرار)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ انسان جو بھی بات کرتا ہے وہ اس کی تقدیر میں لکھی ہوئی ہے، جب انسان سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں توبہ کی رغبت پیدا ہوتی ہے، چنانچہ وہ کسی علیحدہ جگہ میں مثلاً کسی بلند ٹیلہ پر آتا ہے اور اللہ کے حضور توبہ کے لئے ہاتھ پھیلاتا ہے اور بارگاہ ایزدی میں اس طرح عرض کرتا ہے: (اے اللہ بے شک میں تیرے دربار میں اپنے گناہ کی معافی مانگتا ہوں اور میں پختہ ارادہ کرتا ہوں کہ پھر آئندہ کبھی تیری نافرمانی نہیں کروں گا، تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو معاف فرمادیتے ہیں جب تک کہ وہ دوبارہ اس گناہ کو نہ کرے۔) (آخر جہ الحاکم فی المسند رک ج ۱/ ص ۵۱۶، البیہقی ج ۱۰/ ص ۱۵۴)

اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی رحمت کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں اس شخص کے لئے جو رات کو گناہ کرنے کے بعد دن کو توبہ کر لے، اور اس شخص کے لئے جو دن کو گناہ کرے تو رات کو توبہ کر لے، اور اللہ کی رحمت کے یہ ہاتھ کھلے رہیں گے حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع کرے (کیونکہ اس کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائیگا)۔ (آخر جہ البیہقی فی التصریر ج ۲/ ص ۲۰۴)

اور حضرت ابو واقد اللیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتے تھے جب بھی اللہ کی طرف سے کوئی چیز نازل ہوتی تو حضور ﷺ ہمیں اس کی ترغیب دیتے، چنانچہ ایک دن آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے (ہم نے انسانوں کو مال اس لئے دیا ہے کہ وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور اگر ان آدمیوں کے لئے مال کی دو وادیاں بھی ہوں تو وہ پھر بھی حرص کرے گا کہ ایک تیسری اور ہوتی اور ان آدمی کا پیٹ مٹی کے سوا کسی چیز سے نہیں بھر سکتا۔) یعنی قبر میں جا کر ہی اس کی حرص ختم ہوگی (اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول فرماتے ہیں)۔ (آخر جہ احمد فی مسند ج ۵/ ص ۲۱۸، ۲۱۹)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے عائشہ اگر تجھ سے کوئی گناہ ہو گیا ہے تو اللہ سے توبہ و استغفار کر لے اور گناہوں پر توبہ گناہوں پر ندامت اور استغفار ہے۔ (آخر جہ البخاری و مسلم اثناء حدیث الاکمل)

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مال و اولاد کا بھڑت ہونا یہ تیرے لئے خیر کی چیز نہیں ہے بلکہ تیرے اچھے اعمال بھڑت ہوں یہ تیرے لئے خیر کی چیز ہے۔ اور اپنے رب کی عبادت میں لوگوں کے ساتھ فخر نہ کر بس اتنا یاد رکھ کہ اگر تجھے نیکی کی توفیق ہو جائے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کر اور اس کی حمد و ثنا کر۔ اور اگر تو کوئی برائی کر بیٹھے تو اللہ تعالیٰ سے استغفار کر۔ اور دنیا میں دو آدمیوں کے لئے خیر ہے، ایک وہ آدمی جس سے گناہ ہو گئے اور وہ توبہ و استغفار کے ساتھ اپنے گناہوں کی تلافی کر لے اور دوسرا وہ آدمی جو آخرت کی تیاری میں جلدی کرے۔

(الترغیب والترہیب للاصحابی / ص ۳۳۳)



دوسرا باب

توبہ کے بیان میں

تفسیر تنویر الاذہان ج ۲ / ص ۴۴۰ میں لکھا ہے کہ توبہ ممزولہ صائغ کے ہے، جیسے صائغ میل دور کرتا ہے ایسے ہی توبہ باطنی میل یعنی گناہوں کو دور کرتی ہے۔

عجیب و غریب حکایت ایک آدمی نے حضرت دینوری رحمہ اللہ سے کہا کہ حضرت مجھے بتائیے میں کیا کروں کہ جب بھی میں توبہ کرنے کی نیت سے اپنے مولیٰ کے در پر کھڑا ہوتا ہوں، مصائب اور گناہ مجھے اس دروازہ سے ہٹا دیتے ہیں، تو حضرت نے فرمایا کہ تم اپنے مولیٰ کے ساتھ اس طرح ہو جاؤ جس طرح ننھاچہ اپنی ماں کے ساتھ رہتا ہے کہ اسکی ماں جب بھی اس کو چٹختی ہے وہ روتا چیتا چلاتا اپنی ماں ہی کی جھولی میں گرتا ہے، حتیٰ کہ ماں اس کو سینہ سے لگا لیتی ہے۔

توبہ کر کے اللہ سے یاری لگائیں روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک نوجوان تھا جس

نے بیس (۲۰) سال خوب عبادت کی۔ پھر بیس (۲۰) سال گناہ اور بدماشیاں کیں، ایک دن آنکھیں جو دیکھا تو ڈاڑھی کے چند بال سفید نظر آئے، کھڑے کھڑے گھبرا اٹھا کہ ہائے اب تو زندگی کی شام ہو رہی ہے اسی وقت کہنے لگا: ”یا الہی میں نے بیس سال تیری عبادت کی پھر بیس سال تیری نافرمانی کی۔ اگر اب میں تیری طرف رجوع کروں تو کیا تو مجھے قبول کر لے گا؟ تو گھر کے پیچھے سے اس کو غیب سے آواز سنائی دی، اے بندہ! تو نے ہمیں اپنایا۔ ہم نے تجھے اپنایا۔ تو نے ہمیں چھوڑ دیا۔ ہم نے بھی تجھے چھوڑ دیا۔ تو نے ہماری نافرمانی کی ہم نے تجھے مہلت دی، اب بھی اگر تم ہماری طرف رجوع کرو تو تو ہم تجھے قبول کر لیں گے۔“ چنانچہ سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۲۲ میں ہے (بے شک اللہ توبہ اور پاکی اختیار کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے) (تنویر الاذہان ج ۲ / ص ۶۸) (بس توبہ کیجئے اور اللہ سے یاری لگائیے)

باب التوبۃ (توبہ کا دروازہ)

(فصل) عقبۃ التوبۃ (توبہ کی گھاٹی)

امام غزالی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب منہاج العابدین میں ”باب التوبۃ“ کا عنوان قائم کر کے اس کے تحت فرمایا ہے کہ اے عبادت کے طلب گار! اللہ تجھے عبادت کی توفیق بخشے، تو توبہ کو لازم پکڑ لے اور یہ دو وجہ سے ضروری ہے۔

ایک تو اس لئے تاکہ توبہ کے باعث اطاعت و عبادت کی توفیق نصیب ہو، کیونکہ گناہوں کی نحوست بندے کو طاعت و عبادات بجالانے سے محروم کر دیتی ہے اور اس پر ذلت و رسوائی مسلط کر دیتی ہے۔ یقین جانو کہ گناہ ایک ایسی زنجیر ہے جو بندے کو طاعات و نیکی کی طرف چلنے سے روک دیتی ہے اور گناہوں کے ہوتے ہوئے نیکیوں میں جلدی نہیں ہو سکتی کیونکہ گناہوں کا بوجھ نیکیوں میں آسانی پیدا نہیں ہونے دیتا اور نہ ہی طاعات میں نشاط و خوشی پیدا ہونے دیتا ہے۔ اور گناہوں پر اصرار کرنا اور گناہوں پر اڑے رہنا دل کو سیاہ کر دیتا ہے۔ اس طرح انسان قساوت قلبی اور گناہوں کی تاریکی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ نہ اس میں خلوص پیدا ہو سکتا ہے اور نہ ہی دل کا تزکیہ اور نہ ہی عبادت میں لذت و حلاوت پیدا ہو سکتی ہے۔ جو شخص گناہوں سے تائب نہیں ہوگا اگر خدا کا فضل اس کے شامل حال نہ ہو تو رفتہ رفتہ یہ گناہ اسے کفر تک پہنچا دیں گے، تو ایسے شخص پر تعجب ہے کہ اس نحوست و قساوت کے ہوتے ہوئے اسے طاعات کی توفیق کس طرح مل سکتی ہے؟ اور گناہوں پر اڑنے والا شخص طاعات خداوندی کا دعویٰ کیسے کر سکتا ہے؟ اس طرح جو شخص گناہوں کی گندگی اور پالیدگی سے آلودہ ہو وہ اللہ تعالیٰ کی مناجات کا قرب کیسے حاصل کر سکتا ہے؟ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ((إذا كذب العبد تخفى عنه الملكان من نتن ما يخرج من فيه))

ترجمہ: (جب انسان جھوٹ بولتا ہے تو دونوں کراما کا تبین فرشتے جھوٹ کی بدبو کی وجہ سے اس سے علیحدہ ہو جاتے ہیں) اور جھوٹ و غیبت کے ہوتے ہوئے زبان ذکرِ الہی کے لائق کیسے ہو سکتی ہے؟ اس لئے گناہوں پر اصرار کرنے والے آدمی کو نیک کام کی توفیق ملنا بہت مشکل ہے اور نہ ہی عبادت کرتے وقت ایسے شخص کے اعضاء میں چستی اور سکون پیدا ہو سکتا ہے، ایسا شخص اگر کچھ ٹوٹی پھوٹی عبادت کرے گا تو وہ بھی مشقت کے ساتھ۔

پھر ایسی عبادت میں لذت و صفائی وغیرہ کچھ نہ ہوگی، یہ سب گناہوں کی نحوست اور ترک

توبہ کے سبب ہو گا۔ اس شخص نے سچ فرمایا ہے جس نے کہا ہے کہ اگر تورات کو نماز تہجد پڑھنے کی اور دن کو روزہ رکھنے کی قوت نہیں رکھتا تو سمجھ لے کہ تو منحوس ہو چکا ہے اور معاصی کی نحوست تجھ پر مسلط ہو چکی ہے۔

توبہ کے ضروری ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ بغیر توبہ کے عبادت قبول نہیں ہوتی جس طرح قرض خواہ کا قرض ادا کرنے سے پہلے اس کے سامنے ہدیے اور تحفے کوئی اہمیت نہیں رکھتے اور نہ وہ انہیں قبول کرتا ہے، اسی طرح پہلے گناہوں سے توبہ لازم ہے، اس کے بعد عام عبادات نافلہ۔ اسی طرح جب فرائض کسی کے ذمے لازم ہوں تو اس کے نوافل وغیرہ کیسے قبول ہو سکتے ہیں، یوں ہی اگر کوئی شخص حرام و ممنوع کام کو ترک نہ کرے مگر مباح و حلال اشیاء میں پرہیز و احتیاط کرے تو اس کا ایسا پرہیز کیا وقعت رکھ سکتا ہے اور وہ شخص خدا تعالیٰ سے مناجات اس کی درگاہ میں پسندیدہ اور اس کی شاکر کرنے کے لائق کیسے ہو سکتا ہے جس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہو، گناہوں پر اصرار کرنے والوں کا اکثر یہی حال ہے۔

سوال اور اگر کوئی سوال کرے کہ توبۃ النصوح کے کیا معنی ہیں، اس کی تعریف کیا ہے اور بندے کو کیا کرنا چاہئے جس سے اس کے تمام گناہ معاف ہو جائیں؟
جواب اس کا جواب یہ ہے کہ دل کے کاموں میں سے ایک کام توبہ ہے اور عام علماء نے اس کی تعریف یوں کی ہے:

تنزیہ القلب عن الذنب یعنی دل کو گناہوں سے پاک کرنا۔ اور ہمارے شیخ رحمہ اللہ نے یہ تعریف کی ہے (آئندہ کے لئے ایسے گناہ کو ترک کر دینے کا قصد کرنا جس درجے کا پہلے گناہ کر چکا ہو اور یہ ترک محض اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی ناراضگی کے ڈر کے باعث ہو۔) شیخ کی تعریف کے مطابق توبہ کی چار قسمیں ہیں:

① گناہ ترک کر دینے کا ارادہ، اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے دل کو اس بات پر پختہ اور مضبوط کر لے کہ آئندہ کبھی گناہوں کی طرف رجوع نہیں کروں گا۔ لیکن اگر کوئی شخص بالفعل گناہ چھوڑ دے مگر دل میں خیال ہو کہ پھر کبھی کروں گا۔ یا ابتداء سے گناہ چھوڑنے کا ارادہ ہی متردد ہو تو ایسا شخص بعض اوقات پھر گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے ایسا شخص اگرچہ وقتی طور پر گناہوں سے رک جاتا ہے مگر اسے تاب نہیں کہا جاسکتا۔

② دوسری شرط یہ ہے کہ جس گناہ سے توبہ کر رہا ہو اس مرتبے کا گناہ پہلے کہیں اس سے صادر ہو چکا ہو، کیونکہ اگر پہلے اس سے ایسا گناہ صادر نہیں ہوا بلکہ صرف آئندہ کے لئے اس سے بچنا

ہے تو ایسے شخص کو تائب نہیں کہیں گے بلکہ متقی کہیں گے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ نبی کریم ﷺ کو کفر سے بچنے والا تو کہہ سکتے ہیں مگر کفر سے توبہ کرنے والا نہیں کہہ سکتے، کیونکہ کفر تو معاذ اللہ کبھی بھی آپ ﷺ سے صادر نہیں ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کفر سے تائب کہیں گے، کیونکہ حضرت عمر پہلے حالت کفر میں رہ چکے تھے۔

③ تیسری شرط یہ ہے کہ وہ گناہ جن کو وہ ترک کرنے کا ارادہ کر رہا ہے رتبہ میں کسی ایسے پہلے گناہ کی طرح ہو جو اس سے صادر ہو چکا ہے، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جس پرانے بوڑھے نے جوانی کے زمانہ میں زنا یا ڈاکہ زنی کا ارتکاب کیا ہو وہ اب بڑھاپے میں توبہ تو کر سکتا ہے کیونکہ توبہ کا دروازہ بند نہیں ہے، مگر اب اسے زنا یا ڈاکہ زنی کے ترک کا اختیار نہیں کیونکہ اب وہ عملی طور پر یہ گناہ نہیں کر سکتا، تو چونکہ وہ اب زنا یا ڈاکہ زنی پر قادر نہیں اس لئے یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ اپنے اختیار سے انہیں چھوڑ رہا ہے یا ان سے رک رہا ہے۔ کیونکہ اب وہ عاجز ہو چکا ہے اور اسے اب ان پر قدرت نہیں رہی مگر وہ اس وقت بھی گناہ یا ڈاکہ زنی جیسے دوسرے حرام و ممنوع افعال پر قادر ہے، جیسے جھوٹ بولنا، کسی پر زنا کی تمت لگانا، کسی کی غیبت یا چغلی کرنا وغیرہ امور کہ یہ سب گناہ درجہ میں زنا اور ڈاکہ زنی کے برابر ہیں اگرچہ ہر ایک میں اپنی اپنی نوعیت کے اعتبار سے فرق ہے، لیکن یہ تمام گناہ ایک ہی رتبہ کے شمار ہوتے ہیں، مگر یہ گناہ بدعت کی پیروی سے کم ہیں اور بدعت کی پیروی کفر سے کم ہے۔ لہذا اس پرانے بوڑھے کی زنا یا ڈاکہ زنی سے توبہ صورت صحیح ہوگی کیونکہ اس درجہ کے گناہوں پر وہ اب بھی قادر ہے جن کو وہ آئندہ نہ کرنے کا عزم کر رہا ہے۔

④ چوتھی شرط یہ ہے کہ گناہوں سے توبہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لئے اور اس کے دردناک عذاب سے ڈر کر ہو، کسی دنیوی غرض یا لوگوں سے ڈر کر یا طلب ثواب کے لئے یا اپنی مشہوری یا جسمانی لاغری کی وجہ سے یا محتاجی اور کسی رکاوٹ کی وجہ سے نہ ہو۔ جب توبہ کے یہ ارکان و شرائط پائے جائیں گے تو توبہ مکمل طور پر ہوگی اور اسے توبہ صادقہ یعنی سچی توبہ کہا جائے گا۔

توبہ کے مقدمات تین امر ہیں، یعنی جن چیزوں کا توبہ سے پہلے ہونا ضروری ہے وہ یہ ہیں :

- ① پہلے گناہوں کو نہایت قبیح افعال تصور کرے۔
- ② یہ کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی شدت اور اس کے غضب کی سختی کو دل میں حاضر کرے۔
- ③ یہ کہ اپنے گناہ کے بارے میں اپنی بے حیائی کو محسوس کرے اور اس کا اعتراف کرے۔

کیونکہ جو شخص سورج کی تیز دھوپ، چوکیدار کے تھپڑ اور چیونٹی کے ڈنگ کو برداشت نہیں کر سکتا وہ دوزخ کی شدید گرمی، جہنم کے فرشتے کی مار، اور انتہائی زہریلے سانپوں کے ڈنگ کیسے برداشت کر سکتا ہے۔ دوزخ میں پھونچ جتنے بڑے اور وہاں کے سانپ اونٹ کی گردن جتنے موٹے ہوں گے اور یہ سانپ اور پھونچو وغیرہ دوزخ کی آگ کے ہوں گے، اس وقت وہ غضب اور غصے کے مکان میں رکھے ہوئے ہیں، ہم بار بار خدا کے غضب اور عذاب سے پناہ مانگتے ہیں۔ (اے اللہ ہمیں معاف کر دے) آمین یا رب العالمین۔

تم اگر ان دہشت ناک امور کو یاد رکھو گے اور ہر دن رات میں کسی وقت ان کی یاد تازہ کرتے رہو گے تو ضرور تمہیں گناہوں سے خالص توبہ نصیب ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنے فضل سے توبہ کی توفیق دے۔ ❀ (ان شرائط کے صرف پڑھ لینے پر ہی اکتفاء نہ کریں بلکہ ان کو بار بار پڑھ کر ذہن میں بٹھا کر عمل کریں، کتاب کو پڑھنا یا سننا مقصد نہیں ہو تا بلکہ اصل مقصد عمل ہوتا ہے (مؤلف) **سوال** اگر کوئی شخص یہ کہے کہ نبی کریم ﷺ نے تو توبہ کے متعلق صرف یہ فرمایا ہے کہ ”الندم توبہ“ یعنی گناہوں پر پشیمان ہونے کا نام توبہ ہے اور توبہ کے ارکان و شرائط جو تم نے بیان کئے ہیں ان کا حضور ﷺ نے تو کوئی ذکر نہیں فرمایا۔

جواب اس کا جواب یہ ہے کہ صرف ندامت کو توبہ نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ گناہوں پر پشیمانی بندہ کے اختیار و قدرت میں نہیں، تم اس چیز کو محسوس کرتے ہو کہ بعض اوقات بندہ ایک کام پر نادم و پشیمان ہو رہا ہو تا ہے حالانکہ دل سے وہ اس ندامت و پشیمانی کو پسند نہیں کر رہا ہوتا، تو معلوم ہوا کہ ندامت و پشیمانی بندہ کے اختیار میں نہیں اور توبہ تو اختیاری چیز ہے، اسی لئے توبہ کا حکم دیا گیا ہے۔ تو اس تشریح سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ ندامت و پشیمانی یقیناً عین توبہ نہیں، اس لئے مذکورہ حدیث کے وہ معنی نہیں جو ظاہر اسمجھ میں آتے ہیں بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و ہیبت کا تصور کر کے اور اس کے دردناک عذاب کے خوف سے جو ندامت اور پشیمانی بندہ کے دل میں پیدا ہوتی ہے وہ بندے کو خالص توبہ کرنے پر ابھارتی ہے اور ایسی ندامت و پشیمانی صحیح تائبین کا حال اور ان کی صفت ہے، کیونکہ بندہ جب مندرجہ بالا توبہ کے مقدمات کو بار بار خیال میں لائے گا تو اسے اپنے گناہوں پر ندامت محسوس ہوگی اور یہی ندامت اس کو ترکِ معاصی پر ابھارے گی۔ اور ایسی ندامت آئندہ کے لئے بھی تائب کے دل میں قائم رہے گی۔ اور خداوند تعالیٰ کے دربار میں عاجزی اور آزاری پر ابھارے گی، تو چونکہ ایسی ندامت توبہ کا سبب اور تائب کی صفات میں سے ہے اس لئے حضور ﷺ نے ایسی ندامت کو توبہ فرمادیا اس معنی کو اچھی طرح سمجھ لو، اللہ تعالیٰ تمہیں سمجھنے کی توفیق دے۔

سوال اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انسان ایسا ہو جائے کہ اس سے کوئی صغیرہ کبیرہ گناہ صادر ہی نہ ہو؟ حالانکہ انبیاء علیہم السلام جو تمام مخلوقات سے قطعی طور پر اشرف و اعلیٰ تھے، ان کے متعلق بھی اہل علم میں اختلاف ہے کہ وہ اس مرتبہ پر پہنچے یا نہیں۔

جواب اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے درجہ کو پہنچ جانا کہ کوئی صغیرہ و کبیرہ گناہ صادر نہ ہو ممکن ہے محال نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق جس کے شامل حال ہو جائے اس کے لئے آسان ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے، پھر یہ بھی توبہ کے شرائط میں سے ہے کہ قصداً گناہ صادر نہ ہو، ہاں اگر بھول چوک سے کوئی غلطی ہو جائے خدا تعالیٰ رؤف و رحیم اسے معاف کر دے گا اور جسے خدا کی توفیق حاصل ہو گئی وہ گناہوں سے با آسانی محفوظ رہ سکتا ہے۔

اس کا جواب بھی سن لو

اگر تم توبہ کرنے کا یہ بہانہ کرو کہ ہمیں اپنے نفس پر اعتماد نہیں شاید توبہ کے بعد گناہوں سے باز رہے یا نہ رہے اور شاید ہم توبہ پر ثبات و مضبوط رہیں یا نہ رہیں اس لئے توبہ کرنے سے کیا فائدہ؟

تو اس تاویل کا جواب سن لو! کہ ایسا خیال شیطان کا سر اسر دھوکا اور فریب ہے، کیونکہ تمہیں کیسے معلوم ہے کہ توبہ کے بعد ضرور تم سے گناہ ہو جائے گا، ہو سکتا ہے کہ توبہ کے بعد متصل ہی تم پر موت آجائے اور گناہ کرنے کا موقع نہ ملے۔ باقی یہ وہم کہ شاید گناہ ہو جائے تو ایسے وہم کا کوئی اعتبار نہیں، تم پر صرف یہ لازم ہے کہ توبہ کے وقت آئندہ گناہ ترک کر دینے کا ارادہ پکا اور سچا ہو، باقی اس ارادے پر تمہیں استقامت دینا خدا کا کام ہے۔ پس اگر اس ارادے پر تم خدا کے فضل سے قائم رہے تو یہی مقصود ہے اور اگر خدا نخواستہ تم اس ارادے پر قائم نہ رہے تو بھی تمہارے گزشتہ گناہ تو معاف ہو گئے، گزشتہ گناہوں کے عذاب سے تو تمہیں خلاصی مل گئی اور گزشتہ گناہوں کی آلودگی سے تم پاک ہو گئے۔ توبہ کے بعد اگر کوئی گناہ ہو گیا تو بس وہی تمہارے ذمہ ہے، تو سابقہ گناہوں کا معاف ہو جانا کیا کوئی کم نفع ہے؟ اس لئے صرف دوسو سے توبہ کرنے سے نہ رکو کہ شاید پھر گناہ ہو جائے، کیونکہ حاصل توبہ کرنے سے تمہیں دو بڑے فائدوں میں سے ایک فائدہ تو یقیناً ہو گا کہ یا تو ہمیشہ کے لئے توبۃ النصوح میسر آجائے گی یا سابقہ گناہ معاف ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ ہی توفیق و ہدایت کا مالک ہے۔ گناہوں سے خلاصی کے متعلق یہ بھی یاد رکھو کہ گناہوں کی نوعیت مختلف ہے کیونکہ گناہ

تین قسم کے ہیں :

① ایک یہ کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے فرض کردہ احکام کو ادا نہ کیا ہو اور ان کی ادائیگی تمہارے ذمہ ہو، جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور کفارہ وغیرہ، تو یہ محض زبانی توبہ سے معاف نہیں ہوں گے بلکہ حتیٰ الامکان ان کی قضا لازم ہے۔

② دوسری قسم کے وہ گناہ جن کی اب قضا تو نہیں ہو سکتی مگر ہوں وہ بھی تمہارے اور خدا کے درمیان، جیسے کہیں شراب نوشی کی ہو یا رگ رنگ کی محفل سجائی ہو یا سود کھایا ہو تو اس قسم کے گناہوں کی معافی کی صورت یہ ہے کہ گزشتہ گناہوں پر ندامت و پشیمانی کی جائے اور آئندہ کے لئے ترک کر دینے کا پختہ ارادہ کر لیا جائے۔

③ تیسری قسم کے وہ گناہ ہیں جو تمہارے اور مخلوق کے درمیان ہیں، تمام گناہوں سے زیادہ سنگین گناہ یہ تیسری قسم کے گناہ ہیں، ان کی نوعیت مختلف ہوتی ہے بعض کسی کے مال سے تعلق رکھتے ہیں اور بعض کسی کی ذات سے، اسی طرح بعض وہ ہوتے ہیں جن کا تعلق کسی کی عزت و حرمت سے ہوتا ہے اور بعض وہ ہوتے ہیں جو کسی کو دینی طور پر نقصان پہنچایا ہوتا ہے۔

☆ تو جن کا تعلق مال سے ہے ان کے متعلق ضروری ہے کہ اگر ہو سکے تو وہ مال واپس کر دیا جائے، اگر غربت اور افلاس کے باعث واپس کرنے سے معذور ہے تو صاحب مال سے جائز و حلال کروا لے اور اگر صاحب مال مر چکا ہے یا وہاں موجود نہیں تو مال کی مقدار کے مطابق کوئی چیز صدقہ کر دے اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو اعمال صالحہ کی کثرت کرے اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں گریہ و زاری کرے تاکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس صاحب مال کو راضی کر دے۔

☆ اور وہ گناہ جن کا تعلق کسی کی جان سے یا ذات سے ہو جیسے کہ کسی کو قتل کیا ہو، تو اس کے لئے قصاص دینا لازم ہے یا مقتول کے وارثوں سے معاف کروانا ضروری ہے اور اگر وارث موجود نہیں تو اللہ تعالیٰ کے دربار میں گریہ و زاری ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی معافی مانگنا لازم ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اس مقتول کو تم سے راضی کر دے۔

☆ اور اگر کسی کی عزت و آبرو سے متعلق یہ گناہ ہے کسی کی غیبت کی یا کسی پر بہتان لگایا کسی کو گالیاں دیں تو اس قسم کے گناہ کی معافی کی صورت یہ ہے کہ اس کے سامنے اپنے آپ کو جھوٹا کہا جائے اور اپنی زیادتی اور خطا کا اعتراف کیا جائے اور یہ خطرہ ہو کہ اس کے سامنے جائے اعتراف گناہ کے مزید زیادتی اور تعدی ہو جائے کی گوردستی و صلح کی بجائے مزید فتنہ پیدا ہو جائے گا تو اس صورت میں بھی معافی کے لئے اللہ تعالیٰ کے دربار میں ہی گریہ و زاری کرے تاکہ معافی ہو جائے۔

☆ اور اگر کسی کی آبرو سے متعلق گناہ ہو کہ کسی کے اہل و عیال سے خیانت کی جائے یا کوئی اور

حرکت بد کی جائے، تو ایسے گناہ کو نہ تو اس کے سامنے ظاہر کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی بخشوایا جاسکتا ہے، تو اس کی معافی کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کے دربار میں ہی گریہ وزاری کرنی چاہئے۔ ہاں اگر تفتہ کا خوف ہو، اگرچہ یہ نادر ہے تو اس کے سامنے ظاہر کر کے معاف کرایا جائے۔

✽ لیکن وہ گناہ جن کا تعلق کسی کے دین سے ہو کہ کسی کو کفر یا بدعتی یا گمراہ کہا جائے تو یہ بھی سخت گناہ ہے، ایسے گناہوں کی معافی بھی اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ اس کے سامنے اپنی خطا اور غلطی کا اعتراف کیا جائے اور اگر وہ موجود نہ ہو تو دربار الہی میں گڑ گڑائے اور توبہ واستغفار کرے اور اپنے آپ پر ملامت کرے تاکہ روز قیامت اللہ تعالیٰ اس شخص کو راضی کر دے۔

✽ خلاصہ یہ ہے کہ اگر تم نے کسی کو تکلیف دی ہے اور اس کو راضی کرنا ناممکن بھی نہ ہو تو اس کو حتی الامکان راضی کرو، ورنہ معافی اور بخشش کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو، اس کے دربار میں گریہ وزاری کرو اور صدقہ و خیرات دو، تاکہ روز قیامت اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان رضا مندی کرا دے، اس لئے کہ اللہ کے فضل و کرم سے یہ امید ہے کہ وہ تمہاری سچی گریہ وزاری دیکھ کر تمہارے مخالف کو اپنے خزانے سے عطا کر کے تمہاری طرف سے راضی کر دے۔

توبہ کے ارکان و شرائط جو ہم نے بیان کئے ہیں جب تم ان پر پوری طرح عمل پیرا ہو جاؤ گے اور آئندہ کے لئے اپنے دل کو ہر قسم کے گناہوں سے پاک رکھنے کا عہد کر لو گے تو تمہارے گزشتہ گناہ معاف ہو جائیں گے، اب آئندہ اگر اس عہد پر تو تم قائم رہے مگر گزشتہ قضائیں ادا نہ کر سکے یا ناراض لوگوں کو راضی نہ کر سکے، تو یہ سابقہ گناہ ہی تمہارے ذمہ رہے، باقی تمام بخش دیئے جائیں گے۔

اور اس باب التوبہ کی شرح بہت طویل ہے، جس کی گنجائش یہ مختصر کتاب نہیں رکھتی، اگر اس کی زیادہ شرح مطلوب ہو تو کتاب احیاء العلوم کے باب التوبہ یا القربة الى اللہ یا کتاب الغایۃ القصویٰ کا مطالعہ کرو، یہاں صرف اس قدر بیان کیا ہے جس کی اشد ضرورت تھی اور اللہ ہی تو فیض دینے والے ہیں۔



توبہ کی گھاٹی

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: پھر تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ توبہ کی گھاٹی بہت سخت گھاٹی ہے، اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے، جو استاذ ابو اسحاق اسفرائینی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، استاذ موصوف باعمل اور راسخ فی العلم علماء میں سے تھے، آپ فرماتے ہیں: ”میں نے تیس برس اللہ تعالیٰ سے توبۃ النصوح نصیب ہونے کی التجا کی، تیس برس کے بعد اپنے دل میں تعجب ہوا اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا، اے پروردگار! مجھے تیس برس ہوئے ہیں تجھ سے صرف ایک حاجت کی التجا کر رہا ہوں لیکن تو نے اب تک وہ بھی پوری نہ کی۔ جب میں سویا تو خواب میں ایک شخص کو دیکھا جو مجھے کہہ رہا تھا ”تو اپنی تیس سالہ دعا پر تعجب کرتا ہے، تجھے یہ معلوم نہیں کہ تو کتنی بڑی چیز کا مطالبہ کر رہا ہے؟ تو اس چیز کا مطالبہ کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے اپنا دوست بنالے، کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا؟ ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾ (سورہ البقرہ: ۲۲۲) ترجمہ..... (بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں اور ستھرا رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔) تو کیا تو توبہ کو کوئی معمولی چیز خیال کرتا ہے؟

اے غافل مسلمانو! ذرا ان ائمہ دین کے حالات پر تو نظر کرو کہ توبہ کے لئے کتنا اہتمام کرتے تھے اور اصلاحِ قلوب کے لئے کس طرح مسلسل تنگ و دو میں لگے رہتے ہیں اور توشہ آخرت تیار کرنے کی خاطر کس طرح جانفشانی سے مصروف رہتے تھے۔

توبہ میں تاخیر کرنا سخت نقصان دہ ہے، کیونکہ گناہ سے ابداء قساوت قلبی پیدا ہوتی ہے، یعنی دل سخت ہو جاتا ہے پھر رفتہ رفتہ انسان کفر و گمراہی کے پھانک تک جا پہنچتا ہے، کیا تمہیں ابلیس اور بلعم باعور کا واقعہ یاد نہیں؟ ان سے ابتدا میں ایک ہی گناہ صادر ہوا تھا، مگر وہ بعد میں کفر و گمراہی تک پہنچ گئے اور ہمیشہ کے لئے تباہ حال لوگوں میں شامل ہو گئے۔ اس لئے توبہ کے بارے میں تم پر بیداری و کوشش لازم ہے، اگر تم جلد توبہ کرو گے تو امید ہے کہ عنقریب گناہوں پر اصرار کرنے کے مرض کا تمہارے دل سے قلع قمع ہو جائے اور گناہوں کی نحوست کا بوجھ تمہاری گردن سے اتر جائے۔ اور گناہوں کی وجہ سے جو قساوت قلبی پیدا ہوتی ہے اس سے ہر گز بے خوف نہ ہو بلکہ ہر وقت اپنے دل پر نگاہ رکھو کیونکہ بعض صالحین نے فرمایا ہے: ”بے شک گناہ کو کرنے سے دل سیاہ ہو جاتا ہے اور دل کی

سیاہی کی علامت یہ ہوتی ہے کہ: ① گناہوں سے گھبراہٹ نہیں ہوتی، ② طاعت کے لئے موقع نہیں ملتا، ③ نصیحت سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ اے عزیز کسی گناہ کو معمولی نہ خیال کر اور کبیرہ گناہوں پر اصرار کرنے کے باوجود اپنے آپ کو تائب گمان نہ کر۔

حضرت کھمبس بن الحسین سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ”مجھ سے ایک گناہ سرزد ہو گیا تو میں اس پر چالیس برس روتا رہا“ لوگوں نے پوچھا اے عبد اللہ! وہ کون سا گناہ تھا؟ تو آپ نے فرمایا: ایک دفعہ میل ایک دوست ملاقات کو آیا، تو میں نے اس کے لئے مچھلی پکائی، جب وہ کھانا کھا چکا تو میں نے اٹھ کر اپنے پڑوسی کی دیوار سے مٹی لے کر اپنے مہمان کے ہاتھ دھلائے۔ (اس یہ گناہ سرزد ہوا اور چالیس برس تک روتا رہا)

پس اے لوگو! نفس کو گناہ پر ٹوکتے رہو، اس کا محاسبہ کرتے رہو اور توبہ کرنے میں سستی اور تاخیر نہ کرو، کیونکہ موت کا وقت معلوم نہیں اور دنیا دھوکے اور فریب میں ڈال رہی ہے اور نفس و شیطان دو خطرناک دشمن تمہیں گمراہ کرنے کی تاک میں ہیں، اس لئے ہر وقت دربارِ ایزدی میں تضرع آہ و زاری کرتے رہو۔

اور اپنے والد ماجد حضرت آدم علیہ السلام کا حال اکثر اوقات ذہن میں دہراتے رہو، جن کو رب تعالیٰ نے خود اپنے دستِ قدرت سے پیدا فرمایا اور ان میں اپنی روح پھونکی اور پھر فرشتے انہیں اٹھا کر جنت میں لے گئے، آپ سے صرف ایک لغزش سرزد ہوئی تو اپنے مقامِ عالی سے گر گئے۔

یہاں تک ایک روایت میں ہے کہ لغزش کے بعد اللہ تعالیٰ نے پوچھا: ”اے آدم! میں تیرا کیسا پڑوسی تھا، حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا، بہت اچھا پڑوسی تھا، تو اللہ نے فرمایا میرے پڑوس سے دور ہو جا اور میری عطا کردہ عزت کا تاج سر سے اتار دے، کیونکہ میری نافرمانی کرنے والا میرے پڑوس میں رہنے کا اہل نہیں۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ آدم علیہ السلام دو سو برس تک لغزش پر روتے رہے، تب جا کر اللہ تعالیٰ نے آپ کی توبہ قبول فرمائی اور لغزش کو معاف کر دیا۔

☆ یہ اس کامل ہستی کا حال ہے جو اللہ کا نبی اور اس کا دوست تھا، تو ہم عام لوگوں کا کیا حال ہو گا جو بے شمار گناہوں کا ارتکاب کر چکے ہیں۔ (اور ہر جگہ سائنڈ کی طرح منہ مارتے پھرتے ہیں) دو سو برس تک وہ اخلاص کا پیکر رویا جو واقعی تائب ہو چکا تھا اور وہ واقعی اللہ تعالیٰ کی طرف کامل رجوع کرنے والا تھا۔ لہذا گناہوں پر اصرار کرنے والے غافل شخص کو کس قدر زیادہ گریہ و زاری کی ضرورت ہوگی؟ ایک شاعر نے اسی چیز کو کہتے اچھے انداز میں ادا کیا ہے شعر:

یخاف علی نفسہ من یتوب فکیف تری حال من لا یتوب

ترجمہ : (وہ ڈر رہے ہیں جو ہر وقت توبہ واستغفار میں مصروف رہتے ہیں، تو ان کا کیا حال ہو گا جو سرے سے توبہ ہی سے غافل ہیں۔)

مندہ عرض کرتا ہے کہ یہی حال حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے حضرت داؤد علیہ السلام کا تھا کہ ایک ہی آزمائش پر عرصہ دراز تک روتے رہے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کی آزمائش یہ تھی کہ ایک دفعہ غیر محرم پر نظر پڑ گئی تھی۔ جیسا کہ امام قرطبی نے ج ۱۵ / ص ۱۲۲ میں سورت ص آیت نمبر ۲۴، ۲۵ کی تفسیر میں یہی نقل کیا ہے، آیت کا مطلب یہ ہے کہ اس نے استغفار کیا اپنے رب سے سجدہ میں گر کر اور پوری توجہ کی، تو ہم نے اس کو بخش دیا کیونکہ ہمارے ہاں ان کا ایک مقام اور بہترین ٹھکانہ تھا۔

ایک روایت میں ہے کہ داؤد علیہ السلام چالیس دن سجدہ میں پڑے روتے رہے حتیٰ کہ ان کے آنسوؤں سے گھاس اگ آیا، سوائے فرض نماز کے سجدہ سے سر نہ اٹھایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع روایت ہے کہ داؤد علیہ السلام چالیس دن سجدہ میں رہے حتیٰ کہ ان کے آنسوؤں سے گھاس اگ کر سر کے اوپر تک اگیا اور زمین نے ان کی پیشانی سے کچھ حصہ کھالیا اور وہ اپنے سجدہ میں یہ دعا کرتے رہے : ”اے رب! داؤد نے ایک ایسی خطا کی جس کی وجہ سے مشرق و مغرب کی سی دوری ہو گئی، اے رب! اگر تو داؤد کی کمزوری پر رحم نہ کرے گا اور اس کے گناہ کو معاف نہ کرے گا تو لوگوں میں اس کے گناہ کا چرچا ہو جائے گا جو بعد تک باقی رہے گا، تو چالیس دن بعد جبرائیل علیہ السلام نے آواز دی، اے داؤد! تیرے گناہ کو اللہ نے بخش دیا۔

امام قرطبی رحمہ اللہ نے آگے چل کر یہ لکھا ہے کہ حضرت حسن وغیرہ نے کہا ہے کہ اس خطا کے بعد وہ صرف خطاکاروں سے مجلس کرتے اور فرماتے : داؤد خطاکار کے پاس آؤ۔ جب پانی پیتے تو آنسو اس میں شامل ہو جاتے، جو کی خشک روٹی پیالہ میں ڈالتے تو روتے رہتے حتیٰ کہ ان کے آنسوؤں سے وہ تر ہو جاتی، پھر اس پر مٹی اور نمک ڈال کر کھاتے اور کہتے یہ خطاکاروں کا کھانا ہے، اس خطا سے قبل یہ حالت تھی کہ آدھی رات کو اٹھ کر عبادت کرتے اور ایک دن چھوڑ کر روزہ رکھتے، خطا کے بعد ساری رات عبادت کرتے اور روزانہ روزہ رکھتے۔ (انتہی ماقالہ القرطبی)

صرف ایک لغزش پر یہ اس کا حال ہے جسکے متعلق حق تعالیٰ نے فرمایا : ﴿وَإِنْ لَّمْ يَعْنِدْنَا لَوْلٰفِيْ وَحْشَنَ مَّآبٍ﴾ (سورۃ ص : ۴۰) (ترجمہ : کہ ہمارے ہاں ان کا ایک مقام اور بہترین ٹھکانہ تھا) تو اس شخص کا کیا حال ہو گا جس کے گناہ پہاڑوں جیسے اور بے حد و حساب ہیں اور وہ

توبہ کی طرف آتا ہی نہیں اور اعمالِ مذمومہ سے سیراب ہی نہیں ہوتا، بس ہم پر لازم ہے کہ قیامت سے قبل اپنا محاسبہ کر لیں۔

اس کے بعد امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں :-

✽ اور خدا نخواستہ توبہ کرنے کے بعد اگر توبہ توڑ ڈالو اور پھر گناہ شروع کر دو تو جلد از جلد پھر توبہ کی طرف لوٹو اور نفس کو توبہ پر راغب کرنے کے لئے یہ کہو: ”اے نفس! اب دوبارہ خلوص سے توبہ کر لے، شاید یہ تیری آخری توبہ ہو اور اس کے بعد اگر کتابِ گناہ کے بغیر ہی مر جائے۔“ اسی طرح گناہ کے بعد توبہ کرتے رہو۔ اور جس طرح تم نے گناہ کرنا دستور بنا لیا ہے اسی طرح گناہ کے بعد توبہ کو بھی پیشہ بنا لو اور دھوکہ میں آکر توبہ سے ہرگز نہ رکو، کیونکہ توبہ کرنا نیک ہونے کی علامت ہے، کیا تم نے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نہیں سنا؟ آپ فرماتے ہیں: (خیار کم کل مفتن ثواب)۔

(یعنی تم میں سے بہتر وہ شخص ہے جس سے اگر گناہ صادر ہوں تو بعد میں فوراً توبہ کر لے اور خدا کی طرف زیادہ رجوع کرے) اور گناہوں پر زیادہ پشیمان ہوتے رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈر کر استغفار کرو۔ تم اس آیت قرآنی کے معنی پر تو غور کرو: ﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجْعَلِ اللَّهُ عَفْوَ رَحِيمًا﴾ (سورۃ النساء: ۱۱۰)

ترجمہ: (جو بڑے عمل کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لے تو اللہ تعالیٰ کو ضرور بخشے والا مہربان پائے گا۔) اور اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والے ہیں۔ (امام غزالی رحمہ اللہ کی عبارت ختم ہوئی)

توبہ کا وقت کب تک ہے؟

اللہ جل شانہ نے اپنی اس کتاب جس میں کوئی شک نہیں اور متقیوں کے لئے ہدایت اور جس میں دلوں کے لئے شفاء ہے یعنی قرآن مجید میں فرمایا:

﴿إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَحْسِبُونَ مِنْ قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ وَكَانَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾ (سورۃ النساء: ۱۷، ۱۸)

ترجمہ: (توبہ جس کا قبول کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، وہ تو ان لوگوں کے لئے ہے جو جہالت سے کوئی گناہ کر بیٹھتے ہیں پھر قریب ہی وقت میں توبہ کر لیتے ہیں، سو ایسوں پر تو اللہ تعالیٰ توجہ فرماتے

ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں، حکمت والے ہیں۔ ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں جو برابر گناہ کرتے رہتے ہیں، یہاں تک کہ جب ان سے کسی کے سامنے موت ہی آکھڑی ہوئی تو کہنے لگا کہ اب میں توبہ کرتا ہوں۔ اور ان لوگوں کی جن کی حالت کفر میں موت آجاتی ہے، ان کا فر لوگوں کے لئے ہم نے ایک دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔“ (سورۃ النساء: ۱۷، ۱۸)

تفسیر ابن کثیر ج ۱/ ص ۴۶۴ میں حافظ ابن کثیر نے اللہ تعالیٰ کے مذکورہ ارشاد کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ فرما رہے ہیں: کہ اللہ اس شخص کی توبہ قبول فرماتے ہیں جو جہالت سے گناہ کرے اور پھر وہ توبہ کر لے اگرچہ ملک الموت کو دیکھنے کے بعد ہوا البتہ غرغہ کی حالت سے پہلے ہو۔ اور ایک نسخہ میں اس طرح ہے کہ ملک الموت کو دیکھنے سے پہلے ہو۔

اور حضرت قتادہ نے فرمایا کہ حضرت ابو العالیہ یہ بیان کرتے تھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرمایا کرتے تھے کہ مومن ہندہ جو بھی گناہ کرتا ہے وہ جہالت سے کرتا ہے۔ (رواہ ابن جریر)

اور ابن جریر نے کہا ہے کہ مجھ سے عبد اللہ بن کثیر نے حضرت مجاہد سے بیان کیا ہے کہ ہر گناہ کرنے والا گناہ کرتے وقت جاہل ہے۔

اور علی بن طلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ثم یتوبون من قریب میں قریب سے مراد ملک الموت کے دیکھنے سے پہلے کا وقت ہے۔

اور حضرت ضحاک نے فرمایا کہ موت سے پہلے جیسی بھی توبہ ہو وہ قریب ہے۔

اور حضرت قتادہ اور حضرت سدی دونوں حضرات نے فرمایا کہ جب تک کہ آدمی رو بھٹ ہو یعنی حواس باختہ نہ ہو (اور یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ قریب سے مراد یہ ہے کہ جب تک غرغہ کی حالت نہ ہو جائے۔

اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دنیا کا سارا وقت قریب ہی ہے۔

توبہ کے وقت سے متعلق مزید احادیث

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے اسی طرح عنوان قائم کر کے اس کے تحت احادیث مبارکہ بیان کی ہیں، بعض ان میں سے مندرجہ ذیل ہیں:

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ: ”اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ قبول فرماتے ہیں، جب تک کہ اس کی غرغہ کی حالت نہ ہو

جائے۔“ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو بندہ مومن موت سے ایک مہینہ پہلے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتے ہیں۔ اور جو شخص ایک دن اور ایک گھڑی موت سے پہلے توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی خلوص نیت سے توبہ جو اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے قبول فرما لیتے ہیں۔

اور حضرت ایوب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اپنی موت سے ایک سال پہلے توبہ کر لے تو اس کی توبہ قبول ہوگی۔ اور جو شخص اپنی موت سے ایک مہینہ پہلے توبہ کر لے تو اس کی بھی توبہ قبول ہوگی۔ اور جو شخص موت سے ایک جمعہ پہلے توبہ کر لے تو اس کی بھی اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمائیں گے۔ اور جو شخص ایک دن پہلے توبہ کر لے اس کی بھی توبہ قبول ہو جائے گی۔ اور جو شخص ایک پہر پہلے توبہ کر لے تو اس کی بھی توبہ قبول ہو جائے گی۔ اس پر میں نے ان سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ فرمایا ہے: ﴿إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوبُونَ مِنْ قَرِيبٍ﴾ (سورۃ النساء: ۱۷)

ترجمہ: (توبہ جس کا قبول کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، وہ تو انہی کی ہے جو جہالت سے کوئی گناہ کر بیٹھتے ہیں، پھر قریب ہی وقت میں توبہ کر لیتے ہیں۔) تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ میں تجھے وہ سنا ہا ہوں جو میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے۔

اور امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبدالرحمن بن سلمانی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے، کہ ایک دفعہ صحابہ کرام میں سے چار حضرات ایک جگہ اکٹھے تشریف فرما تھے، ان میں سے ایک نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی موت سے ایک دن پہلے توبہ قبول فرما لیتے ہیں۔ دوسرے صحابی نے ان سے پوچھا کہ کیا تم نے حضور ﷺ سے یہ سنا ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں میں نے آپ ﷺ سے سنا ہے، اس پر دوسرے صحابی نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ بندے کی موت سے نصف دن پہلے بھی توبہ قبول فرما لیتے ہیں، تیسرے صحابی رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ کیا تم نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے؟ تو دوسرے صحابی نے جواب دیا کہ ہاں میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے، اس پر تیسرے صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی موت سے ایک پہر پہلے توبہ قبول فرما لیتے ہیں، چوتھے صحابی نے سوال کیا کہ کیا تم نے یہ رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے؟ تو تیسرے صحابی نے جواب دیا کہ ہاں میں نے حضور اکرم ﷺ سے یہ سنا ہے

اس پر چوتھے صحابی نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ اس وقت تک قبول فرمالیتے ہیں جب تک اس کی غرغہ کی حالت نہ ہو جائے یعنی اس کی روح حلق میں نہ آجائے۔

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ قبول فرمالیتے ہیں جب تک کہ اس کی غرغہ کی حالت نہ ہو جائے۔

حضرت عوف نے حضرت حسن بصریؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ قبول فرماتے ہیں جب تک کہ اس کی غرغہ کی حالت نہ ہو جائے۔

اور حضرت قتادہ رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تھے اور وہاں حضرت ابو قلابہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے، حضرت ابو قلابہ نے یہ حدیث بیان کی کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو ملعون قرار دیا، تو ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگی اور کہا کہ اے اللہ! تیری عزت اور تیرے جلال کی قسم میں ان آدم کے دل سے نہیں نکلوں گا، جب تک اس میں روح ہو گی، تو اللہ جل جلالہ نے فرمایا کہ میری عزت کی قسم میں ان آدم کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا رکھوں گا جب تک اس میں روح ہو گی۔

اور یہ قصہ مرفوع حدیث میں بھی ہے، چنانچہ امام احمد نے اپنی مسند میں حضرت سعید رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ابلیس نے کہا اے رب تیری عزت کی قسم میں ہمیشہ بنی آدم کو گمراہ کرتا رہوں گا، جب تک کہ ان کے جسموں میں جان ہو گی، تو اللہ رب العزت نے فرمایا کہ میری عزت کی قسم، میرے جلال کی قسم جب تک بنی آدم مجھ سے معافی مانگتے رہیں گے میں ان کے گناہ معاف کرتا رہوں گا۔

ان مذکورہ احادیث سے یہ بالیقین ثابت ہو گیا کہ جو شخص اپنی زندگی میں سچی توبہ کر لے گا تو اس کی توبہ مقبول ہے۔ چنانچہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَاُولٰٓئِكَ يَتُوبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝﴾ (سورۃ النساء: ۷۷)
ترجمہ: (سو ایسے لوگوں پر تو اللہ تعالیٰ توبہ فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ خوب جانتے ہیں، حکمت والے ہیں۔)

لیکن جب بندہ زندگی سے ناامید ہو جائے اور ملک الموت کو دیکھ لے اور روح حلق میں آجائے اور سینہ میں غرغہ کی وجہ سے تنگی ہو جائے تو اس وقت نہ توبہ قبول ہوتی ہے اور نہ ہی خلاصی

کی کوئی صورت ہے، چنانچہ اللہ جل شانہ نے فرمایا:

﴿وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْإِنِّ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كَفَارٌ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾ (سورۃ النساء: ۱۸)

ترجمہ: (اور ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوگی جو برے عمل کرتے رہے یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی ایک کے سامنے موت آکھڑی ہوئی تو وہ کہنے لگا کہ میں اب توبہ کرتا ہوں۔) اور اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَمَّا رَأَوْا بَاسًا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحَدُّهُ﴾ (سورۃ الغافر: ۸۴)

ترجمہ: (پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے ہم اللہ وحدہ لا شریک پر ایمان لائے) اور اسی طرح جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِيهِ إِيْمَانَهَا خَبِيرًا﴾ (سورۃ الانعام: ۵۸)

ترجمہ: (جس دن آئے گی ایک نشانی تیرے رب کی، کام نہ آئے گا کسی کے اس کا ایمان لانا جو کہ پہلے ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان میں کچھ نیکی نہ کی تھی۔)

اور ایسے ہی معاذ اللہ اگر کفر و شرک پر موت آجاتی ہے، یعنی کافر اگر اپنے کفر و شرک کی حالت میں ہی مر جائے تو پھر اس کی ندامت اور توبہ ہرگز قبول نہیں ہوگی، حتیٰ کہ وہ اپنی ٹھٹھش کے لئے بالفرض زمین کے برابر مال کا فدیہ بھی دے تو وہ بھی قبول نہیں ہوگا۔

حضرت ابن عباس اور حضرت ابو العالیہ اور حضرت ربیع بن انس ان سب حضرات نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ یہ مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اور حضرت امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت مکحول رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ قبول فرماتے ہیں یا (شاید) فرمایا کہ بندے کی ٹھٹھش فرماتے ہیں جب تک کہ حجاب نہ واقع ہو جائے، آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ حجاب کے واقع ہونے سے کیا مراد ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بندے کی روح اس حالت میں نکلے کہ وہ مشرک ہو اور اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا﴾ (سورۃ النساء: ۱۸) یعنی ان کے لئے ہم نے

دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱/ ص ۴۶۴، ۴۶۵)

توبہ کرنے والے حضرات سے گزارش

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں توبہ و استغفار کرنے والے میرے بھائی تو جان لے کہ اللہ کی طاعت اور اس کی نافرمانی کے اعتبار سے انسانوں کی تین حالتیں ہیں :

① بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی طاعت دلی محبت اور رغبت سے کرتے ہیں اور اس کی نافرمانی سے بچنے کی بھی پوری کوشش کرتے ہیں، یہ ایمان والوں کی بہترین حالت ہے اور متقی لوگوں کی بہترین خصلت ہے۔

② اور بعض لوگ اللہ کی طاعت و فرمانبرداری سے متنفر اور دور بھاگتے ہیں اور گناہوں کے ارتکاب میں خوب دیدہ دلیری کرتے ہیں اور یہ انسان کی بدترین حالت ہے۔

③ اور بعض لوگ طاعت خداوندی سے متنفر تو نہیں مگر نیکیوں میں دلی رغبت بھی نہیں رکھتے اور گناہوں میں اگرچہ زیادہ جرأت اور پیش قدمی نہیں کرتے مگر گناہوں سے بچنے کا بھی اہتمام نہیں کرتے، اللہ کے یہ نافرمان لوگ دردناک عذاب کے مستحق ہیں۔ (اوب الدنیا والدین صفحہ ۱۰۴ للماوردی رحمہ اللہ)

میرے بھائی تو ان مذکورہ تین حالتوں میں سے پہلی حالت والا بننے کی کوشش کر، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے متقی بندوں کی بہترین صفت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید کبھی نہ ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے تو صرف کافر بنی مایوس ہیں۔ اگرچہ تیرے پاس گناہوں کے پہاڑ ہیں اور تو گناہوں کے سمندر میں غرق ہے، مگر پھر بھی اللہ کریم کی رحمت کا امیدوار بن کر اس سے اپنے گناہوں کی معافی کی درخواست کر، کیونکہ گناہوں کے پہاڑ اس کی رحمت و مغفرت کے سیلاب کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتے، چنانچہ اللہ کریم نے گنہگاروں کو اس کا حکم فرمایا ہے کہ: ﴿لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا﴾ (الزمر: ۵۳)

ترجمہ: (اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو، بے شک اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو بخش دیں گے۔) (سورۃ الزمر: ۵۳)

میرے بھائی! حقیقت یہ ہے کہ گناہوں میں اٹھناک کا بنیادی سبب بندے کا گناہوں کو ہلکا سمجھنا ہے، حالانکہ گناہ کو گناہ کی حیثیت سے نہیں دیکھنا چاہئے، بلکہ اس کو اس حیثیت سے دیکھنا چاہئے کہ وہ کس عظمت و جلال والی ذات کی نافرمانی ہے۔ اللہ جل جلالہ کی نسبت سے تو ذرہ بھر بھی گناہ کی جرأت نہیں ہونی چاہئے، کیونکہ گناہ اگرچہ ذرہ برابر ہے، مگر اس میں ناراضگی تو مالک الملک کی ہے اور

اللہ جل جلالہ ذرہ ذرہ کا حساب کریں گے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾ (سورہ الزلزال: ۸) یعنی جو شخص ذرہ بھر بھی برائی کرے گا تو وہ قیامت کے روز اس کے سامنے ہوگی جس کو وہ خود دیکھ لے گا اور یہ بھی ہمیشہ یاد رہے کہ ایک گناہ بسا اوقات دوسرے گناہ کا سبب بن جاتا ہے اور اس طرح انسان گناہوں میں بڑھتا چلا جاتا ہے اور جب آدمی کی جوانی گناہوں پر گزرے گی تو نتیجہ یہ ہوگا کہ پھر گناہ آدمی پر مسلط ہو جائیں گے اور گناہوں سے چھٹکارا مشکل ہو جائے گا۔ (ادب الدنیا والدین صفحہ ۱۰۴، الماوردی)

ایک مرتبہ امام احمد بن حنبل کچھ والے راستہ میں چلتے ہوئے چل رہے تھے، اچانک پاؤں کچڑ میں لگ گیا تو آپ کچڑ میں پھنس گئے، آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ آدمی اسی طرح گناہوں سے چنارہتا ہے، مگر جو نبی وہ گناہوں کے قریب ہوتا ہے تو گناہوں میں ملوث ہو جاتا ہے، اس لئے کوشش یہ ہونی چاہئے کہ پہلی مرتبہ ہی گناہ نہ ہو، ورنہ مزید گناہوں کے کچڑ میں پھنس جائے گا۔ (الآداب الشرعیہ للمقدس ج ۱/ ص ۹۷)

اور اے اللہ کے بندو! ہمیں بالکل ایک لمحہ کے لئے بھی توبہ کرنے میں دیر نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہ حلیفہ بات ہے کہ وقت لحظہ بھر ہے، جب ملک الموت کسی کی روح قبض کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو پھر وقت ایک لحظہ سے زیادہ نہیں ہوتا۔

میرے عزیز بھائیو! عقل تو انسان کو توبہ کرنے پر راہنمائی کرتی ہے اور خواہش اس سے مانع ہوتی ہے، اس طرح دونوں کے درمیان مقابلہ ہوتا رہتا ہے، اگر پختہ ارادہ کے لشکر کو تیار کر لیا جائے تو ہوائے نفس کا دشمن بھاگ نکلے گا۔

عزیز بھائیو! تم توبہ کے لئے رات کو اللہ کے سامنے عبادت کرنے کا ارادہ کرتے ہو مگر پھر رات بھر سوتے رہتے ہو۔ اور تم لوگ وعظ و نصیحت کی مجالس میں حاضر ہوتے ہو، مگر وعظ و نصیحت سے رقت قلبی حاصل نہیں ہوتی کہ کوئی توندامت کا آنسو بہہ نکلے، پھر تم حیران ہو کر پوچھتے ہو کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمان خداوندی ہے: ﴿قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ أَنْفُسِكُمْ﴾ (ترجمہ) یعنی آپ فرمادیجئے کہ یہ تکلیف تمہاری ہی طرف سے تم کو پہنچتی ہے۔ (المدھش لابن الجوزی ص ۳۶۵)

✽ دن گناہ کرتے گزرا، اس کی نحوست سے رات خواب غفلت میں گزر گئی، کھانا حرام کھایا جس سے دل سیاہ ہو گیا۔ اس لئے اللہ کی طرف سے مقبول بندوں کے لئے وصول الی اللہ کا دروازہ کھلا تو تمہیں دور کر دیا گیا، جس شخص کو اپنے احوال درست کرنے ہوں وہ اپنے اعمال کو اچھے سے اچھے کرنے کی کوشش کرے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِنْ لَوْ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَهُمْ مَاءً غَدَقًا﴾ (الحج: ۱۶)

ترجمہ: (یعنی اگر یہ لوگ سیدھے راستے پر قائم ہو جاتے تو ہم ان کو فراغت کے پانی سے سیراب کرتے۔) (سورۃ الحج: ۱۶)

اور حضرت ابو سلیمان درانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص اپنے آپ کو پاکیزہ بنانے کی کوشش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو پاکیزہ بنا دیں گے۔ اور جس نے اپنی ناپاکی کی کوشش کی، اس کو ناپاک کر دیا جائے گا، یعنی ارادہ اور محنت کے مطابق پھل ملتا ہے اور جس نے رات اچھے اعمال میں گزاری ان کو اس کی برکت دن کو بھی حاصل ہوں گی اور جس نے دن اچھے اعمال میں گزارا، تو اس کو ان کی برکات رات کو بھی ملیں گی۔ (صيد الخاطر لابن الجوزی ص ۱۸)

میرے عزیز بھائیو! یہ امر ضروری ہے کہ مذکورہ حقیقت پر مبنی مفید پسند و نصائح کی باتوں کو ہم صحیح سمجھیں اور پھر خود بھی ان کو یاد رکھیں اور اپنے اہل و عیال اور دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی ان کی یاد دہانی کراتے رہیں، تاکہ ہم راہِ راست سے دھوکہ نہ کھا جائیں۔

جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اے مخاطب! جب تو کسی کو دیکھے اس کو دنیا خوب مل رہی ہے مگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں میں مشغول ہے اور اپنے آپ کو کامیاب سمجھ رہا ہے تو یہ استدراج ہے۔ (کما فی صحیح الجامع الصغیر ص ۵۷۵، ۲۵۳)

اور استدراج کا معنی یہ ہے کہ کسی کو اس طرح سے آہستہ آہستہ پکڑنا کہ اس کو اپنے پکڑے جانے کا خیال بھی نہ ہو۔ اور یہاں اس حدیث میں استدراج سے مراد یہ ہے کہ نافرمان بندے کو اللہ تعالیٰ کا آہستہ آہستہ عذاب کے قریب لانا۔ اور اس کی صورت یوں ہوتی ہے کہ بندہ جب بھی گناہ کرتا ہے تو بظاہر اس کو دنیوی نعمت مل جاتی ہے جس سے وہ اپنے گناہ پر استغفار کرنے سے غافل ہو جاتا ہے، اس طرح اس کا تکبر اور سرکشی اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ چنانچہ رفتہ رفتہ دنیوی نعمتوں میں مشغول ہو کر وہ مکمل طور پر گناہوں کے دلدل میں پھنس جاتا ہے اور یہی اللہ سے دوری سراسر اس کا نقصان ہے۔ جس کو وہ اپنی حماقت سے کامیابی سمجھ رہا ہے۔ (فیض القدر للملک ج ۱/ ص ۳۵۴)

لہذا یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے گناہوں کو ہر وقت اپنی آنکھوں کے سامنے رکھیں اور توبہ و استغفار کرنے کے ساتھ ساتھ اچھے اعمال کرتے رہیں، ورنہ خطرہ ہے کہ ہم اللہ کے عذاب میں گرفتار ہو جائیں اور ہمیں پتہ بھی نہ چلے، یہ بھی اللہ کریم کی رحمت ہے کہ بندہ جب اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے تو اس کی برکت سے نیک عمل کی توفیق ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے قرب میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

اسی وجہ سے جب حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ لوگوں میں سے سب سے زیادہ عبادت گزار کون ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ بندہ کہ جس سے گناہ صادر ہو گئے اور وہ جب بھی اپنے گناہوں کو یاد کرے تو اس کو اپنے نیک عمل حقیر معلوم ہوں۔

اور یہ ضابطہ کی بات ہے کہ بندہ جب اپنے نیک عمل تھوڑے دیکھے تو لامحالہ ہر وقت توبہ کرتا رہے گا اور نیک اعمال میں اضافہ کی کوشش میں لگا رہے گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کی صفائی فرمادیں گے۔

کسی کہنے والے نے کیا ہی اچھی بات کہی ہے کہ اے وہ لوگو! جو توحید و رسالت کی بھی گواہی دیتے ہو اور اس کے حقوق کی ادائیگی بھی کرتے ہو۔ اور اے وہ لوگو! جو نماز قائم کرتے ہو اور اس کے ارکان کی بھی پاسداری کرتے ہو۔ تم دنیا کے سمندر میں نجات کی قیص کے بغیر تیراکی کو کیسے پسند کرتے ہو؟ اور گناہوں کے گندے گڑھے میں توبہ و استغفار کے بغیر تم کیسے غوطہ لگانا پسند کرتے ہو؟

☆ مجھے یہ گمان نہیں کہ ہم میں سے کسی کو قرار ہو اور اس کا دل مطمئن ہو جب کہ اس کو یہ یقین ہو جائے کہ موت اپنی تختیوں کے ساتھ اس کے پیچھے لگی ہوئی ہے جو اچانک آنے والی ہے۔

☆ اور قبر کی مصیبتوں کے عذاب اور قیامت کی ہولناکیوں کا بھی اس کو یقین ہو۔

☆ اور قیامت کے روز حساب و کتاب کا کٹھن معاملہ اور اعمال کا نتیجہ بھی اس کے سامنے ہو۔

☆ اور اس کو یہ بھی معلوم ہو کہ دوزخ کے اوپر مجھے پل صراط کا دشوار گزار راستہ بھی طے کرنا پڑے گا۔

☆ اور جہنم کے خطرناک مقام کا بھی اس کو خطرہ لاحق ہو، قیامت کے روز اللہ تعالیٰ جہنم سے فرمائیں گے کہ: ﴿يَوْمَ نَقُولُ لِيَجْهَنَّمَ هَلْ امْتَلَأْتَ وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ﴾

ترجمہ: (یعنی جس دن کہ ہم دوزخ سے کہیں گے کہ تو بھر بھی لگی؟ وہ کہے گی کہ کچھ اور بھی ہے؟)

ہم ذرا خیال کریں کہ اگر ابھی ہماری موت واقع ہو جائے تو ہم اپنے رب کو کیا منہ دکھا سکتے ہیں؟ اور کون سا عمل ہے جس کو ان کی بارگاہ میں پیش کر سکتے ہیں؟ اور ہمارے پاس اس کا کیا جواب ہے؟ اگر ہم سے یہ سوال کر لیا جائے کہ: ﴿أَلَمْ آغْضُ إِلَيْكُمْ يُسَيِّئُ آدَمُ أَنْ لَا تُعْبَدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ﴾ (یس: ۶۰)

ترجمہ: (یعنی اے اولاد آدم کیا میں نے تم کو تاکید نہیں کر دی تھی کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا صریح دشمن ہے؟) (سورۃ یاسین: ۶۰)

يا أيها المغرور قم وانتبه قد فاتك المطلوب والركب سار

إِنْ كُنْتَ أَذْنَبْتَ فَهَمَّ وَاعْتَذِرْ إِلَى كَرِيمٍ يَقْبَلُ الْعِذْرَ
وَانْهَضْ إِلَى مَوْلَى عَظِيمِ الرَّجَا يَغْفِرُ بِاللَّيْلِ ذُنُوبَ النَّهَارِ

① اے فریب خورد و شخص ذرا بیدار ہو اور کوشش کر، دیکھ تیرا مقصود زندگی ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے اور قافلہ چل دیا ہے۔

② اگر تجھ سے گناہ ہو گیا ہے تو کھڑا ہو اور اللہ کریم کی بارگاہ عالی میں معافی مانگ لے۔

③ اور اس مولا کو راضی کرنے کی کوشش کر جس کی بارگاہ بڑی امیدوں کی جگہ ہے، جو دن کو کئے ہوئے گناہ رات کو بخش دیتا ہے۔

اور سب گناہوں کو معاف کر دینے والے رب کریم کے حضور یوں درخواست پیش کر (ترجمہ اشعار)

① اے میرے معبود! میں جنت کا حق دار نہیں ہوں اور نہ ہی جہنم کے عذاب کو برداشت کر سکتا ہوں۔

② تو مجھے سچی توبہ کی توفیق مرحمت فرما کر میرے سارے گناہ معاف فرمادے، تو توبہ سے بڑے گناہ کو بھی معاف کر دینے والا ہے۔

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ کریم اپنی بخشش کا ہاتھ رات کو پھیلا دیتے ہیں تاکہ دن کا گناہ گار توبہ کر لے۔ اور اسی طرح اپنی بخشش کا ہاتھ دن کو پھیلا دیتے ہیں تاکہ رات کا گناہ گار توبہ کر لے، یہ اللہ کی مہربانی کا معاملہ ہمیشہ جاری و ساری رہے گا حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہو۔

(رواہ مسلم حدیث نمبر ۶۰۷۷)

اور اللہ کے بندو! یہ بھی یاد رکھو کہ جنتیوں کی سب سے بڑی واضح صفت اللہ جل جلالہ کی طرف ہر وقت رجوع اور اس کے دربار میں بھرت توبہ و استغفار کرنا ہے، جو کہ متقیوں کی صفت ہے۔

اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ جنت متقیوں کو ملے گی، فرمان الہی ہے:

﴿وَأَزَلَّتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ غَيْرَ بَعِيدٍ ۖ هَذَا مَا تُوعَدُونَ لِكُلِّ أَوَّابٍ حَفِيفٍ ۖ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمَنََ بِالْغَيْبِ وَجَاءَ بِقَلْبٍ مُنِيبٍ ۖ ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ ذَلِكَ يَوْمُ الْخُلُودِ﴾ (سورۃ ق: ۳۱، ۳۳)

ترجمہ: (یعنی اور جنت متقیوں کے قریب لائی جاوے گی کہ کچھ دور نہ رہے گی، یہ ہے وہ چیز جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، کہ وہ ہر ایسے شخص کے لئے ہے جو رجوع ہونے والا پابندی کرنے والا ہو، جو شخص خدا سے بے دیکھے ڈرتا ہو اور رجوع ہونے والا دل لے کے آوے گا، اس جنت میں

سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ، یہ دن ہے ہمیشہ رہنے کا۔) (اے اللہ ہمیں اپنے ان متقی بندوں میں شامل کر لے۔) (آمین یا رب العلمین)

تو اس سے معلوم ہوا کہ توبہ کوئی صرف گناہوں سے ہی نہیں ہوتی جیسا کہ اکثر بے علم لوگوں کا خیال ہے۔ چنانچہ وہ یہی سمجھتے ہیں کہ جب آدمی کوئی برائی مثلاً بدکاری، ظلم وغیرہ کرے تو اس سے توبہ کرنی چاہئے، حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ انسان کو جن اعمال کے کرنے کا حکم ہے ان کے ترک پر توبہ کرنا ہرے کاموں پر توبہ کرنے سے بھی اہم ہے۔ (رسالۃ التوبہ لابن القیم ص ۱۵)

اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے متلاشی بندے کی ابتداء بھی توبہ سے ہوتی ہے اور اتنا بھی توبہ پر ہوتی ہے، اس لئے ابتداء کو اور انتہائی دونوں درجوں میں بندہ توبہ کا سخت محتاج ہے، اللہ پاک کا ارشاد ہے: ﴿وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَا الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾ (سورۃ النور: ۳۱) ترجمہ: (اے مومنو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔)

ذرا غور فرمائیں کہ یہ آیت مدینہ شریف میں نازل ہوئی ہے، اس میں اولاً جن ایمان والے حضرات یعنی صحابہ کرام کو مخاطب فرمایا ہے، وہ ایمان والے ہونے کے ساتھ ساتھ صبر والے اور اللہ تعالیٰ کی خاطر ہجرت کرنے والے اور اللہ کی راہ میں سب کچھ قربان کر دینے والے تھے اور انبیاء علیہم السلام کے بعد سارے انسانوں سے افضل ہیں۔ پھر بھی ان کی کامیابی کو توبہ کے ساتھ معلق فرمایا، کہ توبہ واستغفار کرو گے تو کامیابی ملے گی، (توبہ تعلیق السبب بالسبب کی قسم سے ہوا۔) (تہذیب مدارج السالکین صفحہ ۱۲۱)

اس سے پہلے کہ بڑھاپا تجھے چبا ڈالے

لوگوں کا خیال ہے کہ کامیابی روپے پیسے سے ملے گی، چنانچہ وہ اسی کوشش میں لگے ہوئے ہیں، حالانکہ یہ دھوکہ ہے اور اللہ جل شانہ نے کامیابی کا تعلق سچی توبہ کے ساتھ رکھا ہے اور سچی توبہ پر کامیابی کا وعدہ ہے، اس لئے میرے بھائیو! اپنے رب کے حضور توبہ میں لگے رہو۔

اصل میں مومن بندہ کے لئے توبہ اسی طرح ضروری ہے جس طرح مچھلی کے لئے پانی، کہ بغیر پانی کے مچھلی بے قرار ہو کر ہلاک ہو جاتی ہے، یہی حال مومن بندہ کا ہے کہ بدون توبہ اس کو قرار ہی نہیں آتا، بلکہ اس کو اپنی ہلاکت نظر آتی ہے اور جتنی جتنی توبہ میں ترقی ہوتی ہے مومن بندہ اتنا ہی کامیابی میں ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔

جب یہ حقیقت ہے تو میرے بھائیو! پھر ہم سوچیں کہ کوئی ہے شکل کہ ہم اللہ کی طرف

رجوع کریں اور اللہ جل شانہ کی بارگاہ عالی میں سچی توبہ کریں، پہلے اس کے کہ بڑھاپا اپنی ڈاڑھوں کے ساتھ ہمیں چبا ڈالے اور ہماری قبر کو قوس و کمان کی طرح میڑھا کر دے۔

عقل مند آدمی اس بات کو ضروری سمجھتا ہے کہ وہ ہر وقت اپنے آپ کو موت کے لئے تیار رکھے اور اس میں کبھی بھی سستی نہ کرے اور موت کی تیاری میں کسی وقت کا منتظر نہ رہے، بلکہ آدمی کو چاہئے کہ وہ روزانہ صبح ہوتے ہی بقدر ہمت موت کی تیاری کرنے والے اعمال کی محنت میں لگا رہے، کیونکہ کوئی وقت ایسا نہیں کہ اس میں موت نہ آسکتی ہو، بلکہ ہر وقت موت کا خطرہ موجود ہے اور یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس کا کافر بھی انکار نہیں کر سکتا۔

ہر چیز میں لوگوں کا اختلاف ہو سکتا ہے مگر موت ایک ایسا امر ہے کہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں، موت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ﴾ ہر جان کو موت کا مزہ چھننا ہے۔ موت کی یاد سے متعلق نیچے عربی کے چند اشعار کا ترجمہ لکھا جاتا ہے:

① موت سے پہلے اپنے لئے بھلائی میں محنت و پیش قدمی کر اور تو جاہل نہ بن اور امر حق میں شک کرنے والا نہ ہو۔

② موت کے گھاٹ پر لوگوں کو ضرور اترنا ہے اور یہ امر ہو کر رہے گا، ہو کر رہے گا، ہو کر رہے گا، اگرچہ برس ہا برس عمر مل جائے۔

③ اور رات دن اس کا تجربہ ہوتا رہتا ہے یعنی موت کی خبریں آتی رہتی ہیں جس سے عقلمندوں کی عقل میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔

④ جو انی گزر جانے کے بعد کمر ٹیڑھی ہو جائیگی اور بال سیاهی کے بعد سفید ہو جائیں گے۔

⑤ انسان ختم ہو جائیں گے اور زمانے کے دن رات کی گردش کسی پر بھی باقی نہیں رہیگی۔

⑥ انسانوں کے قیام کی جگہیں اور وقت لکھے جا چکے ہیں (کہ کہاں کب تک رہنا ہے) حتیٰ

کہ جو انسان کبھی دنیا میں تھے اب وہ غائب ہو چکے ہیں۔

⑦ اور جس کی اپنی زندگی کے ابھی کچھ لیم باقی ہیں، تو موت اس کے پڑوسیوں اور ساتھیوں

میں تبدیلی کر دیتی ہے۔

⑧ اور اپنی رہائش گاہوں، مضبوط محلات اور قلعوں کو چھوڑ دو اور محبت کرنے والے اپنے

ساتھیوں رشتہ داروں اور قرابت داروں سے جدائی اختیار کر لو۔

⑨ ہائے افسوس ایسے وطن سے دور دراز موت کا سفر جس کے لئے تجھے کفن کے کپڑوں کا

لباس پہنا دیا گیا ہے۔

10 ایسی جگہ (قبر) میں جانا ہو گا جو کہ وحشت ناک، تنگ و تاریک اور دنیا سے دور ہے اور جو شخص قبر میں پہنچ گیا دنیا سے چلے جانے کا کیسے انکار کر سکتا ہے؟

11 کتنے ایسے بہت ناک اور عظمت والے بادشاہ جنہوں نے اپنے خیموں اور محلات پر محافظ اور سپرے دار مقرر کر رکھے تھے۔

12 اب وہ تنہا زلت کی حالت میں ہیں اور ان کی بڑائی خاک میں مل گئی اور اب قبر میں ان کے کوئی دربان اور جو کیدار دکھائی نہیں دیتے۔

13 اور تجھ سے پہلے لوگوں نے زندگی گزاری اور پھر ہلاک ہو گئے اور زندہ آدمی نے ان مرنے والوں سے پہلو تھی کر لی۔

☆ میرے بھائیو! موت سے آگاہ کرنے والی اور موت سے ڈرانے والی کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کو یاد رکھنا ضروری ہے۔ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بعض روایات میں ہے کہ بعض انبیاء علیہم السلام نے ملک الموت سے فرمایا کہ تمہارا کوئی قاصد نہیں جو تمہارے آنے کی خبر دے؟ تاکہ لوگ تم سے ڈر کر ہر وقت موت کی تیاری میں لگے رہیں؟ ملک الموت نے جواب دیا کہ ہاں اللہ کی قسم میرے قاصد بہت سے ہیں: بڑھاپا، بیماریاں، اور پینائی کی کمزوری، بھر اپن اور بالوں کا سفید ہو جانا وغیرہ وغیرہ، یہ سب چیزیں میرے قاصد ہیں، جو شخص ان عوارضات سے بھی نصیحت حاصل نہ کرے اور موت سے غافل ہو کر توبہ و استغفار نہ کرے، تو میں روح قبض کرنے کے وقت اس شخص سے کہتا ہوں کہ میں نے یکے بعد دیگرے تیرے پاس ڈرانے والے قاصد بھیجے مگر تو غافل رہا اور اب میں خود تجھے ڈرانے والا آیا ہوں اور میرے بعد کوئی اور نہیں آئے گا بلکہ تیری زندگی کے خاتمے کا وقت آگیا ہے۔ کسی شاعر نے اسی روایت کے مفہوم کو اپنے اس شعر میں اس طرح بیان کیا ہے:

تساقط أنسان ویضعف ناظر وقصر خطوات و یشغل مسمع

ترجمہ: (وانت گر گئے اور پینائی کمزور ہو گئی اور چلنا دشوار یا کم ہو گیا اور سننا بھل ہو گیا) ☆ کوئی دن ایسا نہیں جس میں سورج طلوع کر لے مگر اس میں ایک فرشتہ یہ اعلان کرتا ہے کہ اے چالیس سال کی عمر والا یہ توشہ تیار کرنے کا وقت ہے، اس لئے کہ تمہارے دماغ اور حواس قائم و دائم ہیں اور تمہارے اعضاء قوی ہیں۔

☆ اور اے پچاس سال کی عمر والا! مواخذہ کا وقت قریب آگیا ہے۔

☆ اور اے ساٹھ سال کی عمر والا! تم نے اللہ کے عذاب کو بھلا دیا اور تم حق کو قبول کرنے سے غافل ہو گئے اور جو شخص ساٹھ سال تک اپنے گھر کی طرف چلا، بے شک اس کے اپنے گھر پہنچنے کا

وقت قریب ہو گیا اور گویا کہ اس کا سفر ختم ہو گیا ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ (اللہ نے اس آدمی کے لئے کوئی عذر نہیں چھوڑا، جس کو ساٹھ سال تک عمر دے دی گئی۔)

روایت ہے کہ موت کا فرشتہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آیا، حضرت داؤد علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں وہ ہوں جو کہ بادشاہوں سے ڈرتا نہیں اور نہ مجھے محلات میں داخل ہونے سے روکا جاسکتا ہے اور نہ میں کسی سے رشوت لیتا ہوں۔ (کہ رشوت لے کر کسی کو چھوڑ دوں)۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تو ملک الموت ہے، لیکن میں نے تو ابھی تک موت کی تیاری نہیں کی (اللہ اکبر)، موت کے فرشتے نے کہا کہ: اے داؤد! آپ کا فلاں پڑوسی کہاں ہے؟ اور آپ کا فلاں قریبی رشتہ دار کہاں ہے؟ حضرت داؤد علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ دونوں مر چکے ہیں، اس پر ملک الموت نے کہا: کیا ان واقعات میں آپ کیلئے عبرت نہیں ہے کہ آپ تیاری کر لیتے؟

(ترجمہ اشعار :-)

① اے وہ شخص جو اپنے مقصود سے غافل اور روگردانی کرنے والا ہے، کوچ کا وقت آپہنچا ہے اور تو نے اپنے لئے توشہ آگے نہیں بھینچا۔

② تو اسی امید میں ہے کہ تو ہمیشہ باقی اور صحیح سالم رہے گا حالانکہ یہ ناممکن ہے، تغیر زمانہ کا تو یہ حال ہے کہ ہو سکتا ہے کہ جس شخص کی تجھ سے آج صبح ملاقات ہوئی شاید کل تو اس سے نہ مل سکے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: (الناس نیام اذا ما توا انتبهوا) لوگ غفلت کی نیند سوئے ہیں، جب مریں گے جاگ جائیں گے۔

پسینہ موت کا ماتھے پہ آیا آئینہ لاؤ

ایک صاحب نے اپنے دوست کا آنکھوں دیکھا حال سناتے ہوئے کہا: کہ میرے ایک شاعر دوست جس کو میں نے زندگی میں کبھی نیک عمل کرتے نہیں دیکھا تھا اور وہ خود بھی گاہے بگاہے اپنی اس غفلت اور سستی کا اعتراف کرتا تھا، جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو مرنے سے قبل اس نے دو شعر کہے: ایک شعر تو اس وقت کہا جب شدتِ موت سے پسینہ آ رہا تھا، گھر والوں سے مخاطب ہو کر کہنے لگا:

پسینہ موت کا ماتھے پہ آیا آئینہ لاؤ
ہم زندگی کی آخری تصویر دیکھ لیں

اس کے بعد جب زندگی کی فلم آنکھوں کے سامنے چلنے لگی اور زندگی کے اہم واقعات یاد آنے لگے تو آہ بھر کے یہ شعر کہا اور روح پرواز کر گئی:

دیکھا ہی نہ تھا اس زندگی میں اعمال کا دفتر نظروں سے
افسوس میری اب آنکھ کھلی جب روح نے تن کو چھوڑ دیا

اب جب روح تن سے جدا ہو رہی ہے تو یہ چلا کہ زندگی تو کسی خاص مقصد کے لئے تھی اور میں تمام زندگی غافل ہی رہا اور آخرت کی تیاری نہ کر سکا۔

اسی کو حق تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿لَقَدْ كُنْتُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكُمْ غِطَاءَكُمْ فَبَصَرُكُمُ الْيَوْمَ حَدِيدٌ﴾ (سورۃ ق: ۲۲)
ترجمہ: (تو اس دن سے بے خبر تھا، سو اب ہم نے تجھ پر سے تیرا پردہ غفلت ہٹا دیا، سو آج تیری نگاہ بڑی تیز ہے۔)

بے شک موت کی گھڑی ایسی ہی زبردست ہے کہ آنکھیں تیز اور الٹ پلٹ ہو جاتی ہیں، دل دہل جاتا ہے اور جسم میں زلزلے آنے لگتے ہیں، لڑتیں اجڑ جاتی ہیں اور راحتیں برباد ہو جاتی ہیں۔

✽ کہتے ہیں کہ عالم آخرت میں انسان کے سامنے دنیا کے دن رات کے اوقات خزانوں کی شکل میں پیش کئے جائیں گے، دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے ہر گھنٹہ کا ایک خزانہ ہوگا، جب آدمی اس گھڑی کو جس میں اس نے اچھے اعمال کئے ایک نور کا بھر اہوا خزانہ دیکھے گا تو انتہائی درجہ خوش ہوگا اور جس وقت میں اس نے اللہ کی نافرمانی کی ہوگی اس کو تاریکی والا دیکھے گا اور تیسرا وہ وقت جس میں اس نے نہ تو اللہ کی اطاعت کی اور نہ اس کی نافرمانی کی بلکہ یوں فی فارغ وقت ضائع کر دیا۔

✽ جب آدمی اپنے اس فارغ وقت کو دیکھے گا جس میں اس نے کچھ نہیں کیا اور یوں ہی ضائع کر دیا تو اس کو اس پر بہت حسرت و ندامت ہوگی اور وہ اس بات کی تمنا کرے گا کہ کاش وہ اس فارغ وقت کو اللہ کی یاد اور اس کی اطاعت میں گزارتا، چنانچہ اللہ جل شانہ نے آدمی کی اس حالت کو قرآن پاک میں یوں بیان فرمایا ہے: ﴿يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا وَمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهُ أَمَدًا بَعِيدًا﴾ (سورۃ آل عمران: ۳۰)

ترجمہ: (یعنی جس روز (ایسا ہوگا) کہ ہر شخص اپنے کئے ہوئے اچھے کاموں کو سامنے لایا ہو یا پائے گا اور اپنے برے کئے ہوئے کاموں کو بھی، اس بات کی تمنا کرے گا کہ کیا خوب ہوتا جو اس شخص

کے اور اس روز کے درمیان دور دراز کی مسافت (حائل) ہوتی۔ (سورۃ آل عمران: ۳۰)
 اور آدمی جن اوقات کو اپنی بد اعمالیوں کی وجہ سے تاریکی سے بھر اہوا دیکھے گا تو اس منظر سے
 آدمی کی حسرت و ندامت کی کوئی انتہا نہیں ہوگی، اس کو اتنا دکھ ہوگا کہ اگر اس پر موت آسکتی ہو تو مرنا
 پسند کر لے گا، مگر بات یہ ہے کہ آخرت میں کبھی موت واقع نہیں ہوگی۔

اللہ جل شانہ کا ارشاد گرامی ہے: ﴿وَأَنذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ (مریم: ۳۹)

ترجمہ: (آپ ان لوگوں کو حسرت کے دن سے ڈرائیے جب کہ (جنت، دوزخ) کا اخیر فیصلہ
 کر دیا جائے گا اور وہ لوگ (آج دنیا میں) غفلت میں ہیں اور وہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔)

اور یہ بھی ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿هَنَالِكَ تُبْلَوْنَ كُلُّ نَفْسٍ مَّا أَسْلَفَتْ﴾ (یونس: ۳۰)
 ترجمہ: (وہاں ہر شخص اپنے اگلے کئے ہوئے کاموں کو جانچ لے گا۔)

اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں زندگی گزارنے والا شخص آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خوش و
 خرم اور بہترین حالت میں ہوگا، بلکہ اس کی خوشی میں اضافہ ہی ہوتا چلا جائے گا، حتیٰ کہ قریب ہے
 کہ شدتِ فرح سے اس کا دل اڑنے لگے۔

اور اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں زندگی گزارنے والا قیامت کے روز بے حد مغموم
 اور پریشان حال ہوگا اور اس کے غم و حسرت اور ندامت میں اضافہ ہوتا رہے گا جس کی کوئی انتہا
 نہیں۔ میرے بھائی! فکر کرو اور توبہ و استغفار کا طریقہ اختیار کر جب تک کہ تو دنیا میں بقید حیات ہے
 اور تیرے عملوں کا دفتر کھلا ہوا ہے۔

اس لئے ان نیک اعمال کرنے میں بہت جلدی کر جو تیرے لئے آخرت میں نفع بخش اور
 تیری سر بلندی کا سبب ہوں۔ اور توبہ میں تاخیر کرنے سے بچ کیونکہ توبہ میں تاخیر کرنا خطرناک امر
 ہے اور کبھی بھی اس انتظار میں نہیں رہنا چاہئے کہ میں فارغ ہوں گا تو اچھے عمل کر لوں گا، کیونکہ دنیا
 میں رہتے ہوئے آدمی دنیوی آفات و مشاغل سے کبھی فارغ نہیں ہوتا۔

وَلِلْمَلَائِكَةِ الْوَاقِفِينَ عَلَى الْقَبْرِ	محمداً ما أعددت للقبور والبلى
وَأَنْتَ مُصِرٌّ لَا تَرَاجِعُ تَوْبَةً	وَأَنْتَ مُصِرٌّ لَا تَرَاجِعُ تَوْبَةً
فَقَدَّمْ لَهُ زَادًا إِلَى الْبَعثِ وَالنَّشْرِ	سَيَأْتِيكَ يَوْمٌ لَا تَحَاوِلُ دَفْعَهُ

ترجمہ اشعار.....

① اے بندہ خدا! تو نے قبر اور بوسیدگی کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اور ان منکر نکیر دو

فرشتوں کے سوالات کے جواب کی کیا تیاری کی ہے؟ جو قبر پر موجود ہیں۔

② اور تو اس پر ابھند ہے کہ تو توبہ کی طرف رجوع نہیں کریگا اور توباز نہیں آتا برائی کے کام سے۔

③ عنقریب تجھ پر ایسا دن آنے والا ہے، جس سے چنے کے لئے تو کوئی حیلہ نہیں کر سکتا، لہذا تو اس قیامت کے دن کے لئے پہلے ہی سے کچھ توشہ بھیج دے۔

میرے بھائی! یہ دل سے خیال نکال دے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی رحمت و مغفرت کا دروازہ بند کر دے گا تو تیرے لئے پھر دوبارہ کھول دے گا۔ اور اس وقت جو خطرناک حوادث درپیش ہو سکتے ہیں وہ بالکل متوقع ہیں۔

لہذا اگر تو گناہوں سے پاک و صاف نہ ہو اور تو نے گناہوں سے نفرت نہ کی تو پھر سزاؤں کا انتظار کر اور حقیقت تو یہ ہے کہ گناہ گار، بندہ بڑی سے بڑی سزا کا مستحق ہے، یہ تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ اس کے غفور و کرم نے ابھی تک تجھ سے بڑی سزاؤں کو روک رکھا ہے۔ (التوبہ للمحاسبی ص ۴۵) اس لئے ضروری ہے کہ ہم گناہوں اور برائیوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیں اور طے کر لیں کہ آئندہ کبھی بھی اللہ رب العزت کی نافرمانی نہیں کریں گے۔

برادران اسلام! جلدی کریں اور ایک دوسرے سے نیکیوں میں آگے بڑھنے کی کوشش کریں اور نیک کاموں میں سستی نہ کریں اور نہ نیکی کرنے میں دیر کریں۔

✽ میرے بھائی! اگر دنیا کی محبت تجھے نیکی کرنے سے روکتی ہے، تو پھر یہ واقعہ اور حقیقت بھی یاد رکھ کہ اے دنیا کو مضبوط قلعہ بنانے والے، دنیا نے کتنے لوگوں کو توڑا جو اس سے محبت کرتے تھے، پھر وہ دل ریزہ ریزہ ہو کر ہزاروں ٹکڑے ہو گئے۔ اس لئے اس پاپا سیدار دنیا سے منہ موڑ کر اللہ رب العزت کی طرف رجوع کرنا بہت ضروری ہے۔ (المدهش لابن الجوزی ص ۴۱۲)

✽ ہائے بربادی اس شخص کی جس نے دنیا کے دن رات کے قیمتی اوقات ضائع کر دیے۔

✽ اور ہائے افسوس اس شخص پر جو دنیا سے اپنے گناہوں کی قابضوں کے ساتھ نکلا۔

✽ اور ہائے افسوس اس شخص کے نقصان پر جس کی دنیا میں گناہوں والی تجارت تھی۔

✽ اور ہائے شرمندگی اس شخص کی جس نے علام الغیوب کے دربار میں توبہ نہ کی اور وہ دن

کیسا حسرت و ندامت والا ہوگا، جب کہ اول درجہ کے سچے لوگ دوسروں میں فضیلت میں بڑھ جائیں گے اور جب مخلص لوگوں کو قرب الہی حاصل ہوگا تو اس کے برعکس گنہگار اللہ کی رحمت سے دور کر دیئے جائیں گے۔

✽ اور ہائے ایسی حسرت جو کبھی ختم نہ ہوگی۔ اور ایسی ندامت کہ جس کا غم قیامت کے روز

ختم نہیں ہوگا۔

✽ برادرانِ اسلام! ابھی وقت ہے ہم خوابِ غفلت سے بیدار ہو جائیں، اللہ تعالیٰ ہم سب پر رحم فرمائے۔ آمین۔

آدمی کو اللہ تعالیٰ نے اس وقت دیکھنے اور سننے کا موقع دیا ہے اور وعظ و نصیحت کرنے والے بار بار خبردار کر رہے ہیں، اس لئے آدمی کو چاہئے کہ وہ موقع کو غنیمت جانے اور وعظ و نصیحت سنے۔

(الموعظۃ الحسنہ ص ۵۰، للصدیق حسن خان)

اے اللہ کے بندو! توبہ کرنے میں جلدی کرو، کتنی تنبیہ کرنے والی زبانوں نے ہمیں بیدار کرنے کے لئے آواز دی مگر ہم نے نہ سنا، ہمیں تو یہ چاہئے کہ ہم کثرتِ استغفار میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں اور سچی توبہ میں جلدی کرنے والوں میں ہم بھی شامل ہو جائیں۔

جب ہم اللہ کریم کی مغفرت حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر کوشش کریں گے تو اللہ کریم ہماری بخشش فرما کر ہمیں بہشتوں میں داخل فرمادیں گے۔ اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی دیکھیں کہ وہ خود ہمیں بخشش اور جنت حاصل کرنے کیلئے دعوت دے رہے ہیں، فرمان الہی ہے:

﴿سَابِقُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أُعِدَّتْ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾

ترجمہ: (دوڑو اپنے رب کی مغفرت کی طرف اور بہشت کی طرف جس کی چوڑائی ہے جیسے آسمان اور زمین کی چوڑائی۔ تیار کی گئی ہے ان لوگوں کے لئے جو یقین لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر۔ یہ اللہ کا فضل ہے، اللہ جس پر چاہے فضل فرمائے اور اللہ کا فضل بڑا ہے۔ (سورۃ الحديد: ۲۱)

اور کس قدر یہ حالت اچھی ہوگی کہ قیامت کے روز ہمارا حشر ان لوگوں کے ساتھ ہو جو نور سے روشن اور سفید چہرے والے ہوں گے اور یہ علامت کامیاب لوگوں کی ہوگی۔

اور اللہ تعالیٰ کی یہ کتنی مہربانی ہوگی کہ ہمیں ان لوگوں کا ساتھ مل جائے جن کو قیامت کے روز عرش کا سایہ نصیب ہوگا اور اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں میں سے کر دے جو آئینہ چمکنے کی طرح چل صراط سے گزر جائیں گے اور پھر ان کو اس جنت میں داخل کر دیا جائے گا، جہاں جو جی چاہے گالے گا اور وہاں آنکھوں کے لئے کیا ہی خوشگوار منظر ہوگا؟

واوہ! کس قدر اچھا ہے اس دن کے آنے کا شوق

✽ میرے بھائیو! ان لوگوں کے بارے میں سوچیں جو دنیا سے کوچ کر گئے کہ اب انہوں نے کہاں قیام کیا ہے؟

✱ اور دنیا سے جانے والے ان لوگوں کو یاد کریں جن سے قبر میں سختی کے ساتھ حساب لیا گیا اور یہ غور فکر کر کے ہمیں نصیحت حاصل کرنی چاہئے، کیونکہ ہمیں دنیا میں ابھی اپنی موت اور قبر کی تیاری کا وقت میسر ہے، لہذا اس کو غنیمت جانتا چاہئے۔

✱ اور میرے غافل بھائیو! جس طرح تم راہِ حق سے انحراف کرتے ہو، اسی طرح تم سے پہلے دنیا سے جانے والوں نے بھی انحراف کیا، مگر اب ان کی حالت یہ ہے کہ مرنے کے بعد اب وہ یہ تمنا کرتے ہیں کہ کاش کہ وہ دنیا میں حق کو قبول کر لیتے۔

سألت الدار تخبرني	عن الأحباب مافعلوا
فقلت لي أناخ القوم	أياماً وقد رحلوا
فقلت: فأين أطلبهم	وأى منازل نزلوا
فقلت: بالقبور وقد	لقوا والله مافعلوا
أناس غرهم أمل	فبادرهم به الأجل
فنوا وبقي على الأيام	ما قالوا وما عملوا
وأثبت في صحائفهم	قيح الفعل والزلل
فلا يستعتبون ولا	لهم ملجأ ولا حيل
ندامي في قبورهم	وما يغني وقد حصلوا

ترجمہ اشعار.....

① میں نے گھر کے در و دیوار سے پوچھا کہ مجھے ان دوست احباب کے بارے میں بتا جو

تیرے اندر رہائش پذیر تھے ان کو کیا ہوا اور اب وہ کہاں چلے گئے؟

② تو اس نے جواب دیا کہ چند روز انہوں نے میرے اندر قیام کیا اور پھر کوچ کر گئے۔

③ میں نے پوچھا کہ اب میں ان کو کہاں تلاش کروں؟ اور اب انہوں نے کہاں ڈیرے لگا

لئے ہیں؟

④ تو اس نے جواب دیا کہ وہ قبروں میں چلے گئے ہیں اور اللہ کی قسم انہوں نے اپنے کئے کا

بدلہ پا لیا۔

⑤ ان کی امیدوں نے ان کو دھوکے میں ڈال دیا، پس ان کی موت کا وقت آیا اور وہ دنیا سے

چلے گئے۔

⑥ وہ تو دنیا سے چلے گئے مگر ان کے قولِ فعل اور ان کا کردار زمانے میں باقی رہ گیا۔

7 اور ان کے نامہ اعمال میں برے اعمال اور گناہ درج کر دیئے گئے۔

8 نہ ان کی معذرت قبول ہوگی، نہ ان کا کوئی ٹھکانہ ہوگا اور نہ ان کی کوئی تدبیر چل سکے گی۔

9 اب وہ اپنی قبروں میں شرمندہ ہیں اور کسی چیز نے ان کو کچھ فائدہ نہیں دیا اور اپنے کئے کا

بدلہ پالیا۔ (المدهش لابن الجوزی ص ۷۹)

دینوری اور ابن عساکر نے کمال بن زیاد سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایک دفعہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ باہر نکلا، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ صحرا میں ایک بلند جگہ پر چڑھے جہاں قبریں تھیں، تو انہوں نے قبرستان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

اے قبرستان والو! اے بوسیدگی والو! اے وحشت والو! تمہارا کیا حال ہے؟ ہمارا حال تو یہ ہے کہ تمہارے دنیا سے چلے جانے کے بعد مال تقسیم ہو گئے اور بچہ یتیم ہو گئے اور دوسرے نکاح کر لئے گئے، یہ تو ہمارا حال ہے، اب بتاؤ کہ تمہارا کیا حال ہے؟ پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے کمال! اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو اجازت ہوتی تو وہ یہ جواب دیتے:

بے شک بہترین توشہ تقویٰ ہے، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ رو پڑے اور مجھے کہا: اے کمال! قبر عمل کا صندوق ہے اور موت کے وقت آدمی کو اپنے اچھے برے کا پتہ چل جاتا ہے۔

(کافی المحرج ۲/ ص ۱۳۲)

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ اگر قبر والا دنیا میں اللہ کے سامنے توبہ و استغفار کرتا رہتا، تو اب وہ قبر میں شرمندہ نہ ہوتا انشاء اللہ۔ اور زمین کے نیچے یعنی قبر میں شرمندگی، زمین کے اوپر یعنی موت سے پہلے شرمندگی کی طرح کبھی نہیں ہو سکتی، اے اللہ ہم آپ کی پناہ لیتے ہیں اس سے کہ ہم قبر میں شرمندہ ہوں۔ آمین۔

اور کچھ نہیں تو ذرا سوچ ہی لیجئے

☆ میرے بھائی! کبھی آپ نے یہ بھی سوچا کہ کتنا حرام اور سودی مال آج تک تو ہضم کر گیا ہے؟

☆ اور کتنے شراب کے کٹورے آج تک تو نوش کر چکا ہے؟

☆ اور کتنی نوجوان لڑکیاں جن کی عزتوں کے ساتھ تو دنیا بارات کے اس وقت میں کھیل

چکا ہے، جس وقت اللہ کے نیک بندے اس سے معافی مانگنے کے لئے اس کے دربار میں کھڑے ہوتے ہیں، افسوس کہ اس وقت تجھے اپنی بیٹیاں یاد نہ آئیں۔

☆ اور اللہ تعالیٰ کی فرض کردہ نمازیں تو نے کتنی ضائع کر دیں؟

✽ اور اللہ تعالیٰ کے فرض کردہ روزے تو نے کتنے چھوڑ دیئے؟

✽ اور کتنی مرتبہ تو نے ان بد عملوں میں جلدی کی جو تیرے دین کو نقصان پہنچانے والے

ہیں؟ اور پھر مسلسل تو اسی روش پر ڈنارہا۔

✽ تو نے کتنے اپنے ایمان کے کپڑے پھاڑ ڈالے اور تجھے یہ خیال بھی نہ ہوا کہ تو کتنا اپنا

نقصان کر رہا ہے، تجھ سے کتنی بھلائیاں ضائع ہوئیں مگر تجھے اس کا ذرا غم نہ ہوا۔

✽ اے گناہوں کی انٹر نیشنل منڈی کے تاجر تو نے کتنی بری تجارت شروع کر رکھی ہے، تو

نے اپنی بہت ساری نیکیاں جمع کیں مگر پھر تو نے غیبت بھی کی جو تیری نیکیوں کو برباد کرنے والی ہے۔

✽ اے موذی چھو! کتنی مرتبہ تو نے ڈسا اور کتنی مرتبہ تو نے کاٹا؟ اور کتنی ہی نمازیں تو نے

برباد کیں اور کتنے ہی روزے تو نے ترک کئے اور کتنے ہی تو نے جلدی میں ایسے غلط اعمال کئے، جنہوں

نے تیری آخرت کو برباد کیا اور تیری زندگی کو اجاڑا اور تو نے کتنی نیکیاں کمائیں اور پھر دوسرے کی

غیبت اور چغلی کر کے ان کو ضائع کر دیا۔ صبح کو تو توبہ کرتا اور رات کو وہی کرتوت کرتا رہا، مال دنیا اور

اسکے دھوکے سے جی خوش کرتا رہا، یہ سب کچھ کیا ہوا اس وقت یاد آئیگا اور اقرار کرتے ہوئے کہے گا:

﴿رَبَّنَا أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ﴾ (سورۃ السجدہ: ۴۱)

ترجمہ: (اے ہمارے پالنہار ہم نے آنکھوں سے سب کچھ دیکھ لیا اور ہم نے سن لیا، پس

ایک بار ہم کو دنیا میں واپس لوٹا دے، ہم نیک اعمال کریں گے، بے شک ہمیں یقین آگیا۔)

✽ تو یہ جانتا بھی ہے کہ تیرا مالک تجھے ہر وقت دیکھتا ہے، مگر پھر بھی تو اس کے سامنے باادب ہو

کر نہیں رہتا۔

✽ توفانی دنیا کو ہمیشہ باقی رہنے والی آخرت پر ترجیح دیتا ہے، یہ کس قدر تیری غلط روش ہے مگر تو

اس غلطی سے باز نہیں آتا۔

✽ صبح کے وقت تو توبہ کرنے والا ہوتا ہے اور جب شام ہوتی ہے تو تیرا حال اس کے برعکس

نافرمانی والا ہوتا ہے۔

✽ تو دنیا اور اس کی دھوکہ باز رنگینی کی طرف رغبت کرتا ہے، حالانکہ تو اس کو کئی مرتبہ آزما چکا ہے۔

اگر تیرا حال یہی رہا تو پھر یوں لگ رہا ہے کہ تو قبر میں اپنے کئے پر روئے گا، مگر اس وقت تیرا

یہ رونا کسی کام نہ آئے گا۔

(المدھش لابن الجوزی ص ۷۰)

بھلا کر بھلا ہوگا، برا کر برا ہوگا

دوسروں کی جوان بہنوں اور بیٹیوں کی عزتوں کے ساتھ کھیلنے والوں نے اس وقت یہ کیوں نہ سوچ لیا ہوتا کہ یہ بیٹی اور بہن تیری بیٹی اور بہن ہی کی طرح ہے، اے غافل مکافاتِ عمل سے بچاؤ کی تدبیر کر لے، ورنہ یاد رکھو کہ جو ظلم کرتا ہے اس کے ساتھ کیا جاتا ہے، جو کسی پر ہنستا ہے لوگ اس پر ہنستے ہیں اور جیسا کرو گے ویسا بھرو گے اور یہ صرف انسان کا کلام نہیں ہے بلکہ رحمان کا بھی یہی فرمان ہے، وہ فرماتے ہیں: ﴿كَذَلِكَ تُولَىٰ بَعْضُ الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾ (سورۃ الانعام: ۱۲۹)

ترجمہ: (اس طرح ہم بعض ظالموں کو بعض کے پیچھے لگا دیں گے ان عملوں کی سزا کے طور پر جو وہ کماتے تھے۔)

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے :

ما من يد إلا ويد الله فوقها ولا ظالم إلا سبيلي بظالم

کوئی بھی ہاتھ نہیں ہے مگر اللہ کا ہاتھ اس کے اوپر ہے اور کوئی ظالم ایسا نہیں ہے جو عنقریب کسی دوسرے ظالم کے ظلم میں مبتلا نہ کر دیا جائے۔
اگر کسی کی بیٹی کو چھیڑ لیا کسی کی بیوی کو چھیڑا تو یہ مکافاتِ عمل ہے کہ اس کی بیوی اور بیٹی کو بھی کل کوئی ضرور چھیڑے گا اور اس کو اس کی خبر تک نہ ہوگی۔

دو عجیب و غریب قصے

① کہتے ہیں کہ ایک نہایت ہی نیک عورت تھی، اس کا خاوند سنار تھا جو زیور بناتا تھا، اس عورت کا ایک ملازم تھا، جو پانی لایا کرتا تھا، تیس سال تک اس ملازم نے اس عورت کی طرف ایک مرتبہ بھی نہ دیکھا تھا، ایک دن ایسا ہوا کہ وہ ملازم گھر آیا اور محبت سے عورت کا ہاتھ پکڑ لیا، جب اس کا خاوند سنار گھر آیا تو بیوی کہنے لگی، کیا آپ سے آج کوئی گناہ سرزد ہوا؟ تو کہنے لگا ہاں آج ایک عورت نے مجھ سے زیور خریدا تو میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، بیوی کہنے لگی کہ اچھا تو پھر اس کا بدلہ تیری بیوی سے ہو گیا، جیسا تو نے ایک مسلمان بھائی کی بیوی سے کیا، تیری بیوی سے ایسا ہو گیا، دوسرے دن جب ملازم آیا تو معافی مانگنے لگا، وہ عورت اسکو کہنے لگی، تیرا کوئی گناہ نہیں یہ خرابی میرے خاوند کی تھی۔ اس کی تائید اس قول سے ہوتی ہے کہ جو کسی نے کہا کہ تم لوگوں کی عورتوں سے باز رہو،

لوگ تمہاری عورتوں سے باز رہیں گے۔ سورہ رحمان آیت نمبر ۶۰ میں فرمایا: نیک کابد لہ نیکی ہی ہے۔
 ② پھر جاننا چاہئے کہ جیسے شر کا وبال شر کرنے اور پھیلانے والے کی طرف لوٹتا ہے، اس طرح خیر کا نفع اور برکت خیر اور بھلائی کرنے والے کی طرف لوٹتی ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک عورت نے سائل کے منہ میں لقمہ دیا یعنی اسکو کھانا کھلایا اس کے بعد وہ اپنے بیٹے کو لے کر کھیتی میں چلی گئی، وہاں بیٹے کو لٹا کر کام کرنے لگی، بھڑیا آیا اور چہ اٹھا کر لے گیا، تو عورت دعا کرنے لگی، اے رب میرا اچھا کہاں گیا، غیب سے ایک آدمی نے بھڑیے کی گردن ایسے پکڑی کہ چہ بغیر گزند کے اس کے منہ سے چھڑا لیا، پھر اس آدمی نے کہا یہ اس ایک لقمہ کابد لہ ہے جو تو نے سائل کے منہ میں دیا تھا، تو دنیا میں بھی ہر کوئی اپنے اعمال کا نتیجہ دیکھ لیتا ہے۔ (تنویر الازہان تفسیر روح البیان ج ۱/ ص ۷۵ ۳)

ارے اوگنا ہوں کے انتریشل تاجر

اوگنا ہوں کی عالمی منڈی کے حصہ دار! تو نے بڑی گندی تجارت کا پیشہ اختیار کر رکھا ہے، تو جانتا ہے کہ تیرا مولا تجھے دیکھتا ہے، پھر بھی لوگنا ہوں کی اس گندی تجارت سے باز نہیں آتا۔
 ارے تجھے کیا ہو گیا؟ اور تیرا ایمان کہاں کھو گیا؟ اور تیری حیا کہاں دفن ہو گئی؟ تو ایسا سخت دل ہو گیا اور جانتا ہے کہ دنیا فنا ہو جانے والی ہے اور آخرت باقی رہنے والی ہے، پھر بھی اپنے پالن بار اور محسن کی طرف نہیں آتا، حق تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ أَوْ أَشَدَّ قَسْوَةً﴾ (سورۃ البقرہ: ۷۴)
 (ایسے واقعات کے بعد تمہارے دل پھر بھی سخت رہے تو یوں کہنا چاہئے کہ) ان کی مثال پتھر کی سی ہے بلکہ سختی میں (پتھر سے بھی) زیادہ سخت۔

کیا تم جانتے نہیں ہو کہ تمہارا رب تمہیں ہر وقت دیکھ رہا ہے، اسی کو فرمایا:
 ﴿أَلَمْ يَعْلَم بِأَنَّ اللَّهَ يَرَى﴾ (سورۃ العلق: ۱۴)

اور فرمایا: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ﴾ (سورۃ آل عمران: ۵) اور اللہ تعالیٰ پر زمین و آسمان میں کوئی چیز بھی مخفی نہیں ہے۔

اور سورہ یونس کی آیت نمبر ۶۱ میں فرمایا، جس کا مفہوم یہ ہے کہ (اے پیغمبر ﷺ) آپ جس حال میں بھی ہوتے ہیں، خصوصاً آپ کی امتیازی شان جو قرآن کو کریم کو پڑھنے اور پڑھانے کے وقت ظاہر ہوتی ہے، وہ سب کچھ خدا کو معلوم ہے اور لوگ جو کچھ اچھا برا معاملہ کرتے ہیں، وہ سب بھی خدا کی نظر کے سامنے ہے۔ جس وقت مخلوق کوئی کام شروع کرتی ہے اور اس میں مشغول ہو جاتی

ہے، خواہ اسے خدا کا تصور نہ آئے، لیکن خدا اس کو بر لہر دیکھ رہا ہے۔

تو دو مستوجب وہ جانور اور پرندوں تک کو رزق دیتا ہے، کیڑوں اور چیمٹیوں کو رزق مہیا کرتا ہے، ان کی حرکات و سکنات کو جانتا ہے تو جو شخص مکلف اور مامور ہے، اللہ تعالیٰ ان کی حرکات سے کیسے غافل ہو سکتے ہیں۔

ایک عبرت آموز قصہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک چرواہے کے پاس سے گزر ہوا، جو بحریاں چرا رہا تھا، آپ نے اس کو کہا کہ ایک بحری مجھے بیچ دو، اس نے کہا کہ یہ بحریاں میری نہیں، میں تو اپنے آقا کا غلام ہوں، حضرت عمر نے فرمایا تو اپنے آقا کو کہہ دینا کہ بحری بھیڑیا کھا گیا ہے، تو غلام نے کہا کہ اللہ تو ہے اس کو کیا کہوں گا جو دیکھ رہا ہے، اگرچہ آقا موجود نہیں۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے مالک سے وہ غلام اور بحریاں خرید لیں اور پھر اس غلام کو آزاد کر دیا اور بحریاں بھی اس کو ہدیہ کر دیں، تو صاحب مراقبہ یعنی اپنا محاسبہ کرنے والا اللہ تعالیٰ سے حیا کر کے گناہوں کو زیادہ چھوڑتا ہے، اس شخص کی نسبت جو خدا کے عذاب کے خوف سے گناہ چھوڑتا ہے۔

اے انسان! تجھے کیا مصیبت ہے کہ تو گناہوں کی تجارت نہیں چھوڑ رہا، تیرا ایمان کہاں کھو گیا؟ تیرا حیا کہاں دفن ہو گیا؟ تو سخت دل ہو گیا ہے۔

تو جانتا ہے کہ دنیا فانی اور آخرت باقی ہے، باوجود اس کے تو اپنے رب کی طرف رجوع نہیں کرتا، جو تیرا خالق ہے، اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا: پھر تمہارے دل سخت ہو گئے پتھر کی مانند بلکہ اس سے بھی سخت تر۔ (سورۃ البقرہ: ۷۴)

ایک بزرگ فرماتے ہیں: اے میرے بھائی! تو نے ساری زندگی آلو اور ٹھائر ہی ستے داموں خرید کر لانے اور ٹھنڈی اور گرم چیزوں کی تاثیر سے چنے چانے ہی میں گنوا دی، تیرے لئے اس سے بہتر یہ تھا کہ تو گناہوں سے بھی ایسے پختا جیسے آگ سے اپنے آپ کو چھاتتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

جو شخص کوشش کرتا ہے اور پھر بھی گناہوں کو نہیں چھوڑتا اور نیک راہ پر چلنے کی خواہش کو آج اور کل پر ٹالتا ہے، تو یہ دل کے ناپاک اور کالے ہونے کی علامت اور خطرناک بات ہے، اس سے اگر جلدی توبہ نصیب ہو جائے اور نیک اعمال میں لگ جائے تو خوش قسمتی اور دل کی گندگیوں کے دھل جانے کی علامت ہے، ورنہ اس شخص کے دیگر اعضاء کی یہ حالت ہوتی ہے کہ کوئی بھی گناہ

کرنے میں شرم محسوس نہیں ہوتی۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ نے دل اور دیگر اعضاء کی اسی حالت کو اپنے اشعار میں اس طرح بیان کیا ہے، وہ فرماتے ہیں :

وہ حق کے ساتھ رابطہ دل نہیں رہا	مجزوب اس لقب ہی کے قابل نہیں رہا
وہ آنکھ اب نہیں ہے وہ اب دل نہیں رہا	مجزوب منہ دکھانے کے قابل نہیں رہا
ناگفتنی ہے حال میرا کچھ نہ پوچھیے	کہنے کے اور سننے کے قابل نہیں رہا
میں لاکھ توبہ کرتا ہوں نبھتی نہیں کبھی	اب اپنے عزم کا تو میں قائل نہیں رہا
تاراج کر لیا مجھے شیطان و نفس نے	جو کچھ کیا تھا آپ سے حاصل نہیں رہا
اب رات دن ہے ذکر بتاں اور شغل عشق	اللہ کا میں ذاکر و شاعر نہیں رہا
پہلو میں میرے وہ دل ناپاک ہے حضور	میں پاس بیٹھنے کے بھی قابل نہیں رہا
قالبہ میں میرے اب مری آنکھیں نہیں رہیں	کہنے میں میرے اب یہ میرا دل نہیں رہا
کوئی گناہ کرنے میں کچھ بات ہی نہیں	جو خوف حق تھا چپ میں حائل نہیں رہا
وہ ذوق و شوقِ قلب وہ نعرے نہیں رہے	وہ رنگِ گل وہ شورِ عنا دل نہیں رہا
کس سے کوں جو نہ کوں حضرت سے حالِ دل	گو منہ تو میرا عرض کے قابل نہیں رہا
مانیں جو اب بھی حق تو یہ ہے آپ کا کرم	حق یہ ہے حق تو کچھ مجھے حاصل نہیں رہا
دستِ کرم ہو جانبِ مجذوب پھر دراز	محروم آپ کا کبھی سائل نہیں رہا

اسی دل کی سختی کے متعلق ایک عربی شاعر نے کہا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے :

① ہائے میرے دل کو کیا ہو گیا کہ وہ نرم ہوتا ہی نہیں، حالانکہ اس کو وعظ و نصیحت کرنے

والے بھی تھک گئے۔

② اے نفس! تو کب تک خوابِ غفلت میں پڑا رہے گا اور کب تک تار ہے گا مگر کرے گا نہیں؟

③ کتنی مرتبہ تجھے پکارا گیا مگر تو نے ایک نہ سنی اور کتنی دفعہ تجھے سمجھایا گیا مگر تو نے رجوع نہ کیا۔

④ کب تک اے نفس! کب تک تیرا مالک اللہ رب العزت تجھے غافلوں کے ساتھ دیکھے گا۔

⑤ پس تو اللہ سے بخشش مانگ ان گناہوں کی جو تجھ سے سرزد ہو گئے ہیں اور آئندہ جہانوں

کے خالق سے حیاء کے ساتھ رہ۔

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ تم سے پوچھ رہے ہیں؟ ﴿اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا اَنْ تَخْشَعَ

قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ﴾ (سورۃ الحديد: ۱۶)

ترجمہ: (کیا ایمان والوں کیلئے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ گڑ گڑائیں انکے دل اللہ کی یاد سے۔) اے نفس! ذرا سوچ کہ تو نے کتنے دن دریاؤں، کلیوں اور نہروں کے کنارے محصیت میں گزارے؟ اور کتنی پانی کی موجوں نے تیرے سامنے ننگے جسم ڈالے اور ان کو دیکھ کر تفریح حاصل کرتا رہا اور کتنے ایسے واقعات ہیں جو تیرے لئے سامانِ عبرت ہیں۔

یہ یاد رکھ کہ قیامت کے روز زمین تیرے خلاف گواہی دے گی اور پانی کی موجیں بھی تجھ پر گواہ ہوں گی، بلکہ تیرے اپنے اعضاء تیرے خلاف گواہی دیں گے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ترجمہ: (جس دن ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان پر گواہ ہوں گے ان کے اعمال کے بارے میں۔) (سورۃ النور: ۲۴)

اے میرے نفس! تیری حالت یہ ہے کہ گویا کہ شیطان نے تیرے اوپر غفلت کی لاکھوں گرہیں لگا دی ہیں، اس لئے تو نیکی کی طرف واپس نہیں لوٹتا۔ تیری سوچ تو ہے مگر اپنی خواہشات کے لئے گویا کہ تو اپنی خواہشات کی تکمیل کے لئے ہی پیدا ہوا ہے، کسی شاعر کا یہ قول بالکل تیرے اس حال کے عین مطابق ہے:

اتفرح بالذنوب وبالمعاصی و تنسى يوم يؤخذ بالنواصي
وتأتى الذنب عمداً لا تبالي ورب العالمين عليك حاصی

ترجمہ اشعار.....

① تو گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کے ساتھ خوش ہوتا ہے اور وہ دن تو نے بھلا دیا ہے جس دن تجھے پیشانی کے بالوں سے پکڑا جائے گا۔

② اور تو بڑی بے پرواہی کے ساتھ جان بوجھ کر گناہ کرتا ہے، حالانکہ رب العزت تجھے دیکھ رہا ہے۔

اے نفس! تو اپنے معاملہ میں خوب غور و فکر کر اور دیکھ تو راہِ ہدایت سے بھٹک گیا ہے، اس لئے ٹھہر جا اور سیدھی راہ معلوم کر لے، اے بدخت! میرے خیال میں تیری بد بختی دور نہیں ہو گی۔ اے نفس! تو خواہش کی اتباع کر رہا ہے اور خواہشات کی اتباع مفید نہیں بلکہ نقصان دہ ہے۔

اے میرے نفس! جب صبح ہوتی ہے تو تو دن کو اپنی خواہشات کی طلب میں لگا رہتا ہے اور جب شام ہوتی ہے تو خوابِ غفلت کے بستر پر دراز ہو جاتا ہے۔ کہاں تو اور کہاں وہ لوگ جنہوں نے آخرت کو اپنا نصب العین بنالیا۔ (المدھش لابن الجوزی ص ۱۵۰)

✽ اللہ کی قسم! سب حیوانات کے ارادے اور ان کی خصائص مختلف ہوتی ہیں۔

✽ مکڑی کو دیکھیں کہ وہ پیدا ہوتے ہی اپنا جالے کا گھر بنانا شروع کر دیتی ہے اور اس میں وہ اپنی ماں کی احسان مند ہونا بھی پسند نہیں کرتی۔

✽ اور سانپ دوسروں کے بنائے ہوئے بل کی تلاش کرتا ہے، کیونکہ اس کی فطرت ہی میں ظلم ہے۔

✽ اور کوا مُردار کے پیچھے جاتا ہے۔

✽ اور شیر رات کا باسی گوشت نہیں کھاتا۔

✽ اور ہاتھی خوشامد اور چالوسی کرتا ہے تاکہ اس کو کھانا ملے۔

✽ اور گوبر کے کیڑے کو دور پھینکو تو وہ پھر گندگی میں واپس آ جاتا ہے۔

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے یہ بیان کیا ہے کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ ابلیس نے کہا کہ میں نے بنی آدم کو گناہوں کے ساتھ ہلاک کیا؟ اور انہوں نے اللہ سے توبہ و استغفار کر کے اور کلمہ طیبہ کے ورد کے ساتھ اپنے گناہ بخشوا لئے، جب میں نے یہ صورت حال دیکھی تو میں نے ان میں خواہشات کی محبوبیت کے جال پھیلا دیئے، اب وہ گناہ تو کرتے ہیں، مگر نفسانی خواہشات سے مغلوب ہونے کی وجہ سے توبہ نہیں کرتے۔ کیونکہ نفسانی خواہشات ان کو محبوب ہیں، لہذا وہ اپنے غلط عمل کو بھی اچھا سمجھتے ہیں۔ (مفتاح دار السعادة ج ۱ / ص ۱۴۲، لابن القیم الجوزیہ)

اور حضرت وہیب سے منقول ہے کہ اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں کہ میری عزت کی قسم، میری عظمت کی قسم اور میرے جلال کی قسم جو بندہ میری رضا کو اپنی خواہش پر ترجیح دے، میں اس کے غموں کو کم کر دیتا ہوں اور اس کے امور کو مجتمع کر دیتا ہوں۔

اور میں اس کے دل سے فقر نکال کر اس میں غنی بھر دیتا ہوں اور اس کی تجارت تمام تاجروں سے زیادہ نفع بخش کر دیتا ہوں اور میری عزت کی قسم، میری عظمت کی قسم اور میرے جلال کی قسم جو بندہ اپنی خواہش کو میری رضا پر ترجیح دے تو میں اس کے غموں کو زیادہ کر دیتا ہوں اور اس کے امور کو پر آگندہ کر دیتا ہوں اور میں اس کے دل سے غمی کو نکال کر اس میں فقر بھر دیتا ہوں، پھر مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں، چاہئے وہ جنگل میں بھی ہلاک ہو۔ (المدهش لابن الجوزی ص ۱۵۰)

اور آزمائش سے آدمی کی فطرت اور اس کے ہنر و کمال کا پتہ چل جاتا ہے، ابلیس نے حضرت سلمان علیہ السلام کی طرف ہدیہ بھیجا، تاکہ وہ ان کے دلی ارادہ کو پرکھ لے۔

اے مخاطب! دنیا گویا بلیقہس کا ہدیہ ہے، اب تو غور و فکر کر لے کہ کیا تو اس کو قبول کرے گا؟ یا اس سے بہتر کو حاصل کرنے کی کوشش کرے گا؟ (المدهش لابن الجوزی ص ۱۶)

دنیا بری نہیں مگر

اے میرے بھائی! یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ دنیا بذاتِ خود بری چیز نہیں ہے اور دنیا بذاتِ خود کیسے بری ہو سکتی ہے؟ جب کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کئی مقامات پر دنیا کے مال و اسباب وغیرہ مختلف چیزوں کو بطور احسان ذکر فرمایا ہے اور ان انسانوں کے لئے منافع کا بھی ذکر فرمایا کہیں اجمالاً اور کہیں تفصیلاً۔ قرآن مجید کے پہلے پارے میں ایک جگہ فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَافِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ۖ﴾ (البقرة: ۲۹)

یعنی اللہ محسن حقیقی نے ہی تمہارے نفع کے لئے زمین کی ساری چیزیں پیدا فرمائی ہیں، بھلا انسانوں کے نفع و فلاحی چیز ہی کیسے ہو سکتی ہے؟ دراصل اللہ تعالیٰ سے غفلت بری چیز ہے۔ کسی عارف باللہ نے کیا ہی خوب یہ نکتہ سمجھایا ہے:

یعنی دنیا خدا سے عاقل ہونے کا نام ہے، نہ کہ اہل و عیال مال و اسباب وغیرہ اور ہر شخص حوٹی جانتا ہے کہ دنیوی چیزیں ضروریاتِ زندگی بھی ہیں مثلاً کھانے پینے کے بغیر آدمی زندہ ہی نہیں رہ سکتا اور سردی گرمی سے بچاؤ کے لئے لباس وغیرہ کی اشد ضرورت ہے، علاوہ ازیں دنیوی چیزیں تحصیل علم اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں انسان کے لئے اسبابِ اعانت بھی ہیں مثلاً دیکھیں کہ مسجد کی جگہ زمین کے اور خطوں کی طرح یہ بھی ایک زمین کا خطہ ہے اور اس کی عمارت بھی بظاہر دوسری عمارتوں کی طرح ہے، مگر یہی مسجد کی جگہ اور اس کی عمارت اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے ایک اہم فریضہ نماز کی ادائیگی کے لئے ذریعہ اور سبب ہے۔

دراصل دنیا کا مذموم ہونا اس طرح ہے کہ اس کو ناجائز ذرائع سے حاصل کیا جائے جیسے چوری کا مال یا اس کو ناجائز طریقہ پر صرف کیا جائے جیسے اسراف اور تہذیب کے طریقہ پر خرچ کرنا، اگر دنیا کی چیزیں اللہ کی حلال کردہ ہوں اور اللہ کے حکم کے مطابق ان کو حاصل کیا جائے تو یہ ہر گز مذموم نہیں بلکہ دنیا تو آخرت کے کمانے کا ذریعہ ہے، جیسے حدیث نبوی (ﷺ) ہے: ((الدنيا مزرعة الآخرة)) مثلاً اگر مال کو قرآن مجید اور دینی کتب کی طباعت پر خرچ کیا جائے تو یہ بہترین صدقہ جاریہ ہے، اسی طرح بے سہارا فقراء و مساکین پر مال خرچ کرنا آخرت کی کمائی ہے غرضیکہ اتفاق فی سبیل اللہ سے دنیا آخرت کی تعمیر کا ذریعہ بن جاتی ہے اور جاننا چاہئے کہ دونوں جہانوں کی کامیابی کا راز علم و عمل اور ترک دنیا اور سستی کو چھوڑنے میں ہے۔

☆ کہتے ہیں کہ کسی کے گھر ایک فقیر آیا اور فقیر نے اس کے گھر سے کچھ نہ پایا تو پوچھنے لگا کیا

آپ کے پاس کچھ نہیں؟ مالک مکان نے کہا! کیوں نہیں، ہمارے دو مکان ہیں، ایک دارِ امن، دوسرا دارِ خوف، ہم اپنے مالی دوست کو تو دارِ امن میں جمع کر کے رکھتے ہیں، یعنی ذخیرہ آخرت بناتے ہیں، فقیر نے کہا لیکن اس منزل کے لئے بھی تو کچھ سامان چاہئے، تو کہنے لگا مکان کا اصل مالک ہمیں یہاں نہیں رہنے دے گا، کیونکہ دنیا ادھاری ہے، ادھار دینے والا جب چاہے اپنا ادھار مانگ سکتا ہے اور آخرت یہ اچھے نیک لوگوں کا مقام ہے، جنہوں نے دن رات نیک اعمال کئے اور کبھی کوتاہی نہیں کی۔
(تنویر الازہان ج ۱/ ص ۵۰۹)

تیار ہو جا

بعض کا قول ہے کہ دنیا کا وقت تو تیری آنکھ جھپکنے کا وقت ہے، جو وقت اس سے پہلے گزر گیا وہ تو گزر گیا اور آئندہ جو آنے والا ہے اس کا پتہ نہیں آئے گا یا نہیں۔
زمانہ ایک ایسا دن ہے کہ جس کی رات اس کے ختم ہونے کی خبر دے رہی ہے اور اس کی گھڑیاں اس کو لپیٹ رہی ہیں اور زمانے کے حوادث اور اس کے تغیر و تبدل کے واقعات مسلسل رونما ہوتے رہتے ہیں، جس سے انسانوں کے نفع و نقصان کے حالات کا اول بدل ہوتا رہتا ہے اور زمانے میں انسانوں کے گروہ اور جماعتیں بنتی بھی رہتی ہیں اور پھر ان جماعتوں کا شیرازہ بھی بکھر تار ہوتا ہے اور حکومتوں کے عروج و زوال کا سلسلہ بھی چلتا رہتا ہے۔ بس زمانے میں ہماری صورت حال یہ ہے کہ امیدیں لمبی اور عمریں بہت تھوڑی ہیں، والی اللہ تعالیٰ امور۔ (اور سب امور اللہ ہی کی طرف پہنچتے ہیں)
اے مخاطب! یہ بات بھی ذہن نشین رکھ لے کہ روزانہ تیری عمر سے ایک دن کم ہوتا رہتا ہے اور غور کر کہ تیری عمر کا بڑا حصہ تو گزر گیا ہے، کس وقت کے لئے تو سونا چاندی وغیرہ مال جمع کرنے میں لگا ہوا ہے؟ مال خرچ کرنے میں تو تو بہت خلل کرتا ہے اور تجھے یہ معلوم ہی نہیں تیری عمر کے قیمتی اوقات ضائع ہو رہے ہیں، تو فارغ وقت میں دنیا کے بارے میں سوچ و چار کرتا ہے اور جمع و خرچ کا حساب کرتا ہے مگر کبھی موت کے وقت کے لئے تو نے سوچا سمجھا ہے اور اندازہ لگایا ہے کہ تو نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟

پھر دنیا ہے کیا؟

تجھے بڑی مصیبتیں درپیش ہونے والی ہیں، تعجب ہے کہ تو بغیر کوشش کے نجات کا متلاشی ہے اور ہو تا تو نماز میں ہے مگر تیری نماز کی حالت بھی عجیب ہے کہ بظاہر تو خدا کے سامنے کھڑا ہے، مگر تیرا دل مخلوق میں مشغول ہے، تیرا جسم عراق میں ہے اور دل ایران میں ہے، لفظ عربی مگر سمجھ

عجی۔ بس یہ تیری حالت اس بات کی دلیل ہے کہ تیرے دل پر دنیا کی محبت چھا گئی ہے اور خواہشات نفس نے تیرے دل پر غلبہ کر لیا ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ یہ دعا مانگا کرتے تھے: اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں دل کے تفرقہ سے، لوگوں نے پوچھا کہ دل کے تفرقہ کا کیا مطلب ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میرے لئے ہر واوی میں مال رکھ دیا جائے یعنی کثرت مال و اسباب سے دل جمعی نہیں رہتی۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے، جس میں ان کے دل دنیا کی محبت سے لبریز ہوں گے، اس لئے ان میں اللہ کا خوف داخل نہیں ہوگا۔

اور حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ میں ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک ویران جگہ پر سے گزرا، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا، اے مجاہد! ذرا آواز لگا کر کہو کہ اے ویران جگہ تجھ میں آباد لوگوں کو کیا ہوا؟ اب وہ کہاں ہیں؟ حضرت مجاہد کہتے ہیں میں نے آواز لگائی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ چلے گئے اور انکے اعمال باقی رہ گئے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جا رہے تھے، راستہ میں ایک کوڑے کے ڈھیر پر ٹھہر گئے جہاں سے بدبو آرہی تھی، آپ کے ساتھی بھی ٹھہر گئے، گندگی کی بو کی وجہ سے ساتھی پریشان ہو گئے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ تمہاری اس دنیا کا حال ہے جس پر تم مر رہے ہو۔

اے مخاطب! یہ بھی جان لے کہ قبروں والے اپنے نیک اعمال پر تو خوش ہوتے ہیں اور اپنی برائیوں پر شرمندہ ہوتے ہیں۔ اور دنیا میں جو لوگ ابھی زندہ ہیں وہ نادانی سے برائیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں، یہاں تک کہ آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں، حالانکہ قبروں والے بھی یہی برائیاں دنیا میں کیا کرتے تھے اور اب وہ اپنے کئے پر سخت شرمندہ ہیں۔

اور حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو عارضی ٹھہرنے کی جگہ بنایا ہے اور آخرت کو ہمیشہ رہنے کی جگہ بنایا ہے، اس لئے تم اس دنیا سے آخرت کے لئے کوئی چیز تیار کر لو اور اپنے دلوں سے دنیا کو نکال دو پہلے اس سے کہ تمہارے جسموں کو دنیا سے نکال لیا جائے۔

دنیا کی زندگی تمہیں دی گئی ہے مگر تم ہمیشہ رہنے کے لئے کسی اور جگہ یعنی آخرت کے لئے پیدا کئے گئے ہو، دنیا کی مثال زہر کی سی ہے، زہر کو وہی شخص کھائے گا جو اس کے نقصان سے واقف نہ ہو اور جو شخص زہر کے نقصان کو جانتا ہے وہ زہر کو ہرگز نہیں کھائے گا۔ اور دنیا کو ایک اور مثال سے

یوں سمجھو، کہ وہ سانپ کی طرح ہے کہ دیکھنے میں خوبصورت اور چھونے میں ملائم، مگر سانپ کا ڈسنا زہر قاتل ہے، عقل والا تو سانپ سے بچ کر رہے گا، جب کہ نادان بچے اس کو پکڑنے کے لئے ہاتھ بڑھائیں گے۔

اور حضرت جابر جعفی رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مجھ سے محمد بن علی بن حسین نے فرمایا کہ اے جابر! میں مغموم ہوں اور میرا دل مشغول ہے، میں نے عرض کیا کہ آپ کو کیا غم ہے؟ اور آپ کا دل کس چیز میں مشغول ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اے جابر! جس شخص کے دل میں خالص اللہ کا دین ہی سا جائے تو اس کا دل غیر سے فارغ ہو کر اللہ کے دین میں ہی مشغول رہتا ہے۔

اے جابر! اچھی طرح سمجھ لے کہ دنیا یا تو ایک سواری ہے کہ جس پر تو سوار ہوا ہے یا وہ ایک کپڑا ہے جس کو تو نے پہن رکھا ہے یا وہ ایک عورت ہے جس کو تو نے حاصل کر لیا ہے۔

اے جابر! ایمان والے دنیا میں رہنے کے بارے میں مطمئن نہیں ہیں، نامعلوم کب موت آجائے؟ اور آخرت کے آنے سے بے خوف نہیں ہیں کیونکہ وہ تو ضرور آئے گی۔ اور دنیا کی کسی بھی دل آویز آواز نے ان کو ذکر اللہ سے بہرہ نہیں کیا اور دنیا کی کسی زیب و زینت نے ان کو اندھا نہیں کیا بلکہ ان کی آنکھیں اللہ کے نور کیساتھ روشن ہیں اسلئے وہ نیکیوں والا ثواب حاصل کر کے کامیاب ہو گئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ تقویٰ والے بظاہر تکلیف میں بھی اہل دنیا سے کہیں زیادہ سہولت میں ہیں اور تقویٰ والے دنیا والوں کی یہ نسبت تیرے زیادہ مددگار ہیں۔ اگر تو اللہ سے غافل ہو جائے تو وہ تجھے اللہ کی یاد سکھاتے ہیں، اگر تو اللہ کا ذکر کرنے والا ہے تو وہ اس میں تیری مزید اعانت کرنے والے ہیں، بہت حق بات کہنے والے، اللہ کے احکام پر سختی کے ساتھ قائم رہنے والے، دنیا تو صرف ذرا سی دیر ٹھہرنے کی جگہ ہے کہ آدمی ذرا ٹھہر اور پھر اپنے مقام کی طرف چل دیا۔ ناپائیدار دنیا کی مثال اس مال کی سی ہے جو آدمی کو خواب میں ملا مگر جب بیدار ہوا تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔

بعض اکابر کا قول ہے کہ تو اپنے گناہوں میں غمر کر کے اللہ کے سامنے توبہ کر، اس سے تیرے قلب میں تقویٰ پیدا ہوگا اور اپنے رب کے سوا ہر چیز سے طمع ختم کر دے، دیکھ! یہ کتنی غور و فکر کی بات ہے کہ ہمارے مالک اللہ تعالیٰ نے دنیا کی برائی بیان فرمائی مگر ہم اس کی تعریف کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے دنیا کو مبغوض قرار دیا مگر ہم نے اس کو محبوب بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا سے بے رغبتی اور آخرت میں رغبت کا حکم دیا، مگر ہم نے دنیا کو آخرت پر ترجیح دی اور دنیا کی طلب میں راغب ہوئے، اسباب دنیا نے ہمیں غفلت کی طرف توجہ دی تو ہم نے جلدی سے اس کو قبول کر لیا، دنیا نے

دھوکہ کے ساتھ تمہیں اپنے جال میں پھنسا لیا، اب تم اس کی ظاہری رونق اور اس کے نقش و نگار میں لوٹ پوٹ ہو رہے ہو، حالانکہ اللہ جل جلالہ نے ہمیں تنبیہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: ﴿فَلَا تَغُرَّكُمْ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا﴾ یعنی دنیوی زندگی سے دھوکہ نہ کھا جانا اور نہ خدا سے غافل ہو جاؤ گے اور خدا سے غافل آدمی اس کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے۔

سامان سو برس کا پل کی خبر نہیں

تنویر الاذہان ج ۲ / ص ۳۶۱ میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ وسیع و عریض حکومت اور لمبے چوڑے خزانوں کے مالک ایک بادشاہ نے اپنے ہاں ایک عظیم الشان دعوت کا انتظام کیا، جس میں رنگا رنگ کھانے اور عجیب و غریب مشروبات کا انتظام تھا، بادشاہ نے اپنی اس دعوت میں تمام امراء اور وزراء کو مدعو کیا، جب کھانا کھانے لگے تو اچانک ایک فقیر آیا اور اس نے محل کا بڑا گیٹ اس زور سے کھٹکھٹایا کہ تخت بل گیا، خدام نے اس فقیر کو خوب ڈانٹا اور کہا کہ تو بڑا حریص فقیر ہے، یہ کیا بد تمیزی ہے ذرا صبر کرو ہم کھانا کھالیں پھر تجھے بھی کھلائیں گے، تو وہ کہنے لگا کہ مجھے تمہارے کھانے کی کوئی ضرورت نہیں، میں تو اس دار فانی کے بادشاہ کی روح قبض کرنے آیا ہوں، ابھی وہ لوگ یہ بات سمجھنے بھی نہ پائے تھے کہ بادشاہ مر کر تخت سے نیچے جاگرا (اور سب کچھ دھرے کا دھرا رہ گیا) اور وہ فقیر (جو ملک الموت تھا) نظروں سے غائب ہو گیا، بس بربادی ہے اسکی جس کو دنیا نے دھوکے میں ڈال رکھا ہے۔

بادشاہت چاہئے بیانی کا ایک گھونٹ

ملا علی قاری نے مرقاۃ ج ۵ / ص ۲۵۵ میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک بادشاہ کہیں جنگل میں گیا جہاں پانی نہ تھا، اس کو پیاس لگی، تلاش کے باوجود پانی نہ ملا، اچانک غیب سے ایک شخص نمودار ہوا، جس کے پاس پانی تھا، بادشاہ نے اس سے پانی مانگا، اس نے پانی دینے سے انکار کر دیا، بادشاہ کی جان جانے لگی تو نہایت گریہ زاری سے کہنے لگا، پانی پلا دو، میں آؤھی بادشاہت تجھے دیتا ہوں، اس نے پانی دے دیا، کچھ دیر بعد اس کو پیشاب کی تکلیف ہوئی کہ پیشاب نکل نہیں رہا، بادشاہ نے اس آدمی کو کہا کہ کچھ علاج کرو کہ پیشاب نکل آئے باقی آؤھی بادشاہت بھی تجھے دیتا ہوں، اس نے دعا کی پیشاب نکل آیا، تو وہ کہنے لگا کہ تیرے سارے ملک اور بادشاہت کی قیمت یہ ہے کہ آؤھا ملک تو تو نے پانی کے چند گھونٹ پینے میں دے دیا اور باقی آؤھا ملک اس پانی کو پیشاب کے ذریعے نکالنے میں پیش کر دیا، بس اپنی باقی چیزوں کو بھی اسی پر قیاس کر لو۔

چنانچہ حدیث میں آیا ہے اگر پوری دنیا کی قیمت ایک چمچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو پانی کا ایک گھونٹ نہ ملتا، صاحب تنویر الاذہان نے ج ۱ / ص ۵۵ میں اس آیت کی تفسیر کے تحت لکھا: ﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ﴾ اے آپ کہہ دیں کہ دنیا کا سامان تھوڑا ہے اور متقی کے لئے آخرت بہتر ہے۔ (نساء آیت ۷۷) آخرت دنیا سے بہتر ہے کیونکہ دنیا کی نعمتیں کم اور آخرت کی زیادہ ہیں، دنیا کی نعمتیں ختم ہونے والی اور آخرت کی نعمتیں لہدی ہیں، دنیا کی نعمتیں فکرو غم اور مصائب کے ساتھ مخلوط جب کہ آخرت کی نعمتیں صاف و شفاف، دنیا کی نعمتیں مشکوک کیونکہ بڑے سے بڑا اور پریش زندگی گزارنے والا بھی نہیں جانتا کہ اگلے دن میرا کیا انجام ہوگا، جب کہ آخرت کی نعمتیں یقینی ہیں۔ تو عاقل کے لئے لازم ہے کہ وہ آخرت کو اختیار کرے جو ہر خیر سے بڑا ہے اور دنیا سے پرہیز کرے جو ہر شر سے بھری ہوئی ہے۔

عبرت، عبرت، عبرت

منقول ہے کہ ایک شخص نے کسی سے مکان خرید اور کہا کہ اس کی رجسٹری لکھ دو، اس نے یوں لکھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم اما بعد، ایک فریب خوردہ نے دوسرے فریب خوردہ سے مکان خریدا اور غافلوں کی گلی میں داخل ہوا، یہ ایسا مکان ہے کہ صاحب مکان کو بقاء نہیں، اس کے حدود اربعہ مندرجہ ذیل ہیں۔

☆ پہلی حد تو موت تک پہنچتی ہے۔

☆ دوسری حد موت سے لے کر قبر تک ہے۔

☆ تیسری حد قبر سے لے کر میدان حشر تک جاتی ہے۔

☆ اور اس کی چوتھی حد یہاں سے دوزخ یا جنت کے اندر تک جاتی ہے، فقط والسلام۔

رجسٹری کی یہ تحریر دیکھ کر مالک نے جب خریدار کو سنائی تو اس نے مکان واپس کر دیا اور تمام رقم صدقہ کر دی اور زندہ اور تقویٰ اختیار کر لیا، یہ ان لوگوں کا حال ہے جو حقیقت سے شناسا ہیں، مگر دنیا سے غافل لوگ دنیا کی تعمیر میں اپنی آخرت برباد کر رہے ہیں۔

یہ بھی تو کسی ماں کا بیٹا تھا

حضرت بھلول رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ وہ بصرہ کی کسی سڑک سے گزر رہے تھے اور بچے اخروٹ اور باداموں کے ساتھ کھیل رہے تھے اور ایک چھان کو دیکھ کر رو رہا تھا، میں سمجھا

کہ اس بچے کے پاس اخروٹ وغیرہ نہیں ہیں جن سے یہ بھی کھیلے، اس لئے حسرت سے رورہا ہے، میں نے پوچھا، پھر تو کیوں رورہا ہے، میں تجھے بھی یہ چیزیں خرید دیتا ہوں، تاکہ تم بھی ان کے ساتھ کھیل میں شریک ہو سکو، بچے نے نظر اٹھا کر جو مجھے دیکھا اور یوں گویا ہوا، ارے کم عقل ہم کھیل کے لئے پیدا نہیں کئے گئے، میں نے کہا تو پھر تو کس لئے پیدا کیا گیا ہے؟ اس نے کامل طور پر عبادت کے لئے، میں نے کہا یہ تو نے کہاں سے سیکھا؟ کہنے لگا، قرآن کی اس آیت سے کہ: ﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ﴾ (سورۃ المؤمن آیت: ۱۱۵) جس کا ترجمہ یہ ہے: ”کیا تم نے سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تمہیں فضول پیدا کیا ہے اور تم لوٹ کر ہمارے پاس نہیں آؤ گے۔“ پھر اس نے عربی کے چند شعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

میں دیکھ رہا ہوں کہ دنیائیں ٹھن کر چل رہی ہے، نہ تو دنیا کسی زندہ کے لئے باقی رہے گی اور نہ کوئی زندہ دنیا کے لئے رہے گا، گویا کہ موت اور حادثات تیز رفتار گھوڑے کی طرح انسان کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ بس اے دنیا کے فریب خوردہ ٹھہر جا اور اس دنیا سے اپنے لئے کوئی کارآمد چیز حاصل کر۔
(تویر الاذہان ج ۳ / ص ۳۵)

ایسے ہونمار بیٹے جتنے والی مائیں آج کہاں کھو گئیں؟ افسوس ایسے بیٹے اور بیٹیاں آج تلاش کرنے سے بھی نہیں ملتے (الامشاء اللہ) کسی نے شاید یہی رونا روتے ہوئے کہا ہے۔

مریم کہاں تلاش کرے اپنے خون کو
ہر شخص کے گلے میں نشان صلیب تھا

آج مریم صالح اور ہونمار بیٹے کی تلاش میں سرگرداں ہے مگر اسے اپنا محمدی بیٹا نہیں مل رہا۔ سب بیٹے یہود و نصاریٰ کی چال چل رہے ہیں (الامشاء اللہ)

پیدائش کے وقت مٹھیاں بند کیوں ہوتی ہیں؟

تویر الاذہان ج ۲ / ص ۷۸ میں ہے کہ کسی دانا سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو مٹھیاں بند ہوتی ہیں، اور جب مرتا ہے تو مٹھیاں کھلی ہوتی ہیں، اس دانا نے دو شعر پڑھے:

مقبوض کف المرء عند ولادة
دلیل علی الحرص المركب فی الحی
ومبسوط کف المرء عند وفاته
بقول: انظروا انی خرجت بلا شیء

جن کا خلاصہ یہ ہے کہ: ”پیدائش کے وقت انسان کی مٹھی بند ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ زندگی حرص و ہوس پر مبنی ہے اور مرنے کے وقت مٹھیوں کا بند ہونا اعلان ہے اس بات کا لوگوں کو دیکھ لو میں دنیا سے خالی ہاتھ جا رہا ہوں۔“

بیکنی بن معاذ رحمہ اللہ نے کہا! اے اللہ دنیا تیری یاد کے بغیر مزہ نہیں دیتی اور آخرت تیرے کرم اور معافی کے بغیر مزہ نہیں دیتی اور جنت تیرے دیدار کے بغیر بے لطف ہے۔

حدیث میں ہے دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سب اللہ کی رحمت سے دور اور ملعون ہے، ہاں البتہ اللہ کی یاد اور دنیا کی وہ چیز جو اللہ کی یاد کے ساتھ لگی ہو اور عالم اور طالب علم (یہ سب رحمت والے ہیں اور اللہ کی رحمت سے دور نہیں) (ترمذی حدیث نمبر ۲۳۲۳، ابن ماجہ نمبر ۱۱۲)

قرآن پاک میں کوئی اشارہ یا ایک آیت بھی ایسی نہیں ملے گی جس میں اللہ تعالیٰ نے فقط دنیا اور اس کی آرائش کی ترغیب دی ہو، بلکہ جہاں بھی دنیا کا تذکرہ آیا پہلے اس کے عیوب اور اس کے نقصانات بیان کئے پھر فوائد۔

میرے دوستوں اور ساتھیوں ہم یہ نہیں کہتے کہ دنیا کمانے سے اجتناب کرو بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ شرعی طریقہ سے اور بلا حرص و دنیا حاصل کرو، ہمہ تن اس میں نہ لگ جاؤ کہ ہر حال میں امور دینیہ کو پیچھے چھوڑ کر دنیا کاؤ، کیونکہ یہ بات ہر کوئی جانتا ہے کہ چراغ کی بتی جب اپنی مناسب مقدار سے اونچی ہو جائے تو وہ دھواں چھوڑتی ہے جس سے انسان کا منہ، چھت دیواریں سب کالی ہو جاتی ہیں، بلکہ بسا اوقات ایسا چراغ مکان جلنے کا باعث بن جاتا ہے، جس سے مرد، عورتیں، بچے، بوڑھے سب کچھ جل جاتا ہے، یہ نتیجہ ہے انسان کی غفلت کا، لہذا لازم ہے چراغ کی روشنی اور بتی اعتدال پر رکھی جائے۔ عربی جملہ معروف ہے: (خیر الأمور أوسطها) اچھا کام وہ ہے جو میانہ روی سے ہو۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ اسی کو فرماتے ہیں:

کسب دنیا تو کر حرص کم رکھ اس پر تو دین کو مقدم رکھ
دینے لگتا ہے دھواں پھر یہ چراغ اک ذرا اس کی لو کو مدھم رکھ

تویر الاذہان ج ۱ / ص ۳۰۳، ۳۰۴ میں ہے علماء نے فرمایا ہے کہ دنیا کی محبت اور اس میں رغبت کرنے والے کا دل مردہ ہوتا ہے، نیکی کرتا ہے مگر دل میں اس کی منہاس نہیں پاتا۔

جیسا کہ شیخ ابو عبد اللہ قرشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی نیک آدمی سے شکایت کی کہ کیا وجہ ہے وہ خوب نیکیاں بھی کرتا ہے مگر ان کی حلاوت اور منہاس دل میں محسوس نہیں کرتا؟ تو جواب میں فرمایا: یہ اس لئے ہے کہ تمہارے دل کے اندر ابلیس ملعون کی بیٹی بیٹھی ہوئی ہے

اور وہ دنیا ہے اور باپ اپنی بیٹی کے گھر میں (جو اس وقت تیرے دل میں ڈیرا لگائے بیٹھی ہے) اس کی زیارت اور ملاقات کے لئے تو ضرور آنے گا اور اس بیٹی کا کسی بھی گھر بیٹھے رہنا اس گھر کے فساد کا باعث نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا؟ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو فرمایا تھا: اے داؤد اگر تو مجھ سے محبت کرنا چاہتا ہے تو دنیا کی محبت اپنے دل سے نکال دے، کیونکہ میری محبت اور دنیا کی محبت دونوں ایک دل میں بھی جمع نہیں ہو سکتیں۔

صاحب تنویر الاذہان نے ج/۱ ص/۲۹۹ میں لکھا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا ایک بستی پر سے گزر ہوا جہاں کے تمام باشندے گھروں میں اور سڑکوں پر مرے پڑے تھے، تو آپ نے اپنے حواریوں کو فرمایا کہ یہ لوگ عذاب میں مبتلا ہو کر مرے ہیں، اگر یہ اپنی طبعی موت مرتے تو یوں نہ ہو تاہم ایک دوسرے کو دفن کرتے، حواریوں نے کہا یا روح اللہ! ہم ان کا حال جاننا چاہتے ہیں، آپ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تو وحی نازل ہوئی کہ رات کو انہیں آواز دینا وہ آپ کو جواب دیں گے، جب رات ہوئی تو آپ مُردوں کے پاس آئے، اور آواز دی کہ اے بستی والو تمہیں کیا ہوا؟ تو جواب آیا کہ رات کو ہم ظیّر و عافیت لیئے ہوئے تھے، مگر صبح کو عذاب میں مبتلا ہوئے، فرمایا یہ کیسے ہوا کیا واقعہ ہے؟ کہنے لگے ہم نے دنیا سے محبت کی اور بُروں کی اطاعت کی، فرمایا دنیا کی محبت کیسے ہوئی؟ کہنے لگے ایسے جیسے چہ اپنی ماں سے محبت کرتا ہے کہ جب ماں پاس آگئی خوش ہو گیا اور جب چلی گئی تو غمگین۔ فرمایا کہ تمہارے دوسرے ساتھی کیوں نہیں جواب دے رہے؟ اس نے کہا اس لئے کہ ان کو آگ کی لگامیں ڈالی گئیں ہیں، فرمایا تو نے کیسے جواب دیا؟ اس نے کہا میں بھی تھا تو انہیں میں سے مگر ان کا ساتھ نہ دیتا تھا، جب ان پر عذاب آیا تو مجھ پر بھی آیا، میں جہنم کے کنارے پر لٹکا ہوا ہوں، اب مجھے معلوم نہیں کہ چوں گایا جہنم میں گر آیا جاؤں گا۔

(یہ تھا ہماری اس دنیا کا مختصر سا خاکہ جس نے ہمیں مجنون بنا رکھا ہے اور آخرت سے اور توبہ الی اللہ سے غافل کر دیا ہے اب ہم اپنے اصل مضمون توبہ الی اللہ کی طرف آتے ہیں)

توبہ کے عجیب و غریب فائدے

شیخ عقیف طبارہ نے اپنی کتاب (روح الدین الاسلامی ص ۷۵) پر لکھا ہے (اے میرے بھائی! تو جان لے کہ توبہ کرنے میں انسان کے لئے بڑے فائدے ہیں، توبہ کرنے والے کے لئے یہی شرافت کافی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک عدل و انصاف کی صفت والا شمار ہوتا ہے، فرمان الہی ہے: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَسُبَّ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ﴾ (الحجرات: ۱۱) یعنی اپنے گناہوں پر توبہ نہ

کرنے والے ظالم ہیں، جب توبہ نہ کرنے والے ظالم ٹھہرے تو توبہ کرنے والے خود بخود عادل قرار پائیں گے، کیونکہ یہ ضابطہ ہے کہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔

توبہ کا ایک فائدہ یہ ہے کہ یہ انسان کا ایک زبردست اخلاقی ہتھیار ہے اور ایمانی اسلحہ ہے، جب آدمی توبہ کا ہتھیار استعمال کرتا ہے یعنی توبہ پر استقامت اختیار کر لیتا ہے تو اس سے آدمی کی زندگی میں انقلاب پیدا ہو جاتا ہے، اس بنا پر انسانی اخلاق کی درستگی کے لئے توبہ کو ایک اہم بنیادی حیثیت حاصل ہے، اس لئے جب بھی مسلمان اس میں تاخیر کرے گا تو اس سے مسلمان کی اسلامی حیثیت میں خرابی اور بگاڑ پیدا ہوگا۔ اس بنا پر ہالینڈ کے ایک مصنف (فرانز شال) نے اپنے اس مقالہ میں جو مجلہ اسلامیہ (جاری کردہ جمعیت اسلامیہ و کنجبر طانیہ) میں شائع ہوا لکھا ہے:

کہ یہ حقیقت ہے کہ اسلام میں توبہ ہی ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے افراد کی کاپلاٹ جاتی ہے اور توبہ انسانی سیرت کا ایک عظیم ہتھیار ہے، توبہ میں اصل ندامت ہے کہ جس سے آدمی آئندہ اپنے کردار میں تبدیلی کر لیتا ہے، تو ندامت گویا اصلاح کردار کا ذریعہ ہوتی۔ اتنی

توبہ کا دوسرا فائدہ احترام ذات ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ توبہ کے بہترین فوائد میں سے ایک یہ فائدہ ہے کہ آدمی کو اپنی ذات قابل احترام نظر آتی ہے، جب کہ آدمی گناہوں کی حالت میں اپنے آپ کو گھٹیا اور ناپسندیدہ دیکھتا ہے اور اپنی نگاہوں میں خود ہی گر جاتا ہے اور توبہ کے بعد طبعی صورت حال مختلف ہوتی ہے، اس طرح کہ تائب آدمی کو اپنی ذات محبوب نظر آتی ہے اور وہ اپنی ذات کا احترام کرتا ہے اور اس کا مزید بیان آگے آ رہا ہے۔

توبہ کا تیسرا فائدہ یہ ہے کہ جب گناہوں کی وجہ سے آدمی کو ایک بے قراری کی حالت لاحق ہو جاتی ہے تو توبہ انسان کی اس بے قراری اور بے چینی کو دور کر دیتی ہے کیونکہ توبہ کے بعد نامیدی کی کیفیت زائل ہو جاتی ہے جس سے آدمی کو طبعی راحت حاصل ہوتی ہے۔

توبہ کا چوتھا فائدہ یہ ہے کہ گناہوں کی حالت میں آدمی اپنے آپ کو گناہوں کی وجہ سے قابل سزا اور حقیر سمجھتا ہے اور توبہ کے بعد آدمی کو اپنی ذات قابل احترام نظر آتی ہے۔

توبہ کا پانچواں فائدہ یہ ہے کہ توبہ کرنے سے تائب کو گناہوں کے بوجھ تلے سے رہائی مل جاتی ہے اور گناہ کے سبب جو اس پہ ایک خوف طاری ہو جاتا ہے وہ زائل ہو کر ایک قسم کی اس کو ذہنی آزادی حاصل ہو جاتی ہے۔

توبہ کا چھٹا فائدہ یہ ہے کہ توبہ سے عمل میں برکت اور دل کو رقت حاصل ہوتی ہے۔ میرے توبہ کرنے والے بھائی! توبہ کا ظاہری اعمال میں بھی اثر ہوتا ہے اور دلی کیفیت میں

بھی تبدیلی ہوتی ہے، چنانچہ علامہ ابن جوزی کا بیان ہے کہ توبہ کرنے سے دلی طور پر آدمی کو رقت قلب، محبت اور نرمی کی دولت ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے شکر اور اس کی حمد و ثناء کی توفیق میسر ہوتی ہے اور رضائے الہی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، اسی طرح اور بھی بندگی کے دوسرے اوصاف حاصل ہوتے ہیں، جب بندہ سچی توبہ کر لیتا ہے تو قبولیت توبہ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ کو مختلف انواع کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں جن کی تفصیل بیان کرنا مشکل ہے، بلکہ توبہ کی برکات مسلسل جاری رہتی ہیں، جب تک کہ بندہ خود ہی توبہ کو گناہوں کے ساتھ توڑ نہ دے۔ (مفتاح دار السعادة لابن الجوزی ج ۱/ ص ۳۶۵)

توبہ کا ساتواں فائدہ یہ ہے کہ گناہ نیکوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا﴾ (سورۃ الفرقان: ۷۰)

ترجمہ: (مگر جو توبہ کر لیں اور ایمان لا کر اچھے عمل کریں، تو اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں کو نیکوں کے ساتھ تبدیل کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے غفور رحیم ہیں۔)

یہ توبہ کے فوائد میں سب سے بڑا فائدہ ہے جس کی وجہ سے آدمی کو توبہ کی طرف بہت رغبت ہونی چاہئے اور یہ کوشش ہونی چاہئے کہ آدمی ہر لحظہ اللہ رب العزت کے حضور توبہ کرتا رہے۔ کیونکہ توبہ آدمی کے پچھلے گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور آدمی ہر وقت یوں ہوتا ہے جیسے آج پیدا ہونے والا معصوم بچہ جو کہ گناہوں سے بالکل پاک و صاف ہے۔

اس بنا پر توبہ سالکین کے لئے راستہ کا اہم دائی درجہ بھی ہے اور منتہی کامیاب لوگوں کا اصل سرمایہ بھی ہے، مریدین کا پہلا فن بھی ہے اور راہ ہدایت سے بھٹکنے کی حفاظت کا سامان بھی ہے اور دین پر استقامت کا ذریعہ بھی، مقررین کے لئے اللہ کا قرب و خصوصیت کا زینہ بھی ہے۔

(موسوۃ اخلاق القرآن للشریفا ص ۲/ ص ۵۳)

توبہ سے کڑوے پھل بھی میٹھے ہو جاتے ہیں

آدمی کی بری نیت اور غلط ارادے سے بھی نحوست آتی ہے، جب کہ غلط ارادے سے توبہ کرنے سے بھی برکات حاصل ہوتی ہیں، چنانچہ اس سلسلہ میں ملک ایران کے عادل بادشاہ نوشیرواں کا عجیب قصہ ہے۔

قصہ یہ ہے کہ ایک دن ایران کا بادشاہ نوشیرواں شکار کے لئے نکلا اور گھوڑے کو تیز دوڑایا اپنے ساتھیوں سے کٹ گیا، نوشیرواں بادشاہ کو سخت پیاس لگی تو وہ ایک پھلوں کے باغ میں داخل ہو

گیا، باغ میں پہنچ کر بادشاہ نے وہاں ایک لڑکے سے کہا کہ مجھے ایک انار دو، لڑکے نے انار توڑ کر دیا، جب انار کے دانے نکال کر ان کو نچوڑا تو اس سے بہت میٹھا اور اندازے سے زیادہ رس نکلا، بادشاہ نے انار کا رس پیا، بادشاہ کو انار سے اتنا رس نکلنے پر تعجب ہوا، دل میں ارادہ کر لیا کہ اس باغ کو مالک سے لے لیا جائے، بادشاہ نے دوبارہ لڑکے سے کہا کہ مجھے ایک اور انار دو، لڑکے نے بادشاہ کو ایک دوسرا انار توڑ کر دیا، جب انار کے دانے نکال کر ان کو نچوڑا تو رس بہت ہی تھوڑا اور کھٹا نکلا۔ بادشاہ کو حیرانی ہوئی۔ بادشاہ نے اس لڑکے سے پوچھا بھئی! اس دوسرے انار کو کیا ہوا؟ اس سے اتنا کم رس کیوں نکلا؟ لڑکے نے جواب دیا کہ اندازہ ہے کہ شاید اس ملک کے بادشاہ نے ظلم کا ارادہ کر لیا ہے، اس لئے اس کی نحوست سے انار اس طرح ہو گیا، نوشیرواں بادشاہ نے اپنے دل میں ہی اس اپنے ارادے سے توبہ کر لی۔ اور پھر اس لڑکے سے کہا کہ مجھے ایک اور انار دو، لڑکے نے ایک تیسرا انار توڑ کر دے دیا، اب کی مرتبہ یہ تیسرا انار تو پہلے والے سے بھی زیادہ رس بھرا نکلا، بادشاہ نے لڑکے سے پوچھا کہ یہ تیسرا انار تو پہلے والے سے بھی زیادہ اچھا نکلا، انار کی یہ حالت بہتر کیوں کر ہو گئی؟ لڑکے نے جواب دیا کہ شاید بادشاہ نے ظلم کے ارادہ سے توبہ کر لی ہے۔

(تفسیر الرازی ج ۱ / ص ۲۴۴) میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ قصہ نقل کر کے لکھا ہے کہ اسی وجہ سے شاید منجانب اللہ یہ ضروری ہو گیا ہے کہ دنیا میں نوشیرواں بادشاہ کا نام صفت عدل کے ساتھ باقی رہے، چنانچہ نوشیرواں کا عدل بطور ضرب المثل مشہور ہے، بعض روایات میں تو یہاں تک آیا ہے کہ خود نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری پیدائش ایک عادل بادشاہ (نوشیرواں) کے دور میں ہوئی۔ غور کرو! کہ بری نیت کتنی نحوست ہے اور بری نیت سے توبہ کرنے کی بھی کتنی برکت ہے کہ توبہ کرنے سے انار کے رس میں اضافہ بھی ہو گیا اور کڑوے سے میٹھا بھی ہوگا، تو معلوم ہوا کہ آدمی کو اپنے رب کے سامنے ہر وقت عاجز بن کر توبہ کرتے رہنا چاہئے اور غلط عمل کو بجا غلط ارادہ بھی نہیں کرنا چاہئے۔

مذکورہ قصہ سے اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ آدمی کے گناہوں بلکہ بری نیت کی نحوست کا اثر ہر چیز پر پڑتا ہے، خود اپنے اوپر، اپنے اہل و عیال پر حتیٰ کہ گھر کے جانوروں پر بھی برائی اور نافرمانی کی نحوست کا اثر پڑتا ہے، چنانچہ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کا مقولہ ہے :

(إني لا عصي الله فأعرف ذلك في خلق حماري و خادمتي وإمرأتي و فاري بيتي)

(البدایۃ والنہایۃ لائین کثیر ج ۱۰ / ص ۱۹۹)

فرمایا کہ جب بھی مجھ سے کوئی اللہ کی نافرمانی ہو جاتی ہے تو اس کا اثر اپنے گدھے، گھر کے

چوہوں کی حرکات میں اور اپنی خادمہ اور بیوی کے طرز عمل سے پہچان لیتا ہوں۔

اور حضرت مجاہد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بے شک جب بارش رک جاتی ہے اور سخت قحط سالی ہوتی ہے تو چوپائے گناہ گار آدمیوں پر لعنت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ مصیبت آدمیوں کے گناہوں کی نحوست کی وجہ سے آئی ہے۔ (الجواب الکافی ص ۹۰)

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہ زمیں پر رہنے والے جانور اور کیرے کوڑے یہاں تک کہ گوبر کے کیرے بھی یہ کہتے ہیں کہ آدمیوں کے گناہوں کی نحوست کی وجہ سے ہم بارش سے محروم کر دیئے گئے۔ (الجواب الکافی ص ۹۰)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (کہ بے شک سرخاب اپنے گھونسے میں مرتا ہے ظالم کے ظلم کی وجہ سے یعنی وہ آدمی جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور گناہ کر کے اپنی جان پر ظلم کیا۔
(نفس المربع للذکور)

یہ تو گناہ گار کی حالت ہے کہ زندگی گناہوں کی نحوست میں گزارتا ہے، یہاں تک کہ جب گناہوں میں غرق ہو جاتا ہے، تو پھر گویا زندہ ہوتے ہوئے بھی اس کی حیثیت مردار کی ہوتی ہے اور دنیا کی ہر چیز میں اس کو نحوست نظر آتی ہے، کیوں کہ وہ خود منحوس ہے اور وہ اس درجہ گمراہ ہو جاتا ہے کہ پھر اس کو اپنے گناہوں کی نحوست سے نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

اس کے برعکس اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والا اور اس کی طرف رجوع کرنے والا آدمی جس کو یہ یقین ہے کہ جو بھی مصائب اور تکالیف کی شکلیں ہیں یہ سب مخائب اللہ ہیں اور وہ اللہ کے سامنے شرم و حیا کے ساتھ رہتا ہے اور اللہ کے حضور اپنے گناہوں کا اقرار کرتا ہے، اس لئے اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ و استغفار کے لئے کلمات تلقین ہوتے ہیں اور وہ حمد اللہ سمجھ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے نجات کا کون سا راستہ ہے جیسا کہ آیت :

﴿فَازِلْهُمَا الشَّيْطَانُ عَنْهَا فَيَتْلَقَىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ (سورۃ البقرہ: ۳۶ تا ۳۹ کی تفسیر میں روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کھجور کے لمبے درخت کی مانند دراز قد تھے، سر پر بہت بال تھے، جب ان سے لغزش ہوئی تو ان کے بدن کے کپڑے اتر گئے اور ان کا بدن ننگا ہو گیا اور اس سے پہلے انہوں نے اپنے پیچھے کو نہیں دیکھا تھا تو مارے شرم کے بھاگے، اچانک جنت کے ایک درخت نے ان کو سر کے بالوں سے پکڑ لیا، تو حضرت آدم نے درخت سے کہا کہ مجھے چھوڑ دے، درخت نے جواب دیا کہ میں آپ کو نہیں چھوڑوں گا، اسی

دور ان اللہ رب العزت کی طرف سے آواز آئی کہ اے آدم کیا مجھ سے بھاگ رہا ہے؟ حضرت آدم نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! نہیں بلکہ میں آپ سے شرمسار ہوں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی کہ مومن بندے کی شان یہ ہے کہ جب اس سے کوئی گناہ ہو جاتا ہے تو وہ اپنے رب سے شرم کرتا ہے، پھر اسے حمد اللہ معلوم ہو جاتا ہے کہ گناہ سے خلاصی کی کیا صورت ہے، چنانچہ اسے یہ بات سمجھ آ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اعتراف جرم کے ساتھ توبہ و استغفار کرنا ہی نجات کا واحد راستہ ہے۔ (کتاب الزہد ص ۸، ۷، اخرجه الحاكم والبيهقي و صححه الحاكم)

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت: ﴿فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ﴾ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! کیا آپ نے مجھے اپنے ہاتھ سے پیدا نہیں کیا؟ اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ کیوں نہیں، عرض کیا کہ آپ نے مجھ میں اپنی روح نہیں ڈالی؟ ارشاد ہوا کہ کیوں نہیں، عرض کیا کہ پھر میں چھبکا تو آپ نے فرمایا یو حملک اللہ اور آپ کی رحمت آپ کے غصے پر غالب ہے، ارشاد ہوا کیوں نہیں، عرض کیا کہ آپ نے خود ہی میری تقدیر میں نہیں لکھا کہ مجھ سے غلطی ہوگی؟ ارشاد ہوا کیوں نہیں، حضرت آدم نے عرض کیا کہ میرے پروردگار! پھر آپ بتائیں کہ اگر میں توبہ کر لوں تو آپ مجھے واپس جنت میں داخل فرما دیں گے؟ اللہ تعالیٰ کی طرف ارشاد ہوا کہ ضرور جنت میں داخل کر لوں گا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱/ ص ۸۲)

اور عبد بن حمید اور ابن المنذر نے اور اسی طرح شہتی نے شعب الایمان میں حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے اللہ تعالیٰ کے قول: ﴿فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ﴾ کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے بارگاہ الہی میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! آپ فرمائیں کہ کیا اگر میں توبہ کر لوں اور آئندہ عمل درست کروں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس صورت میں تجھے دوبارہ جنت میں داخل کروں گا، اس پر حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہما السلام نے یوں توبہ کی درخواست کی: ﴿وَبَنَّا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ (سورۃ الاعراف: ۲۳)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی توبہ کو قبول فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے دشمن ابلیس لعنہ اللہ علیہ نے نہ اعتراف گناہ کیا اور نہ توبہ و استغفار کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ سے قیامت تک کے لئے مہلت مانگی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کو مہلت دے دی اور اس طرح دونوں نے اللہ تعالیٰ سے جو مانگا ہر ایک کو وہی مل گیا۔ (الدر المنثور ج ۱/ ص ۵۹)

تیسرا باب

توبہ کرنے والے حضرات و خواتین کے عجیب و غریب قصے

نوٹ..... آئندہ صفحات میں لکھے گئے اکثر قصے ان قدامہ المقدسی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف
”کتاب التوائین“ سے نقل کئے گئے ہیں۔

امام ابن قدامہ کا مختصر تعارف

الامام الفقیہ الزاہد شیخ الاسلام ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ المقدسی الحنبلی،
شعبان ۵۴۱ھ میں شہر جماعیل میں پیدا ہوئے، یہ شہر فلسطین میں بیت المقدس کے قریب نابلس
کے مضافات میں سے ہے اور بروز ہفتہ عید کے دن ۶۲۰ھ میں وفات پائی۔ اور ابن قدامہ رحمۃ
اللہ علیہ کی فقہ وغیرہ میں کئی مفید کتب ہیں، ان میں سے ایک ”معنی“ شرح ”مختصر الخرقی“ فقہ
میں بالخصوص تصنیف ہے، سلطان العلماء العزیز عبدالسلام نے ان کی اس کتاب کے بارہ میں
فرمایا ہے کہ فتویٰ کے لئے میرے پاس سب سے بڑھ کر ”معنی“ کا نسخہ ہے۔

اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ امام اوزاعی کے بعد موفق (ابن قدامہ)
رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ کوئی فقیہ شام میں داخل نہیں ہوا۔

اور ابن الصلاح نے فرمایا کہ میں نے موفق ابن قدامہ جیسی کوئی شخصیت نہیں دیکھی۔
اور ابن الجوزی کا قول ہے کہ جس شخص نے موفق ابن قدامہ کو دیکھا تو گویا اس نے کسی
صحابی کو دیکھا، کیوں کہ ان کی صورت و سیرت صحابہ کی طرح تھی، ان کے چہرے سے نور ایمان
چمکتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ حافظ ضیاء الدین المقدسی نے ان کی سیرت میں ایک کتاب تصنیف کی ہے
اور اسی طرح حافظ ذہبی نے بھی ان کی سیرت میں ایک کتاب لکھی ہے اور ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ
علم و تقویٰ میں کمال درجہ کے ساتھ ساتھ وہ ایک مجاہد فی سبیل اللہ بھی تھے، چنانچہ وہ اسلام کے
نامور بہادر سپہ سالار سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ جہاد فی سبیل اللہ میں
شریک رہے۔ مزید معلومات کے لئے کتاب التوائین کی طرف رجوع کریں۔

فصل

پہلی امتوں میں سے بعض توبہ کرنے والے بادشاہوں کا تذکرہ

بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ کے بیٹے کی توبہ کا قصہ

ابن قدامہ المقدسی رحمہ اللہ نے اپنی تصنیف ”کتاب التوہین“ میں بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ کے بیٹے کا عجیب قصہ بیان کیا ہے، قصہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کو اللہ تعالیٰ نے کافی لمبی عمر دی اور مال و اولاد میں بھی بڑا وافر حصہ عنایت فرمایا۔ اس کے لڑکوں میں سے جب بھی کوئی لڑکا بڑا ہوتا، تو بالوں کا بنا ہوا موٹا لباس پہنتا اور پہاڑوں میں جا کر ٹھہر جاتا اور درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرتا اور زمین میں چل پھر کر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں زندگی گزار دیتا، یہاں تک کہ موت کا وقت آجاتا اور وہ اس دنیا فانی سے رخصت ہو جاتا، چنانچہ یکے بعد دیگرے اس کے کئی لڑکوں کا یہی حال ہوا، اللہ تعالیٰ نے اس کو بڑھا پے میں پھر ایک لڑکا عنایت فرمایا، تو اس بادشاہ نے اپنی رعایا کے سرکردہ لوگوں کو بلایا اور ان سے کہا، کہ میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے اور ادھر میری بڑھا پے کی حالت ہے اور یہ بھی تم خوب جانتے ہو کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں، مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں یہ میرا لڑکا بھی بڑا ہو کر اپنے بھائیوں کی طرز نہ اختیار کر لے اور مجھے اس بات کا خطرہ لاحق ہے کہ اگر میرے بعد میرا کوئی لڑکا تخت نشین نہ ہوا تو کہیں ملک میں تمہاری تباہی اور بربادی کی حالت نہ پیدا ہو جائے۔ اس لئے تم ابھی سے اس لڑکے کو سنبھال لو اور اس کے دل میں دنیا کی رغبت اور محبت پیدا کرنے کی کوشش کرو، ہو سکتا ہے کہ یہ میرے بعد تمہارا بادشاہ بن جائے اور ملک کا نظام درست رہے اور تم تباہی سے بچے رہو۔ چنانچہ لوگوں نے بادشاہ کے حکم سے اس کی رہائش کے لئے تین میل لمبی اور تین میل چوڑی جگہ کے ارد گرد دیوار بنادی اور وہاں اس کے دل بھلانے کا ہر طرح کا انتظام کیا، چنانچہ شہزادہ اس چار دیواری میں عرصہ دراز تک رہا، عرصہ دراز کے بعد جب شہزادے نے ہوش سنبھالا اور بڑا ہوا تو ایک دفعہ وہ گھوڑے پر سوار ہوا اس نے نظر دوڑائی تو اسے معلوم ہوا کہ اس کے چاروں طرف ایک ایسی دیوار ہے جس کا کوئی بھی دروازہ نہیں، اس شہزادے نے اپنے خدمت گاروں سے کہا کہ میرا خیال ہے کہ اس دیوار کے پیچھے کوئی دوسرا ایسا جہان ہے جہاں لوگ بستے ہیں، اس لئے مجھے اس دیوار سے باہر نکالو تاکہ میں اور لوگوں سے بھی ملوں اور میرے علم میں اضافہ ہو، اس کی

خواہش کی اطلاع بادشاہ کو دی گئی، بادشاہ اس کی یہ بات سن کر خوف زدہ ہوا کہ کہیں یہ بھی اپنے بھائیوں کی روش نہ اختیار کر لے، اس لئے بادشاہ نے خدمت گاروں سے کہا کہ اس کو لمبو لعب اور کھیل تماشہ میں خوب مشغول کرو، تاکہ اس کا یہ خیال دل سے نکل جائے چنانچہ خدمت گاروں نے حکم کی تعمیل کی۔

سال گزر جانے کے بعد وہ لڑکا پھر ایک مرتبہ گھوڑے پر سوار ہوا اور تقاضا کیا کہ اس چار دیواری سے باہر ضرور نکلتا ہے، بادشاہ کو اس کی اطلاع دی گئی، اس دفعہ بادشاہ نے شہزادے کو چار دیواری سے باہر نکلنے کی اجازت دے دی، چنانچہ جلدی میں تیاری شروع کر دی اور اس کو سونے، زمرود وغیرہ جواہرات سے جڑا ہوا تاج پہنایا گیا اور لوگ اس کے ارد گرد جمع ہو گئے، اسی دوران شہزادہ جارہا تھا کہ اچانک اس کی نظر ایک مصیبت زدہ پر پڑی، شہزادے نے خدمت گاروں سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ اس کو کیا ہوا؟ خدمت گاروں نے جواب دیا کہ یہ ایک مصیبت زدہ بیمار آدمی ہے، شہزادے نے پوچھا کہ یہ مصیبت اور بیماری کسی کسی کو آتی ہے یا ہر شخص کو آسکتی ہے؟ خدمت گاروں نے جواب دیا کہ ہر شخص کو یہ مصیبت آسکتی ہے، شہزادے نے پوچھا کہ مجھ جیسے شہزادے کو بھی اس کا خطرہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جی ہاں! شہزادے نے کہا کہ افسوس تمہاری اس عیش والی زندگی پر جو ایسے خطرات والی ہے، اس کے بعد شہزادہ غمگین حالت میں واپس ہوا، شہزادے کی یہ صورت حال بادشاہ کو بتلائی گئی، بادشاہ نے کہا کہ اس کو خوب لمبو لعب اور کھیل تماشہ میں مشغول کرو تاکہ اس کے دل سے غم و حزن نکل جائے، چنانچہ شاہی حکم کی تعمیل کی گئی۔

ایک سال گزر جانے کے بعد پھر شہزادے نے اس چار دیواری سے باہر جانے کا تقاضا کیا، چنانچہ خدمت گاروں نے اس کو پہلے کی طرح سونے اور قیمتی جواہرات سے جڑا ہوا تاج پہنایا اور وہ شہزادہ بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ چار دیواری سے باہر نکلا، اسی دوران کہ شہزادہ بڑی شان و شوکت کے ساتھ جارہا تھا، اچانک اس کی نظر ایک ایسے آدمی پر پڑی جو بہت بوڑھا ہو چکا تھا اور اس کے منہ سے رال بہہ رہی تھی، شہزادے نے خدمت گاروں سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے اور اس کو کیا ہوا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جی! یہ ایک بوڑھا شخص ہے اور بڑھاپے کی وجہ سے اس کی یہ حالت ہو گئی ہے، شہزادے نے پوچھا کہ کیا اسی کی یہ حالت ہو گئی ہے؟ یا ہر بوڑھے زیادہ عمر والے کو اس کا خطرہ لاحق ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جی! ہر بوڑھے شخص کو اس حالت کا خطرہ ہے، شہزادے نے کہا کہ افسوس تمہاری اس زندگی پر جس میں کوئی شخص بھی خطرات سے محفوظ نہیں ہے، اس دفعہ بھی شہزادے کی صورت حال سے بادشاہ کو مطلع کیا گیا، بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو خوب لمبو لعب میں

مشغول رکھو۔ چنانچہ خدمت گاروں نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی اور شہزادہ ایک سال کا عرصہ چار دیواری میں ہی رہا، جب عرصہ ایک سال گزر گیا، تو شہزادہ پھر گھوڑے پر سوار ہوا اور چار دیواری سے نکل کر شہر میں چل دیا، اب کی مرتبہ بھی جب شہزادہ بازار سے گزر رہا تھا تو اس نے اچانک ایک جنازہ دیکھا کہ لوگ اس کو کندھوں پر اٹھائے جا رہے ہیں، شہزادے نے پوچھا کہ مرنا کیا ہوتا ہے؟ اور اس کو میرے پاس لاؤ، چنانچہ جنازہ شہزادے کے پاس لایا گیا، شہزادے نے لوگوں سے کہا کہ اس کو بٹھاؤ، لوگوں نے جواب دیا کہ جی! یہ تو مردہ ہے اب یہ بیٹھ نہیں سکتا، شہزادے نے کہا کہ ذرا اس سے بات کرو، انہوں نے جواب دیا کہ اب یہ بات نہیں کر سکتا، شہزادے نے پوچھا کہ اچھا اب تم اس کو کہاں لے جا رہے ہو؟ لوگوں نے جواب دیا کہ قبرستان میں تاکہ اس کو قبر میں دفن کریں، شہزادے نے پوچھا کہ پھر اس کے بعد کیا ہوگا؟ لوگوں نے جواب دیا کہ اس کو حشر کا سامنا کرنا پڑے گا، شہزادے نے پوچھا کہ حشر کیا چیز ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ: ﴿يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (جس دن سب لوگ رب العالمین کے سامنے پیش ہوں گے) (المطففين: ۵) اور ہر شخص کو اس کے اچھے اور برے اعمال کا بدلہ ملے گا، شہزادے نے پوچھا کہ کیا اس جہان کے علاوہ بھی کوئی اور دوسرا جہان ہے؟ جہاں ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ ملے گا، لوگوں نے کہا کہ جی ہاں! ضرور ہے۔

شہزادہ یہ سن کر گھوڑے سے نیچے گر اور اپنے منہ پر مٹی ملنے لگا اور لوگوں سے کہا کہ میں جس بات سے ڈرتا تھا وہ تم نے ظاہر کر دی، کتنے نقصان کی یہ بات ہوتی کہ حشر کا دن آپنچتا اور مجھے اس کی خبر بھی نہ ہوتی، قسم ہے اس رب کی جو ہر ایک کا پالنے والا ہے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے ہر ایک سے حساب لے گا اور ہر ایک کو اس کے اچھے اور برے کا بدلہ دے گا، کہ یہ میری اور تمہاری آخری ملاقات ہے اور آج کے دن کے بعد تمہارا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں، خدمت گاروں نے کہا کہ ہم تو آپ کو نہیں چھوڑیں گے، چنانچہ خدمت گار شہزادے کو بادشاہ کے پاس واپس لے گئے اور شہزادے کی حالت ایسی ہو گئی کہ قریب تھا کہ اس کا خون خشک ہو جائے۔ بادشاہ نے شفقت کے ساتھ پوچھا کہ بیٹا! یہ بے قراری اور بے چینی کس وجہ سے؟ شہزادے نے جواب دیا کہ میری یہ بے قراری اور بے چینی اس دن کے خوف سے ہے جس دن ہر شخص کو اس کے اچھے اور برے کا بدلہ ملے گا، اس کے بعد اس شہزادے نے شاہی جوڑے اتار دیئے اور عام سادہ لباس پہن لیا اور کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں رات کو نکل جاؤں، چنانچہ تقریباً رات کا آدھا حصہ گزر گیا، تو وہ چل دیا، ابھی وہ شاہی محل کے دروازے سے نکلا ہی تھا کہ اس نے یہ دعا مانگی: الہی میں تجھ سے صرف ایک ہی سوال کرتا ہوں، نہ اس سے کم نہ اس سے زیادہ، وہ یہ ہے کہ میں اس فانی دنیا کو اپنی آنکھوں کے ساتھ ایک نظر بھی نہ دیکھوں۔

امراؤ القیس کی توبہ کا قصہ

مرزبانی نے ازدی سے یہ قصہ نقل کیا ہے کہ امرؤ القیس کندی نے اپنی عمر کا کافی حصہ لذات نفسانیہ اور لہو لعب میں مشغول ہو کر گزارا، وہ عیاشی کا بہت دلدادہ تھا، ایک مرتبہ وہ سوار ہو کر شکار کے لئے جنگل کی طرف چل دیا، اتفاقاً وہ اپنے دوسرے ساتھیوں سے علیحدہ ہو گیا اسی دوران اچانک اس کی نظر ایک ایسے آدمی پر پڑی جو مردوں کی ہڈیاں اکھٹی کئے ہوئے بیٹھا ہے اور ان ہڈیوں کو الٹ پلٹ کر رہا ہے، امرؤ القیس نے اس آدمی سے پوچھا بھئی! تمہارا کیا قصہ ہے؟ اور تمہاری بد حالی، جسم کا سوکھا پن، اور چہرہ کا رنگ اڑا ہوا، اور اس جنگل میں تنہائی، یہ تمہاری صورت جو میں دیکھ رہا ہوں یہ کیوں کر ایسی ہو گئی؟ اس آدمی نے جواب دیا کہ قصہ یہ ہے کہ مجھے ایک لمبا سفر درپیش ہے، مجھے اس کی فکر لگی ہوئی ہے۔ اور میرے ساتھ دو مضبوط قوی موکل ہیں، جو مجھے ایک تنگ و تاریک اور ناپسندیدہ مقام کی طرف لے جا رہے ہیں، پھر وہ مجھے زمین کی کئی تنوں کے نیچے پوسیدگی اور ہلاکت کے سپرد کر دیں گے، اگر اسی تنگ و تاریک اور وحشت ناک جگہ میں جہاں زمین کے کیرے کوڑے میرے جسم کے گوشت پوست کو کھا جائیں گے اور میری ہڈیاں گل کر ریزہ ریزہ ہو جائیں گی، مجھے چھوڑ دیا جائے تو میں سمجھوں گا کہ میری مصیبت اور سختی ختم ہو جائی گی، لیکن اسی پر بس نہیں ہے بلکہ اس کے بعد مجھے میدانِ حشر میں لایا جائے گا اور حساب و کتاب کے لئے ہولناک مقام میں مجھے کھڑا ہونا پڑے گا، پھر معلوم نہیں جہنم اور جنت دو مقاموں میں سے کس میں میرے جانے کا فیصلہ ہو گا، بھلا تم ہی بتاؤ کہ جس آدمی کے سامنے ایسا طویل سفر اور کٹھن مراحل ہوں وہ کبھی بھی خوشحال ہو سکتا ہے؟ جب امرؤ القیس نے اس آدمی کی یہ گفتگو سنی تو گھوڑے سے اتر کر اس آدمی کے سامنے جا بیٹھا اور کہا کہ آدمی تیری گفتگو سے میری زندگی مکدر ہو گئی اور میرا دل خوف زدہ ہو گیا ہے، ذرا اپنی بات کو دہراؤ اور اپنے دین کی وضاحت کر، اس آدمی نے امرؤ القیس سے کہا کہ تو میرے سامنے ان ہڈیوں کو نہیں دیکھتا؟ اس نے کہا کہ کیوں نہیں، میں دیکھ رہا ہوں، اس آدمی نے کہا کہ یہ ان بادشاہوں کی ہڈیاں ہیں جن کو دنیا کی زیب و زینت نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا اور دنیا ان کے دلوں پر چھا گئی تھی۔ اس لئے وہ اپنی موت اور قبر کی تیاری سے غافل ہو گئے، پھر موت نے ان کو اچانک آلیا اور امیدیں خاک میں مل گئیں اور ان کی دنیوی رونقیں ختم ہو گئیں اور اب وہ بوسیدہ ہڈیاں بن چکے ہیں۔ مگر اس کے بعد پھر ان ہڈیوں کو جسم بنادیا جائے گا اور قیامت کے دن ان کو ان کے اعمال کے مطابق اچھا یا برا بدلہ ملے گا، پھر یا ہمیشہ رہنے والی جنت ملے گی یا جہنم میں ڈال دیا جائے گا، پھر اس گفتگو کے

بعد وہ آدمی جلدی سے اٹھا اور کسی نامعلوم مقام کی طرف چل دیا، اتنے میں امرؤ القیس کے ہمراہی بھی اسے آئے، انہوں نے امرؤ القیس کی عجیب حالت دیکھی کہ وہ نہایت غمگین رنگ اڑا ہوا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں، جب رات کا وقت ہوا تو امرؤ القیس نے اپنا شاہانہ لباس اتار دیا اور دو پرانے کپڑے پہن لئے اور رات کی تاریکی میں کہیں چلا گیا، اس کے بعد پھر کسی نے اس کو نہیں دیکھا۔ (کتاب التواترین ابن قدامہ المقدسی صفحہ ۷۴، ۷۸) یہ امرؤ القیس مشہور شاعر نہیں بلکہ ایک دوسرے بزرگ ہیں جن کا شمار صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ (رحمۃ اللہ علیہ) اصابت ج ۱ صفحہ ۷۷ میں ان کا ترجمہ جکا نمبر ۲۵۰ ہے دیکھا جاسکتا ہے (مؤلف)

یمین کے بادشاہ کا قصہ

کہتے ہیں کہ یمین کے دو بادشاہوں کی آپس میں جنگ ہوئی، ان میں ایک دوسرے پر غالب آگیا اور اس کو قتل کر دیا اور اس کے ساتھیوں کو مار بھگایا، اب اس فاتح بادشاہ کے لئے شاہی محل کو مزین کیا گیا اور اس کے لئے شاہی تخت سجایا گیا، لوگ اس بادشاہ کے استقبال کے لئے کھڑے ہیں اور شاہی محل میں اس کی آمد کے منتظر ہیں، اسی دوران کہ بادشاہ شاہی محل کی طرف جا رہا تھا اچانک اس کے سامنے ایک شخص کھڑا ہوا جس کو لوگ دیوانہ کہتے تھے، اس شخص نے بادشاہ کے سامنے چند اشعار پڑھے، جن کا ترجمہ یہ ہے:

- ① زمانے کے بارے میں کان لگا کر یہ بات سن لے اگر تو دور اندیش ہے، کہ زمانے میں تجھے ایک برائی کا حکم کرنے والا اور دوسرا برائی سے روکنے والا ہے۔
- ② کتنے بادشاہ ہیں کہ جن کو قبر میں دفن کر کے ان پر مٹی ڈال دی گئی حالانکہ کل کی بات ہے کہ میں نے ان کو تخت شاہی پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔

(جن کے محلوں میں ہزاروں قسم کے فانوس تھے جھاڑان کی قبر پر ہیں اور نشان کچھ بھی نہیں)

- ③ اگر تو دنیا میں بصیرت کیساتھ ہے، تو پھر تیرا دنیا میں زیادہ سے زیادہ مسافرانہ توشہ ہونا چاہئے۔
 - ④ مگر دنیا کیساتھ کسی آدمی کا دین بھی باقی رہے تو پھر دنیا اس آدمی کیلئے نقصان دہ نہیں ہے۔
- بادشاہ نے یہ اشعار سن کر اس شخص سے کہا کہ تو نے بالکل سچ کہا، بادشاہ اپنے گھوڑے سے اتر اور اپنے ہمراہیوں کو چھوڑ کر پہاڑ کی طرف چل دیا اور اپنے ساتھیوں کو قسم دے کر کہا کہ کوئی شخص میرے پیچھے نہ آئے، بادشاہ آخر وقت تک اسی حالت میں رہا، حتیٰ کہ اس کا انتقال ہو گیا، بادشاہ کے چلے جانے کے بعد چند دن تک یمین کا تخت خالی رہا، آخر لوگوں نے مجبوراً کسی دوسرے کو یمین کا بادشاہ مقرر کر لیا۔

بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ کی توبہ کا قصہ

ملتقط میں عبدالواحد بن زید کی روایت سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا، اس کے پاس صرف پسنے کے لئے ایک جبہ اور پانی پینے کے لئے ایک مشکیزہ تھا اور ایک نسخہ میں ہے کہ اس کے پاس ایک مشکیزہ تھا جس میں وہ لوگوں کو پانی پلایا کرتا تھا، جب اس کی موت کا وقت قریب ہوا تو اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میرے پاس صرف یہ دو چیزیں ہیں ایک جبہ اور دوسرا مشکیزہ اور قیامت کے روز ان کو اٹھانے کی بھی طاقت نہیں رکھتا، میرے مرنے کے بعد یہ دونوں چیزیں فلاں بادشاہ کو دے دیں تاکہ وہ دنیا کے دوسرے بوجھوں کے ساتھ ان کو بھی اٹھالے، جب وہ عابد فوت ہو گیا تو لوگوں نے اس عابد کی وصیت کے مطابق بادشاہ کو اطلاع دی کہ اس عابد نے آپ کے بارے میں یہ کہا ہے، بادشاہ نے اس عابد کی یہ بات سن کر کہا کہ یہ عابد ایک جبہ اور ایک مشکیزہ صرف دو چیزوں کے بوجھ اٹھانے سے بھی عاجز ہے؟ اور میں نے دنیا کا خواہ مخواہ اس قدر بوجھ اپنے اوپر لا کر رکھا ہے، عابد کی زاہدانہ حالت سے بادشاہ کی دل کی دنیا بد ل گئی، چنانچہ بادشاہ نے شاہانہ لباس اتار کر پرہیز گاروں والا جبہ پہن لیا اور ساتھ مشکیزہ لے لیا، اب بادشاہ کی حالت بھی اس زاہد کی طرح ہو گئی کہ دنیا سے بے رغبتی اور عبادت میں محنت و مجاہدہ شروع کر دیا، پہلے بادشاہ تھا مگر اب وہ اللہ کی مخلوق کا خادم، چنانچہ وہ بھی مشکیزہ بھر بھر کر پیاسے لوگوں کو پانی پلاتا رہتا، بادشاہ نے ساری زندگی اسی حالت میں گزار دی۔

(ماخوذ از کتاب التوابین لابن قدامہ ص ۴۹، ۵۰)



—————

فصل

پہلی امتوں میں مختلف توبہ کرنے والے لوگوں کے واقعات

اصحاب غار کی توبہ کا عجیب قصہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ پہلے زمانے کی بات ہے کہ تین آدمی سفر کر رہے تھے اچانک بارش شروع ہو گئی مجبوراً وہ پہاڑ کی ایک غار میں داخل ہو گئے، بھی وہ غار میں داخل ہوئے ہی تھے کہ پہاڑ سے ایک بڑا پتھر لڑھکتا ہوا آیا جس نے غار کے منہ کو بالکل کر دیا، ان میں سے کسی نے کہا کہ اب نجات کی کوئی شکل دکھائی نہیں دیتی سوائے اس کے کہ اپنے بے نیک اعمال پر غور کریں اور نیک اعمال کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے اس مصیبت سے نجات کی انگی جائے۔

چنانچہ ان میں سے ایک آدمی نے دعا مانگتے ہوئے کہا، اے اللہ! میرے ماں باپ بوڑھے ہو چکے تھے اور میں اہل و عیال والا تھا، میں روزانہ جانوروں کو چرانے کے لئے جنگل جاتا اور جب شام کو آتا تو جانوروں کا دودھ دوہ کر سب سے پہلے اپنے والدین کو پلاتا، ایک دفعہ میں جانوروں کو چرانے کے لئے درختوں کی تلاش میں دور نکل گیا، جب میں واپس گھر دیر سے لوٹا ماں باپ سو چکے تھے، میں حسب معمول دودھ دوہ کر ان کی خدمت میں پہنچا، میں ان کے سر ہانے کھڑا ہو گیا، مجھے ان کو جگانا بھی ناگوار معلوم ہوا اور ان کو دودھ پلانے سے پہلے اپنے اہل و عیال کو دودھ پلانا بھی ناگوار گزرا، میں رات بھر دودھ کا پیالہ ہاتھ میں اٹھائے ماں باپ کے پاس کھڑا رہا اور بچے میرے پاؤں کے پاس بھوک سے روتے اور چلاتے رہے یہاں تک کہ صبح طلوع ہوئی اور وہ نیند سے بیدار ہوئے تو انہیں پہلے دودھ پلایا، اے اللہ! اگر یہ کام میں نے تیری رضا کے لئے کیا ہے تو ہم سے اس پتھر کی مصیبت کو دور فرما کہ غار کا منہ کھل جائے اور ہم آسمان دیکھ سکیں، اللہ کے حکم سے پتھر تھوڑا سا سرک گیا، جس سے غار کا کچھ منہ کھل گیا لیکن وہ غار سے نکل نہیں سکتے تھے۔

دوسرے نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہوئے کہا، اے اللہ! میرے چچائی ایک لڑکی تھی، میری محبت اس کے ساتھ غیر معمولی تھی، جیسا کہ مرد غور توں کے ساتھ محبت کرتے ہیں، میں نے اس سے تکمیل خواہش کا ابراہہ ظاہر کیا اس نے انکار کیا مگر اس شرط پر کہ میں اس کو ایک سو پچیس دینار دوں

میں نے کوشش محنت کر کے ایک سوئس دینار جمع کئے، پھر اس کے پاس آیا، چنانچہ وہ رضامند ہو گئی، جب میں اس کی دو ٹانگوں کے درمیان بیٹھا تو اس نے کہا کہ اے اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر اور ناجائز مہرنہ توڑ، میں وہاں سے اٹھا حالانکہ اس لڑکی کی شدید محبت سے دوچار تھا، اے اللہ اگر میں نے یہ کام تیری رضا کے لئے کیا ہے تو ہمیں اس مصیبت سے نجات عطا فرما اور غار کا منہ کھول دے کہ ہم صاف آسمان کو دیکھ سکیں، چنانچہ اللہ کے حکم سے پتھر سرک گیا اور غار کا منہ مزید کشادہ ہو گیا۔

تیسرے نے دعا مانگتے ہوئے کہا، اے اللہ! میں نے ایک مزدور کو اجرت دی، مگر وہ اپنی مزدوری کو کم سمجھتے ہوئے چھوڑ کر چلا گیا، میں اس کی مزدوری کے پیسوں کو تجارت میں لگا کر بڑھاتا رہا، اس طرح اس کا مال بہت ہو گیا، میں نے اس مال سے گائے وغیرہ جانور اور غلام خریدے، کچھ عرصہ کے بعد وہ پھر میرے پاس آیا اور مجھے کہا خدا سے ڈر اور میرا حق نہ مار، میں نے کہا اپنا حق وصول کر لیں یہ گائیں وغیرہ مال اور غلام سب تیرے ہیں، اس نے کہا اے بندہ خدا! میرے ساتھ مذاق نہ کر، میں نے کہا کہ میں تیرے ساتھ مذاق نہیں کر رہا، تو وہ شخص تمام مال لے کر چلا گیا، اے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری خوشنودی کے لئے کیا ہے تو ہم سے ہماری مصیبت دور فرما اور غار کا منہ کھول دے، اللہ تعالیٰ نے غار کا سارا منہ کھول دیا۔ (یہ حدیث امام بخاری نے کتاب البیوع اور کتاب الاجارہ میں بیان کی ہے۔)

ناجائز مہرنہ توڑنے کا معنی یہ ہے کہ تیرے لئے مجھ سے قیمت کرنا بغیر صحیح نکاح کے جائز نہیں اور بعض روایات میں یوں ہے کہ میں تجھے اللہ یاد دلاتی ہوں اس پر کہ تو ایسی چیز پر سوار ہو جس کو اللہ نے تجھ پر حرام کیا ہے، اس نے کہا میں زیادہ حق دار ہوں ۲۰ کا کہ اللہ سے ڈروں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جب میں نے اس کا ستر بنگا کیا تو وہ میرے نیچے سے کانپ اٹھی، میں نے کہا تجھے کیا ہوا؟ اس لڑکی نے کہا کہ میں اللہ رب العزت سے ڈرتی ہوں، میں نے اس سے کہا کہ تو سختی کی حالت میں اللہ سے ڈرتی ہے اور میں اللہ سے آسانی کی حالت میں کیوں نہ ڈروں؟ چنانچہ اس لڑکی کو چھوڑ دیا۔ (من کتاب التواہین)

غار والی سابقہ حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ چچا زاد لڑکی والے شخص کے دل میں واقعی خوف خدا تھا اور اس نے اپنی نفسانی خواہش کو محض اللہ سے ڈرتے ہوئے ترک کیا اور اپنے نفس کو خواہش کی پیروی سے روکا ایسے شخص کے متعلق اللہ تعالیٰ نے خود گواہی دی ہے کہ اس کے لئے جنت ہے۔

فرمان الہی ہے: ﴿وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ

ترجمہ: (یعنی جس شخص کو یہ خوف دامن گیر ہو کہ کل روز قیامت اللہ رب العزت کے سامنے حساب کے لئے پیشی ہوگی اور نفس کو خواہش کی پیروی سے روکے رکھا، تو اس کا جنت میں ٹھکانا ہوگا۔)

اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مصیبت و پریشانی میں خاص کر اللہ رب العزت ہی سے دعا کرنا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے اور نیک عمل کے وسیلہ سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے، علاوہ ازیں اس حدیث سے اور بھی بعض فضائل و مسائل کا ثبوت ہوتا ہے، جو مندرجہ ذیل ہیں، فضائل:

① عمل میں اخلاص کی بڑی فضیلت ہے۔
② والدین کے ساتھ حسن سلوک، ان کی خدمت، ان کو اہل و عیال پر ترجیح دینا اور ان کی راحت رسانی کے لئے خود مشقت برداشت کرنا بڑی فضیلت کی چیز ہے۔ حدیث میں بچوں کے رونے کا جو آیا ہے، شاید یہ عموماً کچھ بھوک سے رونے کا درجہ ہو گا ورنہ انتہائی شدت بھوک سے بچوں کے رونے کی پروا نہ کرنا قابل اشکال امر ہے۔

③ قدرت کے باوجود حرام سے بچنا اور پاک دامنی اختیار کرنے کی بھی بڑی فضیلت ہے اور یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے کہ جب آدمی گناہ پر قدرت کے باوجود گناہ سے باز آجائے تو گناہ کے تمام مقدمات کی بھی معافی ہو جاتی ہے۔

④ امانت میں خیانت نہ کرنا بلکہ اس کی پوری پوری ادائیگی کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت پسندیدہ امر ہے۔
مسائل:

① اللہ پاک سے قبولیت دعا کا وعدہ پورا کرنے کی درخواست کرنا جائز ہے۔
② اجرت معلوم ہو تو دو آدمیوں کو آپس میں اجارہ کا معاملہ کرنا جائز ہے۔
③ صالحین کی کرامات برحق ہیں۔
④ اگر مستودع مال و دیت میں تجارت کرے گا تو نفع کا حق دار صاحب و دیت ہوگا۔
⑤ عبرت حاصل کرنے کے لئے گزشتہ لوگوں کے واقعات بیان کرنا جائز ہے بلکہ اچھا ہے، تاکہ لوگ واقعات سن کر اچھے اعمال اختیار کریں اور برے عملوں سے پرہیز کریں، واللہ اعلم بالصواب۔ (کتاب التوہین لالین قدامہ)

ایک اہم فائدہ: سابقہ حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اعمال صالحہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم

سے ایسی طاقت موجود ہے جو پہاڑوں کو بھی اپنی جگہ سے ہلا کر رکھ دیتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے تمام بندوں کو بخوبی جانتے اور دیکھتے ہیں چاہے وہ پہاڑ کی کسی کھوہ میں بیٹھا ہی اس کو کیوں نہ پکار رہا ہو اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پریشانی کے عالم میں دل سے نکلی ہوئی دعا کو اللہ تعالیٰ جلد ہی قبول فرما لیتے ہیں اور پریشان حال کی پریشانی کو دور فرما دیتے ہیں، اس پر تو اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی شاہد ہے :

﴿أَمَّنْ يَجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكَ خَلْفَاءَ الْأَرْضِ ۗ ۝۱۶﴾ (النمل: ۶۲)

ترجمہ: بھلا کون ہے وہ جو بے قرار آدمی کی سنتا ہے جب وہ اس کو پکارتا ہے اور اس کی مصیبت کو دور کر دیتا ہے اور تم کو زمین میں صاحبِ تصرف بناتا ہے، (یہ سن کر اب بتلاؤ کہ) کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے (مگر) تم لوگ بہت ہی کم یاد رکھتے ہو۔

(تم لوگ بہت ہی کم یاد رکھتے ہو) یہ اللہ تعالیٰ کا لوگوں سے شکوہ ہے کیا ہم میں سے کوئی اس شکوہ کو دور کرنے والا ہے؟ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سیدھے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

کفل کی توبہ کا قصہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ قصہ سنا کہ بنی اسرائیل میں کفل نامی ایک شخص تھا، جو کسی بھی گناہ سے پرہیز نہیں کرتا تھا، ایک دفعہ اس کے پاس کوئی حاجت مند عورت آئی، اس نے اس عورت کو ساٹھ دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ اس سے زنا کرے گا، جب وہ شخص اس عورت کے قریب اس جگہ بیٹھا جہاں کہ خاوند اپنی بیوی کے قریب بیٹھتا ہے، تو وہ عورت کانپ اٹھی اور رونا شروع کر دیا، اس شخص نے اس عورت سے کہا کہ تو کیوں روتی ہے؟ کیا میں تجھے برا لگتا ہوں؟ اس عورت نے کہا کہ میں بلکہ میں نے ایسا کام کبھی نہیں کیا، اس شخص نے کہا کہ جب تو نے کبھی ایسا کام نہیں کیا، تو پھر کیوں آمادہ ہوئی اس کام کے لئے؟ اس عورت نے جواب دیا کہ ضرورت نے مجبور کر دیا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس شخص نے اس عورت کو چھوڑ دیا اور کہا کہ ان دیناروں کو بھی لے جا، پھر اس شخص نے اللہ سے عہد کیا کہ وہ اللہ کی کبھی نافرمانی نہیں کرے گا، اللہ کی شان! وہ اسی رات انتقال کر گیا، صبح کو لوگوں نے اس کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا۔

”اللہ نے کفل کو معاف کر دیا“ (ترمذی حدیث نمبر ۲۴۹۸)

ملاحظہ :- کفل ایک ایسا آدمی تھا جو شب و روز گناہوں میں مشغول رہتا، پھر اس کو توبہ کی توفیق ہو گئی، یہ وہ کفل نہیں جو نبی ہیں اور جن کا قرآن مجید میں ذکر آیا ہے۔

بعض روایات میں ہے کہ اس نے کہا اللہ کی قسم میں آئندہ کبھی بھی اللہ کی نافرمانی نہیں کروں گا، پھر وہ اسی رات فوت ہو گیا اور صبح کو لوگوں نے اس کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا، (بے شک اللہ نے کفل کی بخشش کر دی) (رواہ الترمذی وقال بحسن، ورواہ الحاکم والبیہقی وابن حبان وقال الحاکم صحیح الاسناد کما فی کتاب التوابین)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے اپنے آپ کو غلط خواہشات سے روک لے اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیں گے اور جنت میں داخل فرمائیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مشکل نہیں۔ سورۃ النازعات آیت ۴۰، ۴۱ میں ہے: ”جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اپنے آپ کو خواہش نفسانی سے ہٹا لیا تو بے شک جنت اس کا ٹھکانہ ہے۔“ کفل اپنے رب سے ڈر گیا اور اپنے آپ کو زنا سے روک لیا، اس عمل پر اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔

اس آیت میں سب کو ترغیب ہے، اس پر بڑھ چڑھ کر عمل کرنا چاہئے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ تو چھوٹے سے نیک عمل پر بھی راضی ہو جاتے ہیں، حتیٰ کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بندہ جب ایک لقمہ کھائے یا ایک گھونٹ پانی پئے، اس پر الحمد للہ کہے تو اللہ تعالیٰ اتنے عمل پر ہی بندہ سے راضی ہو جاتے ہیں۔ (تفسیر قرطبی ج ۱ / ص ۹۲، والحدیث رواہ مسلم)

ایک اور حدیث مبارک میں ہے کہ ایک شخص کہیں جا رہا تھا، راستہ میں درخت کی نشی رکاوٹ بنی، اس نے وہ نشی راستہ سے ہٹا دی کہ یہ راہ گزر کو تکلیف دیتی ہے، اس عمل پر اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش کر جنت میں داخل فرمادیا۔ (مشکوٰۃ باب الصدقہ، رواہ البخاری و مسلم)

اے لوگو! ایک نیکی کو بھی غنیمت جانو خواہ چھوٹی ہو یا بڑی، اللہ تعالیٰ سورۃ نساء آیت نمبر ۴۰ میں فرماتے ہیں کہ اگر ایک نیکی بھی ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس کو بڑھا دیں گے اور اپنی طرف سے اجر عظیم دیں گے۔ لفظ بڑھانا اور اجر عظیم یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے بندہ کا نہیں، اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ کتنا بڑھائے گا اور اجر عظیم کیا ہوگا، اس کو مندرجہ ذیل حکایت سے سمجھئے۔

معمولی عمل سے اللہ راضی ہو گیا

ابو منصور بن ذکیر ایک زاہد و صالح شخص تھا، موت کا وقت آیا تو بہت رونے لگا، اس کو پوچھا گیا کہ مرنے کے وقت تو کیوں روتا ہے؟ تو کہا کہ میں ایسے راستہ پر جا رہا ہوں جس پر کبھی نہیں گیا (یعنی موت کا راستہ) وفات کے بعد چوتھے دن خواب میں اپنے بیٹے کو ملا، تو بیٹے نے پوچھا، بابا جان! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ کہنے لگا بیٹا معاملہ تیرے وہم و گمان سے بھی بڑھ کر ہے، مجھے

ایک انتہائی عادل بادشاہ ملا اور مخالف جھگڑنے والوں سے واسطہ پڑا، مجھے میرے رب نے پوچھا: اے ابو منصور میں نے تجھے ستر سال عمر دی، آج تیرے پاس کیا عمل ہے؟ میں نے کہا کہ اے میرے رب، میں نے تیس (۳۰) حج کئے اور چالیس ہزار درہم اپنے ہاتھ سے خیرات کئے، چالیس مرتبہ تیرے دین کی سر بلندی کیلئے جہاد میں شریک ہوا، تو اللہ نے فرمایا، میں نے یہ سب کچھ قبول نہیں کیا، تو میں نے عرض کیا، پھر تو میں ہلاک ہو گیا، تو اللہ نے فرمایا، اے ابو منصور! یہ میرے کرم کا دستور نہیں کہ میں ایسے کو عذاب دوں، کیا تجھے فلاں دن یاد ہے جب تو نے راستہ سے پتھر وغیرہ تکلیف دہ چیزیں بٹائی تھیں کہ مسلمانوں کو تکلیف نہ ہو، اسی کے بدلے میں نے تجھ پر رحم کر دیا، کیونکہ میں نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ (تویر الازہان ج ۱ / ص ۳۸۳)

اس کے بعد صاحبِ تنویر الازہان نے لکھا ہے کہ اس حکایت سے معلوم ہوا کہ جب راستہ سے تکلیف دینے والی چیز کو دور کرنا اللہ کی رحمت اور بخشش کا سبب ہے تو عام لوگ بلکہ خصوصاً اللہ کے پیارے اور مومنین اور اپنے اہل و عیال بیوی بچوں کی تکالیف کو دور کرنا اور ان کو تکلیف نہ دینا تو بطریق اولیٰ حشر کے میدان کی مصیبتوں سے چلانے کا سبب بنے گا اور حدیث شریف میں ہے کہ حقیقی مسلمان تو وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ (متفق علیہ) اللہ تعالیٰ ہمیں بھی دوسرے کے لئے نافع بنائے اور دوسرے کو تکلیف دینے سے محفوظ فرمائے۔ آمین

روایت ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ مجھے میزان (اعمال تولنے کا ترازو) دکھا دیجئے، جب دیکھا تو اس کا ایک پلڑا مشرق سے مغرب تک تھا، دیکھ کر بے ہوش ہو گئے، جب ہوش آیا تو عرض کیا الہی! کون ہے جس کی نیکیوں سے یہ پلڑا بھر جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے داؤد! جب میں راضی ہو جاؤں تو ایک کھجور سے اس کو بھر دوں گا اور بخاری شریف کی تو آخری حدیث ہی یہی ہے: قال رسول اللہ ﷺ (کلما من خفیفتان علی اللسان ثقیلتان فی المیزان حیبتان إلی الرحمن: سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم) جس کا ترجمہ یہ ہے: دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے، میزان میں بوجھل، رحمن کو محبوب ہیں، وہ (سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم) ہیں۔ تو کیا کوئی ہے جو اپنی خواہش نفس کو اللہ سے ڈرتا ہوا چھوڑے تاکہ جنت کا مستحق ٹھہرے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل آیت میں فرمایا: ﴿إِنَّمَا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ ۖ فَإِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَأْوَىٰ﴾ (النح ۲۰)۔

ترجمہ: (لیکن جو ڈر گیا اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے کے منظر سے) اور نفس کو خواہش سے چالیا تو یقیناً جنت ٹھکانہ ہو گا۔)

مثلاً کوئی اجنبی عورت سامنے آجائے تو اپنی آنکھ کو دیکھنے سے روک لے کیونکہ دیکھنا آنکھ کا زنا ہے، بات کرنا زبان کا اور اس کی بات سننا کان کا زنا ہے، ہاتھ لگانا ہاتھ کا اور اس کی طرف چلنا پاؤں کا زنا ہے اور دل کا زنا اس کی خواہش اور تمنا ہے۔ تو جب مذکورہ آیت پر عمل کرتے ہوئے ہمہ خوف خدا سے ان امور سے رک گیا تو رب راضی ہو جائے گا اور جنت ٹھکانہ ہوگا انشاء اللہ۔ (مذکورہ مضمون مندرجہ ذیل حدیث میں موجود ہے) :

مسلم اور بخاری کی حدیث میں ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زانی حالت زنا میں اور چور چوری کرنے کی حالت میں، شرابی شراب پینے کی حالت میں اور ڈاکو جب لوگوں کا مال لوٹ رہا ہو، لوگ اس کو دیکھ رہے ہوں، مگر اس کے خوف سے کچھ نہ کر سکیں، اور مالی غنیمت میں خیانت کرنے والا، خیانت کرنے کی حالت میں مؤمن نہیں رہتا۔ (خبردار پختہ رہنا خبردار چھتہ رہنا۔)

(کما فی المشکوٰۃ باب الکبائر)

میرے بھائی، یہ چھوٹے چھوٹے اعمال جو مذکورہ حدیث اور اسکی شرح میں اوپر بیان کئے گئے ہیں ہمارے خیال میں اگرچہ یہ معمولی اعمال ہیں لیکن اگر آپ نے اللہ سے ڈرنے اور آخرت کی زندگی کو دنیا کی اس زندگی پر ترجیح دیتے ہوئے ان اعمال کو چھوڑ دیا تو عین ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ آیت میں مذکور وعدہ کے مطابق انسان کو جنت میں ٹھکانا دے دیں۔

مگر یہ بھی بعید نہیں کہ انسان سرکشی اختیار کرے اور اللہ کے حکم کی مخالفت کر کے دنیوی مفادات کو آخرت پر ترجیح دے اور نفسانی خواہشات سے باز نہ آئے بلکہ انہیں میں مبتلا رہے، تو پھر اس کا انجام جہنم ہوگا، جیسا کہ سورۃ نازعات کی آیت نمبر ۳۸، ۳۹ میں ہے :

﴿فَأَمَّا مَنْ طَغَىٰ وَآثَرَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوَىٰ..... الخ﴾

ترجمہ: (کہ جس نے سرکشی کی اور دنیا کی زندگی کو ترجیح دی تو جہنم ٹھکانہ ہوگا۔) (اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہنم سے محفوظ فرمائے، آمین)

زنا سے بچنے والے نوجوان کی حکایت

بصرہ میں ایک شخص رہتا تھا، جو مسکی کے نام سے مشہور تھا، یعنی (کستوری والا) کیونکہ اس سے ہمیشہ کستوری کی خوشبو مسکتی تھی، اس سے کسی نے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ کے بدن سے کستوری کی خوشبو آتی رہتی ہے، اس نے کہا واقعہ یہ ہے کہ میں بہت حسین تھا اور بڑا حیا دار بھی، لوگوں نے میرے باپ سے کہا کہ اگر تو اس کو بازار میں بیٹھائے تو لوگوں کے میل جول سے اس کی شرم

کم ہو جائے گی، باپ نے مجھے کپڑے کی دوکان پر بٹھادیا، ایک مرتبہ ایک بوڑھی عورت آئی، اس نے جو کپڑا مانگا میں نے اس کو دے دیا، پھر کہنے لگی میرے ساتھ چلو اور پیسے لے آؤ، میں چل پڑا حتیٰ کہ وہ ایک بہت بڑے محل میں مجھے لے آئی، جس میں ایک بہت بڑا خیمہ لگا تھا، اس میں تخت چھڑا ہوا تھا، اس پر سنہری بستر پر ایک نوجوان لڑکی بیٹھی ہوئی تھی، میرے پہنچتے ہی اس لڑکی نے مجھے کھینچ کر اپنے سینہ سے لگالیا، میرے منہ سے فوراً نکلا :



یعنی اے اللہ مجھے اس سے چالے میں تیرے سے ڈرتا ہوں، وہ کہنے لگی کوئی حرج نہیں، میں نے کہا مجھے تو سخت پیشاب آیا ہے، چنانچہ میں بیت الخلا میں گیا اور پاخانہ کر کے سارا پاخانہ اپنے منہ اور بدن کو مل لیا اور بیت الخلا سے باہر نکلا تو وہ مجھے کہنے لگی، یہ تو پاگل ہے، اس طرح میں اس سے بچ گیا، اسی رات میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے تو یوسف بن یعقوب علیہما السلام کے نقش قدم پر نکلا، پھر اس نے میرے منہ اور بدن پر ہاتھ پھیرا، اس وقت سے لے کر میرے بدن سے کستوری کی خوشبو مہک رہی ہے، یہ ہے تقویٰ اور پاک دامنی کی برکت۔

(تویر الاذہان ج ۱/ ص ۳۱۴)

اللہ کے خوف سے ڈر کر زنا چھوڑنے والے کو قیامت کے دن جو انعام و اکرام ملے گا اس کی تائید حدیث میں بھی ملتی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: سات آدمیوں کو حشر میں اللہ تعالیٰ اپنے عرش کا سایہ نصیب فرمائیں گے، جس دن اس سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا، ان میں ایک شخص وہ ہے کہ اس کو کوئی حسین و جمیل اعلیٰ خاندان کی عورت اپنی طرف بدکاری کیلئے بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، جیسا کہ مشکوٰۃ باب المساجد میں ہے :

زنا سے بچنے والے جو ان کا قصہ

تویر الاذہان ج ۱/ ص ۳۰۶، ۳۰۷ میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ : ایک لوہار تھا جو تپتا ہوا گرم لوہا اپنے ہاتھ میں پکڑ لیتا تھا، اس سے پوچھا گیا کہ اس کی کیا وجہ کہ گرم لوہا پکڑنے سے تیرا ہاتھ نہیں جلتا، تو اس نے کہا کہ میرا واقعہ یہ ہے کہ میں ایک عورت پر عاشق ہو گیا اور اس کو ورغلا دیا،

اس کے سامنے مال پیش کیا، وہ کہنے لگی میرا خاوند ہے جو میرا خرچہ دیتا ہے، مجھے مال کی ضرورت نہیں، جب اس کا خاوند فوت ہو گیا، تو میں نے اس سے نکاح کرنا چاہا، تو اس نے انکار کر دیا اور کہنے لگی میں اپنی اولاد کو ذلیل نہیں کرنا چاہتی، کچھ عرصہ بعد وہ غریب ہو گئی اس نے مجھے پیغام بھیجا اور مالی مدد طلب کی، میں نے جواب دیا کہ میں اس وقت تک تجھے کچھ نہیں دوں گا جب تک تو میری مراد پوری نہیں کرتی، چنانچہ (زنا کے لئے) ہم ایک جگہ گئے، تو وہ کانپنے لگی، میں نے کہا کہ تجھے کیا ہو گیا؟ کہنے لگی میں اس ذات سے ڈرتی ہوں جو ہر وقت سننے اور دیکھنے والا ہے، تو میں نے اس کو چھوڑ دیا، تو اس نے مجھے دعا دی ”کہ اللہ تجھے آگ سے محفوظ رکھے“ اسی دن سے مجھے دنیا کی آگ نہیں جلاتی اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے آخرت کی آگ میں بھی نہیں جلائے گا، لہذا جو اللہ سے ڈر کر گناہوں سے بچ گیا تو وہ جہنم کے عذاب سے بچ کر جنت کی نعمتوں میں ہو گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو شخص استغفار کا معمول بنالے اللہ تعالیٰ اس کو ہر فکر سے آزاد اور ہر مشکل میں آسانی فرمادیتے ہیں اور ایسی جگہ سے رزق دیتے ہیں کہ اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ (ابوداؤد، المنہاج اور فتح الکبیر ۳/ ص ۲۳۷)

ایک زانیہ اور عابد کی توبہ

ابن قدامہ کی کتاب التوائین صفحہ ۷۵، ۷۴ میں ہے کہ ایک زانیہ عورت تھی جو ثلث حسن کی مالکہ تھی، یعنی بے حد حسین و جمیل تھی اور ایک سودینار لے کر زنا کراتی، ایک دفعہ اسے کسی عابد نے دیکھ لیا، تو اس پر فریفتہ ہو گیا اور محنت و مشقت کر کے ایک سودینار جمع کر کے زنا کے لئے اس کو پیش کئے، اس نے کہا اچھا تو پھر آ جاؤ، اس کا سونے اور چاندی کا تخت تھا، اس پر بیٹھ کر کہنے لگی آجائیے، جب عابد بالکل تیار ہو کر مشغول ہونے لگا تو اسے اپنا مقام و منصب یاد آ گیا، کہ میں عند اللہ ایسا ویسا ہوں تو کانپنے لگا اور کہنے لگا مجھے چھوڑ دو کہ یہاں سے نکل جاؤں اور وہ سودینار میں واپس نہیں لیتا، وہ کہنے لگی تجھے اچانک کیا ہو گیا؟ حالانکہ تو تو کہتا تھا کہ میں تجھ پر فریفتہ ہوں اور محنت کر کے سودینار بھی لایا اور جب وقت آیا ہے تو تیرا یہ حال ہو گیا، کہنے لگا میرا عند اللہ جو مقام ہے وہ مجھے یاد آ گیا اور میں ڈر گیا، وہ کہنے لگی اچھا اگر توجہ کرتا ہے تو پھر آج کے بعد میرا خاوند تو ہے، وہ کہنے لگا نہیں نہیں مجھے چھوڑ دے میں یہاں سے چلا جاؤں، وہ کہنے لگی ہر گز نہیں، تو مجھ سے نکاح کر لے، کہنے لگا پہلے مجھے یہاں سے نکلے دو، پھر دیکھوں گا، وہ کہنے لگی میں تجھے اس شرط پر چھوڑتی ہوں کہ جب میں تیرے پاس آؤں تو تم میرے ساتھ نکاح کرنا، کہنے لگا، اچھا ٹھیک ہے، پس اس نے اپنا کپڑا اوپر کیا اور اپنے وطن لوٹ گیا،

بعد ازاں وہ عورت بھی نادم ہو کر تائب ہو گئی اور اس عابد کے شر کی طرف کوچ کر گئی، وہاں جا کر اس کا نام اور مکان پوچھ کر اس کے گھر پہنچ گئی، تو گھر والوں نے کہا تجھے ایک شہزادی (حسن کی مالکہ) ملنے آئی ہے، وہ باہر نکلا اسے دیکھ کر ایک آہ بھری اور اس کے سامنے مر گر گر پڑا، وہ کہنے لگی یہ تو مجھ سے گیا، اس کا کوئی رشتہ دار ہے؟ لوگوں نے کہا اس کا ایک بھائی ہے جو غریب ہے، کہنے لگی میں اس کی محبت نبھانے کے لئے اس کے بھائی سے نکاح کروں گی، چنانچہ اس کے بھائی سے نکاح کر لیا۔

ایک قصاب اور لڑکی کا قصہ

یہ واقعہ بھی اہل کتاب التوہین صفحہ ۷۶، ۷۷ میں ہے کہ ایک قصاب ہمسایہ کی باندی پر فریفتہ ہو گیا، گھر والوں نے باندی کو کسی کام کے لئے دوسری بستی کو بھیجا، قصاب بھی پیچھے چلا گیا اور راستہ میں اس کو دور غلایا، وہ باندی کہنے لگی، آپ سے کہیں زیادہ مجھے آپ کے ساتھ محبت ہے، مگر میں اللہ سے ڈرتی ہوں، کہنے لگا اچھا تو خدا سے ڈرے اور میں نہ ڈروں، یہ کیسے ہو سکتا ہے، اسی وقت توبہ کر کے واپس ہوا، تو راستہ میں اس کو پیاس نے اتنا ستایا کہ مرنے لگا، اچانک بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے ایک نبی کا قصد اسے آلاء، اس نے پوچھا تجھے کیا ہوا؟ کہنے لگا پیاس نے ستلایا ہے، اس نے کہا اچھا آؤ دعا کریں کہ بادل ہم پر سایہ کرے تاکہ ہم گاؤں میں داخل ہو جائیں، (وہاں پانی مل جائے گا) قصاب نے کہا میرا تو کوئی نیک عمل نہیں کس منہ سے دعا کروں، اس نے کہا میں دعا کرتا ہوں، تم اس پر آمین کہنا، تو اس کا قصد نے دعا کی اس نے آمین کہی، دعا قبول ہوئی، بادل نے آکر سایہ کیا، دونوں بادل کے سایہ میں چلتے چلتے گاؤں پہنچ گئے، قصاب اپنے مکان کی طرف جانے لگا تو بادل اس کے ساتھ ہو لیا، وہ قاصد لوٹ کر کہنے لگا کہ تُو تو کہتا تھا میرا عمل کوئی نہیں، میں نے دعا کی، تو نے آمین کہی، بادل آیا ہم پر سایہ کیا پھر بادل تجھ پر بنی مائل ہو گیا، بتاؤ تمہارا کیا قصہ ہے، تو قصاب نے مذکورہ قصہ بتادیا، تو اس قاصد نے کہا کہ توبہ کرنے والے کا وہ مقام ہے کہ لوگوں میں سے اور کسی کا وہ مقام نہیں۔

اس قصہ سے معلوم ہوا کہ بادل بھی اللہ کے حکم سے اس کے نیک بندوں کے خادم اور نوکر ہیں، جیسے کہ مثل مشورہ ہے کہ (من له المولى فله الكل) جس کا مولیٰ ہو گیا پھر سب کچھ اسی کا ہے، اے لوگو! اللہ کے نیک بندے بن جاؤ، بس ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں پھر تمہارے خادم بن جائیں گے، اس کی تائید مسلم کی مندرجہ ذیل حدیث سے ہوتی ہے۔

جناب کریم (ﷺ) نے فرمایا کہ ایک شخص جنگل میں جا رہا تھا کہ بادل سے آواز آئی کہ جاؤ فلاں

آدمی کے باغ کو پانی سے سیراب کر دو، بادل وہاں سے ہٹا اور ایک میدان میں جابر سا، وہ تمام پانی ایک نالہ سے ہوتا ہوا اس کے باغ کی طرف بھنے لگا، وہ آدمی اس پانی کے پیچھے چل پڑا دیکھتا کیا ہے کہ باغ والا آدمی پہلے لے کر اپنے باغ کو پانی دے رہا ہے، اس سے پوچھنے لگا، بھائی بتاؤ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے بتا دیا، پھر کہا کہ اے شخص تو میرا نام کیوں پوچھ رہا ہے؟ کہنے لگا کہ میں جابر ہوں کہ اچانک بادل سے آواز آئی کہ فلاں آدمی کے باغ کو پانی سے سیراب کر دو، بادل برسنا اور یہ وہی پانی ہے جو تو اپنے باغ کو دے رہا ہے، اس نے تیرا ہی نام لیا تھا، اب بتا کہ تیرا کیا عمل ہے؟ کہنے لگا، جب تو نے پوچھ ہی لیا تو سن لے کہ میں اپنے باغ کی آمدنی کا ایک حصہ صدقہ کرتا ہوں، دوسرا حصہ اپنے اہل و عیال کے کھانے پینے اور ضروریات کے لئے استعمال کرتا ہوں، تیسرا حصہ اسی باغ پر خرچہ کرتا ہوں، کہا بس یہی وجہ ہے کہ رب تیرا باغ پالتا ہے۔ (اور بادل تیری نوکری کرتا ہے۔ مؤلف)

ایک عبادت گزار کی توبہ

کتاب التوابین میں ہے کہ ایک عبادت گزار آدمی کسی عورت سے گفتگو کر رہا تھا اور ان گفتگو اس عابد نے عورت کی ران پر ہاتھ رکھ دیا، بعد میں اس عابد کو اپنی حرکت پر سخت ندامت ہوئی اور اپنے اسی ہاتھ کو آگ میں ڈال دیا، یہاں تک کہ وہ ہاتھ سوکھ گیا۔

توبہ کے لئے اس طرح جسم کو یا جسم کے کسی عضو کو تکلیف دینا ہماری شریعت اسلامیہ میں ناجائز ہے، قرآن مجید اور احادیث مبارکہ سے توبہ کا طریقہ اس طرح ثابت ہے کہ آدمی گناہ کو چھوڑ دے اور اپنے کئے ہوئے گناہ پر دل سے تادم ہو اور آئندہ اس گناہ کے کبھی نہ کرنے کا پختہ عزم کرے۔ (کتاب التوابین ص ۷۸)

ایک نوجوان کی توبہ کا قصہ

علامہ ابن قدامہ رحمہ اللہ نے کتاب التوابین میں نقل کیا ہے کہ رجاء ابن میسور المجاشعی نے بیان کیا ہے کہ ہم حضرت صالح مری رحمہ اللہ کی مجلس میں شریک تھے، وعظ کے دوران انہوں نے اپنے سامنے والے ایک نوجوان سے کہا کہ اے نوجوان! قرآن پڑھو! اس نوجوان نے تلاوت کرتے ہوئے یہ آیت پڑھی: ﴿وَأَنذَرَهُمْ يَوْمَ الْأَظْفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَظَمِينَ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعَ يَطَاعُ﴾ (المؤمن: ۱۸)

ترجمہ: (اور آپ ان لوگوں کو ایک قریب والے مصیبت کے دن سے ڈرائیے جس وقت

کلیجے منہ کو آجائیں گے (اور غم سے) گھٹ گھٹ جاویں گے (اس روز) ظالموں کا نہ کوئی دوست ہو گا نہ کوئی سفارشی ہو گا جس کا کمانا جائے۔

حضرت صالحؑ نے اس نوجوان کو تلاوت سے روک دیا اور کہا کہ کیسے ظالم کے لئے کوئی دوست اور سفارشی ہو سکتا ہے؟ جب کہ اس سے حساب لینے والے خود رب العالمین ہوں۔ اللہ کی قسم اگر تو ظالموں اور گناہ گاروں کی حالت دیکھ لے کہ انہیں کس طرح زنجیروں اور مضبوط پیرہیوں میں جکڑ کر جہنم کی طرف کھینچا جا رہا ہے اور اس وقت ان کی ذلت کی حالت اس درجہ کی ہو گی کہ پاؤں پر ہند، ننگے بدن، سیاہ چہرے، آنکھیں پھری ہوئی اور حد درجہ نڈھال پریشان حال ہیں۔ مارے بد حالی کے آواز لگا رہے ہیں، ہائے ہماری ہلاکت، ہائے ہماری بربادی، ہم پر کیا مصیبت آگئی؟ ہمیں کہاں لے جایا جا رہا ہے؟ ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ اور فرشتے انہیں آگ کے ہتھوڑوں کے ساتھ مار مار کر بانک رہے ہیں، کبھی فرشتے انہیں اوندھے منہ گھسیٹ رہے ہیں اور کبھی ان کے ہاتھوں کو گردنوں کے ساتھ باندھ کر انہیں کھینچ رہے ہیں اور وہ ظالم مسلسل روتے چلاتے رہیں گے اور روتے روتے ان کے آنسو خشک ہو کر خون کے آنسو بہائیں گے اور وہ ظالم حیران و ششدر اور حواس باختہ ہوں گے۔ اللہ کی قسم اگر واقعی تو ان کی یہ حالت اور ان کا یہ مہیب منظر دیکھ لے تو تیری نظران پر نہ ٹھہر سکے، تیرا دل اس منظر کو برداشت نہ کر سکے اور اس رسوا کن ہولناکی کے سامنے تیرے قدم نہ جم سکیں۔ پھر شیخ مری بلند آواز سے رونے لگے اور چلا کر کہنے لگے ہائے یہ کس قدر برا منظر ہے، ہائے یہ کس قدر بیری جگہ ہے، وہ بھی بہت روئے اور ساتھ لوگ بھی خوب روئے، پس ایک ازدکان کا نوجوان اٹھا جس کی زنانہ پن کی حالت تھی۔

اس نوجوان نے حضرت صالحؑ مری سے پوچھا، اے ابو بکر! کیا یہ سب کچھ قیامت کے روز ہو گا؟ حضرت صالحؑ نے کہا ہاں، اللہ کی قسم اے بھتیجے بلکہ حال اس سے بھی زیادہ اہتر ہو گا۔ اور کہا کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ جہنم کی آگ میں وہ عرصہ دراز تک چنچنے چلاتے رہیں گے حتیٰ کہ چنچنے چلانے کی ہمت ختم ہو جائے گی اور انتہائی ضعف و ناتوانی کی وجہ سے ان کی آوازیں اس طرح ہو جائیں گی جیسے قریب الموت بیمار آدمی کی انتہائی پست آواز۔ نوجوان نے چیخ ماری اور کہا انا للہ وانا الیہ راجعون، ہائے میری غفلت زندگی کے اہم ایام پر، ہائے افسوس! مولا حقیقی کی اطاعت میں غفلت و کوتاہی پر، ہائے افسوس! دنیا میں اپنی قیمتی عمر کے ضائع ہونے پر، وہ نوجوان روتے ہوئے قبلہ کی طرف منہ پھیر کر دعا کرنے لگا، اے میرے اللہ! آج کے دن میں ایسی توبہ کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہو رہا ہوں کہ جس میں تیرے غیر کے لئے ریا کی ملاوث نہیں ہے۔ اے اللہ! میں جس

حالت میں بھی ہوں تو میری بیچلی خطائیں معاف فرما کر میرے لئے اپنی بارگاہ میں قبولیت کا فیصلہ فرما دے اور میری لغزشوں سے درگزر فرما، میں نے تیری رضا کے لئے اپنی گردن سے گناہوں کی چادریں اتار دیں (کہ پھر گناہوں کی جرأت نہیں کروں گا) اور میں صدق دل سے سر سے پاؤں تک اپنے پورے وجود کے ساتھ تیری طرف رجوع کرتا ہوں۔ اے میرے مولا! اگر تو نے میری توبہ قبول نہ فرمائی تو پھر میرے لئے ہلاکت یقینی ہے، اس کے بعد وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ حاضرین نے اس کو زمین سے اٹھایا، چند دن حضرت صالح اور دوسرے رفقاء اس کی ہمدردی اور خبر گیری کے لئے اس کے پاس آتے جاتے رہے، پھر کچھ عرصہ کے بعد وہ اللہ کو پیارا ہو گیا، اس کے جنازہ میں بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی اور لوگ رورو کر اس کی مغفرت کی دعا کرتے تھے، اس کی وفات کے بعد حضرت صالح اکثر اپنی مجلس میں اس نوجوان کا ذکر خیر کیا کرتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے: (بابی قبیل القرآن و بابی قبیل المواعظ والأحزان) یعنی وہ قرآن مجید کی تلاوت اور وعظ و نصیحت سے متاثر ہو کر جاں بحق ہو گیا، کسی شخص نے اس نوجوان کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ تیرا کیا حال ہے؟ تجھ پر کیسے گزری اس نے جواب دیا کہ حضرت صالح کی مجلس کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی رحمت میرے شامل حال ہو گئی اور اللہ کی رحمت ہر چیز کو شامل ہے۔

(کتاب التواترین لابن قدامہ ص ۲۵۲)

نیک لوگوں کی صحبت کی برکت پر انمول بحث

مذکورہ قصے میں صالح رحمہ اللہ کی صحبت اور مجلس سے متاثر ہو کر اور ان کی آخرت سے متعلق گفتگو سن کر نوجوان کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع نصیب ہوا۔

کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے کہ صحبت صالح ترا صالح کند: کہ صالح آدمی کی صحبت تجھے صالح بنا دے گی۔ نیک لوگوں کی صحبت سے متعلق امام قرطبی نے اپنی تفسیر ۱۰/۲۴۲ میں بہت ہی پیاری بحث کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ کہ لئن عطیہ کہتے ہیں کہ میرے والد محترم نے فرمایا کہ میں نے ابو الفضل جوہری کو مصر کی جامع مسجد کے منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا ((إن من أحب أهل الخير نال من برکتهم ، کلب أحب أهل فضل وصحبهم فذكره الله في محکم تنزیله)) جو کوئی نیک لوگوں سے محبت کرتا ہے ان کی برکت کو پالیتا ہے۔ (دیکھو تو) ایک کتاب (اصحاب کف کا) جس نے اہل اللہ سے محبت کی اور ان کی صحبت میں رہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اپنی کتاب میں کر دیا۔

اس کے بعد امام قرطبی فرماتے ہیں۔ جب ایک کتے نے اولیاء اللہ اور صالحین کی صحبت میں

رہ کر یہ درجہ پایا کہ حق تعالیٰ نے اسکی خبر کو اپنی کتاب میں نازل فرمادیا تو ان مؤمنین مؤحدین کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کو حق تعالیٰ شانہ نے اپنی کتاب میں ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ کہہ کر مخاطب کیا؟ بلکہ اس میں تو ان مؤمنین کیلئے کیا ہی خوب تسلی اور انس کا سامان ہے جو نبی کریم ﷺ اور ان کی آل و لواحد سے محبت تو کرتے ہیں مگر ایمان کے کامل درجات کو نہیں پہنچ سکے۔ اس کے بعد امام قرطبی فرماتے ہیں کہ صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اور رسول اللہ ﷺ مسجد (نبوی) سے نکل رہے تھے، کہ جاتے ہوئے مسجد کی دیوار کے پاس ایک آدمی کو ملے تو اس نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ((ما أعدت لہا)) تو نے قیامت کے دن کیلئے کیا تیاری کی ہے؟ تو عرض کیا (یا رسول اللہ میری کوئی نیکی اور صدقہ تو نہیں ہے لیکن یہ بات ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہوں۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ (فانت مع من أحببت) پس پھر تو تو انہیں کے ساتھ ہو گا جن کے ساتھ تو محبت کرتا ہے) اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں (بھی) تو اللہ اور اس کے (پیارے) رسول ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں، اور میں امید کرتا ہوں کہ (قیامت کے دن) میں بھی ان حضرات کے ساتھ ہی ہو گا اگرچہ میں ان حضرات کی مثل نیک اعمال نہیں کر سکا)۔

میں (امام قرطبی) کہتا ہوں کہ (اس حدیث کے آخر میں) حضرت انس رضی اللہ عنہ نے (قیامت کے دن اپنی محبت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ اور حضرات صاحبین رضی اللہ عنہم کے ساتھ ہونے کی) جو دلیل پکڑی ہے یہ تو مسلمانوں میں سے ہر شخص کو شامل ہے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی طرح ہر مسلمان کی دلیل بن سکتی ہے اور اگرچہ ہم لوگ نہایت کوتاہ اور روسیاء ہیں مگر ہماری امیدیں بھی انہیں لوگوں کے ساتھ شامل ہیں اور ہم اگرچہ (اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے) اللہ کی رحمت کے لائق تو نہیں مگر اسکی رحمت کی امید ضرور رکھتے ہیں۔

اسکے بعد امام قرطبیؒ فرماتے ہیں (کَلْبُ أَحَبُّ قَوْمًا فَذَكَرَهُ اللَّهُ مَعَهُمْ) کہ ایک کتے نے جس قوم سے محبت کی اللہ تعالیٰ نے اسکا ذکر بھی اسی قوم کے ساتھ کر دیا۔ (فکیف بنا وعندنا عقد الإيمان وکلمہ الاسلام وحب النبی ﷺ) پس اسکی رحمت (جس کی کوئی حد نہیں ہے) اس سے ہم کیسے محروم رہ سکتے ہیں۔ جبکہ ہمارے پاس ایمان و اسلام کا عقد اور جناب نبی کریم ﷺ کی محبت (بھی) ہے۔ اسکے ساتھ ساتھ حق تعالیٰ شانہ کا یہ فرمان بھی ہے ﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ...﴾ (الاسراء: ۷۰)

ترجمہ : (اور ہم نے آدم علیہ السلام کی اولاد کو عزت دی ہے اور جنگل اور دریا میں اُن کو سواری دی، اور ستھری چیزوں سے ہم نے اُن کو روزی دی، اور بڑھادیا اُن کو بہنوں سے جن کو پیدا کیا ہم نے بڑائی دیکر۔) اتنی اقالہ القرطبی رحمہ اللہ

کعبہ کا طواف کرنے والی عورت کا قصہ

کتاب التوابین میں حضرت وہیب بن الورد سے منقول ہے کہ ایک دن کعبہ شریف کا طواف کرتے ہوئے ایک عورت اللہ تعالیٰ سے یوں دعا مانگ رہی تھی: اے میرے پروردگار! لذتیں ختم ہو گئیں اور برائیاں باقی رہ گئیں، اے میرے پروردگار! جہنم کی آگ کا عذاب دینے سے تجھ کو کوئی فائدہ نہیں ہے، البتہ میں محتاج ہوں کہ تو رحم فرما کر مجھے جہنم کے عذاب سے نجات بخش دے۔

اسی دوران اس کے ہمراہ ایک دوسری عورت اس سے مخاطب ہو کر یوں، اے بہن! کیا تو بیت اللہ کے اندر داخل ہونا پسند کرتی ہے، اس نے جواب دیا، اللہ کی قسم میرے پاؤں تو اس لائق بھی نہیں کہ یہ بیت اللہ کا طواف بھی کریں، چہ جائے کہ میں ان ناپاک قدموں سے بیت اللہ کو روندوں، مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ پاؤں کیسے کیسے؟ اور کہاں کہاں چلے؟ (کتاب التوابین ص ۲۵۳)

ایک آدمی کا اپنے گناہوں پر رونا اور توبہ کرنا

ابراہیم بن حارث سے روایت ہے کہ ایک آدمی بہت رویا کرتا تھا، جب اس سے اس کے رونے کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے جواب دیا کہ مجھے اپنے گناہوں کی یاد رلاتی ہے، جو میں نے اس وقت کئے جب کہ میرا آقا مجھے دیکھ رہا تھا اور وہ وقت مجھے سزا دینے کی بھی قدرت رکھتا تھا مگر میں نے پھر بھی گناہ کرتے وقت اس سے شرم نہ کی، اب اس نے مجھے اس دن تک کے لئے مہلت دے دی، جس دن کا عذاب دائمی اور اس کی حسرت نہ ختم ہونے والی ہے، اللہ کی قسم اگر مجھے یہ اختیار دے دیا جائے کہ اگر تو چاہے تو تیرا حساب لیا جائے پھر تجھے جنت میں داخل کر دیا جائے اور اگر تو چاہے کہ مٹی ہو جائے تو تیرے مٹی ہونے کا فیصلہ کر دیا جائے، حقیقت یہ ہے کہ میں اس بات کو پسند کروں گا کہ میں مٹی ہو جاؤں۔ (کتاب التوابین ص ۲۵۳)

برخ نامی عابد کی توبہ کا قصہ

کتاب التوابین صفحہ ۷۹ میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک دفعہ بنی اسرائیل پر بارش نہ ہونے کی وجہ سے سخت خشک سالی کی حالت ہو گئی، انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ سے بارش کی دعا کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے لوگوں سے فرمایا کہ میرے ساتھ پہاڑ کی طرف نکلو، چنانچہ لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ پہاڑ کی طرف نکلے، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پہاڑ پر چڑھنے لگے تو اعلان فرمایا کہ میرے پیچھے کوئی ایسا آدمی نہ آئے جس نے اللہ کی کوئی نافرمانی کی ہو، اس اعلان کے بعد نصف سے زیادہ لوگ واپس ہو گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دوسری مرتبہ اعلان فرمایا کہ میرے پیچھے ایسا کوئی آدمی نہ آئے جس نے اللہ کی کوئی نافرمانی کی ہو، دوسری مرتبہ اعلان کے بعد سارے لوگ واپس لوٹ آئے، مگر ایک کانا آدمی جس کو برخ عابد کہتے تھے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہمراہ رہا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ تجھے سنائی نہیں دیا جو کچھ میں نے کہا ہے؟ برخ عابد نے کہا جی کیوں نہیں؟ میں نے آپ کا فرمان سنا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ پھر تو نے کبھی کوئی گناہ نہیں کیا؟ اس نے عرض کیا کہ مجھے اور تو کچھ یاد نہیں پڑتا مگر مجھے ایک چیز یاد پڑتی ہے اگر وہ گناہ ہے تو میں واپس ہو جاتا ہوں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بتاؤ وہ کیا ہے؟ عابد برخ نے عرض کی کہ ایک مرتبہ میں کسی راستہ سے گزر رہا تھا اچانک مجھے ایک گھر کا دروازہ کھلا ہوا دکھائی دیا میں نے اپنی اس کانی آنکھ سے اس میں جھانکا مجھے کوئی شخص دکھائی دیا البتہ یہ معلوم نہیں کہ وہ مرد تھا یا عورت، میں نے اپنی اس آنکھ سے کہا کہ تو نے اللہ کی نافرمانی کی طرف جلدی کی، اس لئے اب تو میرے ساتھ نہیں رہ سکتی، میں نے اپنی انگلی سے اس آنکھ کو نکال دیا۔ اگر میرا یہ عمل اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے تو میں واپس ہو جاتا ہوں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تو گناہ نہیں، اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ اے برخ! اللہ سے بارش کی دعا کر اس نے دعا کرنی شروع کی، اے قدوس! جو کچھ تیرے پاس ہے اس کی کوئی حد نہیں اور تیرے خزانے کبھی ختم نہیں ہو سکتے اور تیری ذات پر مخلک کبھی دھبہ نہیں لگ سکتا، پھر کون سی ایسی چیز ہے جو تیری جود و سخا کے احاطہ سے باہر ہے، الٰہی اپنی مہربانی سے اسی وقت بارانِ رحمت نازل فرما، دعا کے بعد جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عابد برخ واپس لوٹے تو اس قدر بارش شروع ہو گئی کہ دونوں کیچڑ میں چل رہے تھے۔

ایک گناہ گار بندے کی توبہ کا قصہ

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ بنی اسرائیل پر سخت قحط پڑا لوگ جمع ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، اے کلیم اللہ! اپنے رب سے ہمارے لئے بارانِ رحمت کی دعا کیجئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اٹھے اور ان کے ساتھ صحرا کی طرف چل دیئے اس وقت لوگوں کی تعداد کم و بیش ستر ہزار ہو گئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا شروع کی، الہی! ہم پر بارش نازل فرما، الہی! ہم پر اپنا کرم فرما، الہی! شیر خوار معصوم بچوں، چارہ کھانے والے بے چارے جانوروں اور کبڑے بوڑھوں کے (نیک اعمال کے) وسیلہ سے ہم پر بارانِ رحمت نازل فرما، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کے بعد آسمان ابر آلود ہونے کی بجائے مزید صاف ہو گیا اور سورج کی گرمی خوب تیز ہو گئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پریشان ہو کر پھر بارگاہِ الہی میں عرض کیا، الہی! اگر میرا مرتبہ تیرے نزدیک کم ہو گیا ہے تو نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کے علوم مرتبہ (ان کے نیک اعمال) کے وسیلہ سے ہماری دعا قبول فرما، اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی، اے موسیٰ! تیرا مرتبہ میرے نزدیک کم نہیں ہوا، تو یقیناً میرے نزدیک عزت والا ہے، مگر تم میں ایک ایسا بندہ ہے جو گناہوں کے ساتھ مجھ سے چالیس سال سے برسرِ پیکار ہے، اس لئے تو اس کے بارے میں اعلان کر دے تاکہ وہ تمہارے درمیان سے نکل جائے، کیوں کہ اسی کی بدولت تم سب بارش سے محروم ہو، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا، الہی! میرے آقا! میں ایک ضعیف بندہ ہوں میری آواز کمزور ہے وہ تقریباً ستر ہزار کے مجمع میں ہر ایک تک کیسے پہنچے گی؟ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آئی کہ آواز لگانا تیرا کام اور تیری آواز کا ہر ایک تک پہنچانا میرا کام، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کھڑے ہو کر آواز لگائی، اے وہ گناہ گار بندے جو چالیس سال سے گناہوں کے ساتھ اللہ سے برسرِ پیکار ہے ہمارے اس مجمع سے نکل جا، تیری وجہ سے ہم بارش سے محروم ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ اعلان سن کر وہ گناہ گار بندہ کھڑا ہوا اس نے اپنے دائیں بائیں نظر دوڑا کر دیکھا مگر کوئی بھی دوسرا شخص اس مجمع سے نہ نکلا، اس کو یقین ہو گیا کہ اس اعلان سے مطلوب میں ہی ہوں، اب اس نے اپنے جی میں سوچا کہ اگر اس مجمع سے نکلوں تو پوری قوم بنی اسرائیل کے سامنے میری رسوائی ہوگی اور اگر میں بیٹھا رہوں اور مجمع سے نہ نکلوں، تو پھر سارے لوگ میری بدولت بارانِ رحمت سے محروم رہیں گے، اسی ذہنی کشمکش کے دوران اس نے اپنے سر پر کپڑا اوڑھ لیا اور اپنے گزشتہ گناہوں پر ندامت کے ساتھ بارگاہِ الہی میں توبہ کے لئے سرگوشی شروع

کردی، اے میرے معبود! اے میرے آقا! بے شک میں نے چالیس سال تک تیری نافرمانی کی اور تو نے مجھے ڈھیل دے رکھی اور اب میں تیرا فرمانبردار بندہ بن کر تیرے دربار میں حاضر ہوں، تو میری توبہ قبول فرما، ابھی اس کی بات پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ ایک سفید بادل آسمان پر نمودار ہوا اور وہ اس طرح برسنے لگا جیسے کہ مشکیزوں کے منہ کھول دیئے گئے ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا، میرے معبود! میرے مولا! کس وجہ سے ہم پر بارش شروع ہو گئی؟ ابھی تک تو تیرا فرمان بندہ اس مجمع سے باہر نہیں نکلا، اللہ کی طرف سے جواب ملا، موسیٰ! جس شخص کی وجہ سے اب تک بارش رکی ہوئی تھی، اب اس شخص کی بدولت تم پر بارش ہوئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے میرے معبود! مجھے اس نافرمان بندہ کی زیارت کر اے، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، اے موسیٰ! میں نے اس کی اس وقت پردہ پوشی کی جب کہ وہ میرا فرمان تھا تو کیا اب میں اس کی پردہ دری کروں جب کہ وہ میرا فرمانبردار بن گیا ہے؟ اے موسیٰ! میں چغل خوروں کو برا جانتا ہوں تو کیا پھر میں خود چغل خوریوں۔ (کتاب التوابین لابن قدامہ ص ۸۲-۸۳)

اپنی جان پر ظلم کرنے والے نوجوان کی توبہ کا قصہ

حضرت وہب بن منہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک بڑا متکبر خدا کا نافرمان نوجوان تھا، جس نے اپنی جان پر گناہوں کے ساتھ بڑا ظلم کر رکھا تھا، لوگوں نے اس کو اس کی بدروشی کی وجہ سے شر سے باہر نکال دیا، اب وہ شر سے باہر ویرانے میں رہتا، کوئی اس سے عینک سلیک تک نہ کرتا، آخر جب موت کا وقت قریب ہوا تو وہ اسی ویرانے میں شر کے باہر پڑا ہوا تھا، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی کہ میرا ایک دوست قریب الموت ہے اس کے پاس جا کر اس کی موت کے بعد اس کو غسل دینا اور اس کی نماز جنازہ پڑھنا اور میری طرف سے ان لوگوں کو بتلا دو جو میری بہت نافرمانیاں کر چکے ہیں کہ وہ اس کے جنازہ میں شریک ہوں تاکہ میں ان کی مغفرت کر دوں اور جنازہ کے بعد اس کو میرے پاس (قبر میں) لے آؤ تاکہ میں اس کا اچھا ٹھکانا بناؤں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل میں اعلان کر دیا، لوگ کثرت سے اکٹھے ہو گئے، جب سب لوگ اس شخص کے پاس پہنچے تو انہوں نے اس کو پہچان لیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ اے نبی اللہ! یہ تو وہی اللہ کا نافرمان متکبر شخص ہے جس کو ہم نے اس کی بد اعمالیوں کی وجہ سے شہر بدر کیا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس سے بڑا تعجب ہوا،

اللہ جل شانہ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ واقعی ان لوگوں نے سچ کہا ہے، یہ نوجوان ایسا ہی تھا اور یہ لوگ زمین پر میرے گواہ ہیں، لیکن جب اس ویرانے میں اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے دائیں بائیں نظر دوڑائی مگر نہ اس کو کوئی اپنا قریبی رشتہ دار اور نہ کوئی دوست نظر آیا اور اس نے اپنے آپ کو تنہا بیار و مدگار اور ذلیل دیکھا، اب جب کہ مخلوق سے اس کا دل کٹ گیا تو میری طرف اس نے نظر کی اور کہا، اہلی! میں تیرے بندوں میں سے ایک ایسا بندہ ہوں جو کہ شر وں میں ہوتے ہوئے بھی مسافر ہے، اگر مجھے یہ معلوم ہو تا کہ تجھے عذاب دینے کی مجھ پر زیادہ قدرت ہے اور میری خطائیں معاف کرنے کی تجھے زیادہ قدرت نہیں تو پھر میں تجھ سے مغفرت کا طالب نہ ہوتا، حالانکہ تیرے سوانہ کوئی میری پناہ گاہ ہے اور نہ جائے امید اور میں نے تیری نازل کردہ کتابوں میں پڑھا سنا ہے کہ تیرا فرمان ہے: ﴿إِنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ اس لئے تو مجھے اپنی ذات عالی سے امید مغفرت میں ناکام نہ کر۔

اے موسیٰ! کیا یہ میری شان کے لائق ہے کہ میں ایسے در ماندہ ہے یا ر و مدگار، بندہ کی معافی کی درخواست رد کر دوں؟ حالانکہ اس نے مجھ سے مانگنے کا مجھ ہی کو وسیلہ بنایا ہے اور میرے سامنے عاجز و بے بس ہو کر گر پڑا ہے، اے موسیٰ! مجھے اس کی غربت، عاجزی اور سچی توبہ ایسی پسند ہے کہ اگر وہ ساری زمین کے گناہ گاروں کے بارے میں مجھ سے خشش کا سوال کرے تو میں سب کو خشش دوں۔ اے موسیٰ! میں ہی غریب کی پناہ گاہ ہوں اور میں ہی اس کا دوست ہوں اور میں ہی اس کا طبیب اور اس پر رحم کرنے والا ہوں۔ (کتاب التوابعین لابن قدامہ ص ۸۲، ۸۳)

مرد اور عورت دونوں کے لئے ایک نہایت ہی مفید اور اہم ترین بات

نوجوان کی توبہ کے اس قصے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کے ذریعے جو یہ بات ارشاد فرمائی کہ اے موسیٰ! یہ لوگ سچ کہتے ہیں یہ نوجوان ایسا ہی تھا اور یہ لوگ (زمین پر) میرے گواہ ہیں۔

مندہ عرض کرتا ہے کہ یہی بات ہمارے لاڈلے پیغمبر جناب نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر صحیح حدیث میں ارشاد فرمائی ہے جو ہم آئندہ بیان کر رہے ہیں اور کسی بزرگ کا یہ قول ہے: (السنة الخلق اقلام الحق) کہ مخلوق کی زبانیں حق تعالیٰ کے قلم میں یعنی مخلوق جو بات اپنی زبان سے بولتی ہے حق تعالیٰ کے فرشتے اس کو لکھ لیتے ہیں تاکہ اس کے مطابق فیصلہ کیا جاسکے۔

اور بخاری و مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ ایک جنازہ اٹھائے جا رہے تھے کہ مرنے والے کی تعریف کرنے لگے تو نبی کریم ﷺ نے (سن کر) فرمایا (وَجَبَتْ) کہ واجب ہو گئی، پھر (کچھ دیر کے بعد) لوگ ایک دوسرا جنازہ لے کر گزرے اور اس مرنے والے کے خلاف بری باتیں کرنے لگے، تو نبی کریم ﷺ نے (سن کر) فرمایا (وَجَبَتْ) کہ واجب ہو گئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ (اے اللہ کے رسول ﷺ) کیا چیز واجب ہو گئی؟ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (یہ شخص جس کی تم تعریف کر رہے تھے اس کے لئے جنت واجب ہو گئی) اور یہ دوسرا شخص جس کی تم بد خوئی کر رہے تھے اس کے لئے دوزخ واجب ہو گئی (اور پھر فرمایا): (انتم شهداء اللہ فی الارض) کہ تم لوگ زمین پر اللہ کے گواہ ہو (کہ تمہاری گواہیوں پر اللہ تعالیٰ فیصلہ فرماتے ہیں)۔

اور ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں: (المؤمنون شهداء اللہ فی الارض) کہ مؤمن لوگ زمین پر اللہ کے گواہ ہیں۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری ج ۳ / ص ۲۷۳ میں امام قرطبی کا قول لکھا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس مذکورہ حدیث کی طرف اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اشارہ کرتا ہے جو اس نے سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۴۳ میں نازل فرمایا، وہ فرمان یہ ہے: ﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ (البقرہ: ۱۴۳)

ترجمہ: (اور اسی طرح ہم نے تم کو معتدل امت بنایا ہے تاکہ تم (دوسرے) لوگوں پر گواہ ہو اور رسول اللہ ﷺ تم پر گواہی دینے والا ہو۔)

اس کے بعد حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں یہ جو کہا گیا ہے کہ لوگ مرنے والے کی اچھی تعریف کریں تو اس کے لئے جنت واجب ہو جائے گی، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تعریف کرنے والے نیک عادل اور بزرگ قسم کے لوگ ہوں اور وہ تعریف جو کر رہے ہیں، وہ بھی واقعہ کے مطابق ہو (ایسا نہیں کہ ہر ماجہ ساجہ اپنے جیسے چور ڈاکو اور زانی یا شرابی کی تعریف کرنے لگے اور اس پر اس کے لئے جنت کا فیصلہ کر دیا جائے۔)

اور یہ بھی کہا ہے کہ حدیث اپنے عموم پر ہے اور اس پر امام احمد اور حاکم کی مرفوع روایت دلالت کرتی ہے، فرمایا کہ جو بھی مسلمان مرتا ہے پس اگر اس کے ارد گرد بیٹنے والے چار آدمی یہ گواہی دے دیں کہ اس شخص میں ہم نے خیر کے سوا کوئی دوسری برائی نہیں دیکھی، تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بے شک میں نے تمہاری گواہی کو قبول کیا اور اس کی وہ غلطیاں معاف کر دیں جس کو تم نہیں

جانتے۔ انتہی حذف

امام قرطبی نے اپنی تفسیر ج ۵ / ص ۱۲۹ میں اللہ تعالیٰ کے فرمان سورہ نساء آیت نمبر ۴۱ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت سعید بن المسیب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ کوئی ایسا دن نہیں گزر تا کہ جس دن نبی کریم ﷺ کی امت کو صبح و شام ان کے سامنے پیش نہ کیا جاتا ہو، بس نبی ﷺ اُن کو ان کی نشانیوں اور ان کے اعمال سے (قیامت کے دن) پہچانیں گے، اس لئے نبی کریم ﷺ قیامت کے دن ان کے خلاف گواہی دیں گے، اسی کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

ترجمہ : فرمایا کہ (پھر کیا حال ہو گا جب ہم ہر امت میں سے احوال کہنے والا بلائیں گے اور آپ ﷺ کو (بھی) بلائیں گے ان لوگوں پر احوال بتانے والا (گواہی دینے والا)۔

اور حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر جلد نمبر ۳ اور صفحہ ۴۴۰ پر ابن ابی الدنیا سے نقل کیا ہے کہ ایک بزرگ عباد بن عباد حضرت ابراہیم بن صالح جو اُن دنوں فلسطین میں رہتے تھے کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت مجھے کوئی خاص وعظ و نصیحت فرمادیجئے، تو اس پر انہوں نے کہا کہ اے میرے پیارے! اللہ تعالیٰ آپ کو صالح اور نیک اعمال کی توفیق دے، بھلا میں تجھے کیا وعظ و نصیحت کروں، بس میری اتنی سی بات یاد رکھو اور وہ یہ کہ مجھے ایک حدیث پہنچی ہے کہ زندوں کے اعمال ان کے عزیز و اقارب مَر دلوں پر پیش ہوتے ہیں، بس تو اس بات کا خیال رکھنا کہ تیرا کون سا عمل رسول اللہ ﷺ پر پیش ہوتا ہے۔ یہ بات کہہ کر حضرت ابراہیم بن صالح اس قدر شدت سے روئے کہ ان کی ڈاڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ انتہی

کہنے کا مقصد یہ تھا کہ غلط عمل کر کے جناب نبی کریم ﷺ کو تکلیف نہ پہنچانا کہ امت کے اعمال ان پر پیش کئے جاتے ہیں، اس قصہ کو بیان کرنے سے قبل حافظ ابن کثیر نے حضرت عبداللہ بن مبارک سے ایک روایت نقل کی ہے، فرماتے ہیں : زندوں کے اعمال مَر دلوں پر پیش ہوتے ہیں جب وہ کسی اچھے اور صالح عمل کو دیکھتے ہیں تو خوشیاں مناتے ہیں اور جب وہ کسی کے برے اعمال کو دیکھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں : کہ اے اللہ، اس کو ہدایت عطا فرما۔

ایک عجیب و غریب قصہ

اس کے بعد ہم آپ کو ایک بہترین قصہ سناتے ہیں، یہ قصہ ہندوستانی شاعر مرزا قنیل کے ساتھ پیش آیا، قصہ کچھ اس طرح ہے کہ ایک ایرانی شخص مرزا قنیل کے شاعرانہ کلام میں حکمت و معرفت کی باتوں سے بڑا متاثر ہوا، اس نے سوچا کہ یہ شاعر اپنے دین میں ایک بلند مقام رکھتا ہے، بڑا

صالح بزرگ اور نیک انسان معلوم ہوتا ہے، لہذا اس کی زیارت کرنی چاہئے، چنانچہ وہ ملاقات اور زیارت کی غرض سے ایران سے ہندوستان چلا آیا، جب وہ اس کے گھر کے دروازہ پر پہنچا تو اچانک دیکھتا ہے کہ وہ شاعر ڈاڑھی منڈوا رہے ہیں، تو ایرانی نے مرزا قتل کی اس حرکت کو دیکھتے ہی تعجب اور حیرانگی سے پوچھا؟ آٹا تو ریش می خراشی؟ جناب کیا آپ ڈاڑھی منڈوا رہے ہیں، اس پر مرزا قتل نے جواب دیا (ہلی من ریش میو ششم و لکن دل مسلم نمی خراشم) جناب میں ڈاڑھی ہی منڈوا رہا ہوں مگر کسی مسلمان کا دل تو زخمی نہیں کر رہا، یعنی کسی مسلمان کو تکلیف تو نہیں دے رہا، تو وہ ایرانی چونکہ سچی محبت لے کر اس کی زیارت کے لئے آیا تھا، اس سے نہ رہا گیا اور اس کو کہہ دیا کہ جناب آپ کسی عام مسلمان کے دل کو زخمی کرنے یا اس کو تکلیف دینے کی بات کرتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ آپ تو اس سنت نبوی یعنی ڈاڑھی کو کاٹ کر سید القلوب کو اس آلہ کے ذریعہ زخمی کر رہے ہیں، یعنی جناب نبی کریم (ﷺ) کا وہ دل جو تمام دلوں کا بادشاہ ہے تم اس کو زخمی کر رہے ہو اور تکلیف پہنچا رہے ہو۔ (اس لئے کہ تمہارا یہ عمل رسول اللہ ﷺ پر پیش ہوتا ہے)

مرزا قتل ایرانی شخص کی یہ بات سن کر غش کھا کر گر پڑا، کچھ دیر کے بعد جب ہوش آیا تو

فارسی میں یہ شعر پڑھا:

جزاك الله كه چشمم باز كرده مرا با جانِ جان همراز كرده

یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، آپ نے تو میرے دل کی اندھی آنکھ کو کھول کے رکھ دیا اور آپ نے تو مجھے میرے محبوب (ﷺ) کی چاہت سے آگاہ کر دیا۔ کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ اور میں کیا کر رہا ہوں کہ ڈاڑھی منڈوا کر ان کو تکلیف پہنچا رہا ہوں)

لہذا ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے غلط اعمال کی وجہ سے رسول اللہ (ﷺ) کو تکلیف نہ پہنچائیں، کیوں کہ رسول اللہ (ﷺ) پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔

سوال امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ زندہ حضرات جب مردہ حضرات کی زیارت کے لئے (ان کی قبور پر) جاتے ہیں، تو کیا وہ ان کو جانتے اور پہچانتے ہیں اور کیا وہ مردہ شخص اپنے قریبی رشتہ دار یا دوسرے کو زیارت کے وقت پہچانتا ہے؟

جواب تو اس پر ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا، کہ ہاں بہت سے آثار اس سلسلہ میں وارد ہوئے ہیں جو ان کے آپس میں ملاقات کرنے پر دلالت کرتے ہیں، اس طرح زندہ حضرات کے اعمال مردہ شخص پر پیش ہوتے ہیں، اس کے متعلق بھی بہت سے آثار وارد ہوئے ہیں جیسے کہ عبد اللہ

ان مبارک نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب مومن کی روح کو قبض کیا جاتا ہے اور روح اوپر جاتی ہے تو اللہ کے نیک بندوں کی روحیں ایسے ہی ملتی ہیں جیسے دنیا میں ایک دوسرے کو خوش خبریاں سننے والے ملتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کا حال و احوال پوچھتے ہیں، تو ان میں سے بعض اس شخص کے بارے میں کہتے ہیں اپنے اس بھائی کی طرف دیکھو کہ دنیا میں یہ کس قدر مصائب اور مشکلات میں گھرا ہوا تھا اب یہ کس قدر آرام و راحت میں ہے، پھر اس سے پوچھتے کہ فلاں صاحب کیا کر رہے تھے اور فلاں عورت کیا کر رہی تھی، کیا ان کی شادی ہو گئی۔ (اس طرح کے مختلف سوال کرتے ہیں) الحدیث۔

باقی رہا اس کے متعلق کہ کیا زندہ جب مردہ کی زیارت کے لئے آتا اور اس کو سلام کرتا ہے تو کیا وہ جانتا ہے، تو اس کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (مَا مِنْ أَحَدٍ يَمُرُّ بِقَبْرِ أَخِيهِ الْمُؤْمِنِ كَانَ يَعْرِفُهُ فِي الدُّنْيَا فَيَسْلِمُ عَلَيْهِ إِلَّا عَرَفَهُ وَرَدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ) فرمایا کہ جو شخص بھی اپنے مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جو اس کو دنیا میں جانتا تھا اور اس کو سلام کرتا ہے تو وہ اس کو پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔

ان مبارک فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضور ﷺ سے ثابت ہے اور صاحب الاحکام جن کا نام عبدالحق ہے انہوں نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

(کما فی مجموع فتاویٰ الشیخ ابن تیمیہ ج ۲۳/ ص ۳۳۱۔)

مذکورہ بحث کا خلاصہ

اس مذکورہ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو چاہئے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کے قلوب کو شرعی اعتبار سے خوش کرنے اور ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے میں لگا رہے تاکہ اس کے مرنے کے بعد زمین پر اس کی تعریفیں کرنے والے اور اس کے حق میں اللہ کے ہاں گواہ بننے والے موجود ہوں، تاکہ اللہ کے ہاں اس کے لئے جنت کا فیصلہ اس کے دفن کرنے سے پہلے ہی کر دیا جائے۔

مگر افسوس کہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے بعض مسلمان بھائی ایسے بھی ہیں کہ نیک اور عادل قسم کے لوگ بالکل ہی ان کے حق میں کلمہ خیر کہنے اور اچھی گواہی دینے کے لئے تیار نہیں، حد یہ ہے کہ ان کے اپنے ہی عزیز و اقارب ماں، بہن، بیوی اور بیٹی، باپ، بھائی تک بھی اس کے حق میں اچھی

گواہی دینے کو تیار نہیں، وہ یہی جس کی تلاش میں اس نے ساری پونجی لگا دی تھی اور وہ اولاد جس کو راضی کرنے کے لئے اور ان کے حالات کو سدھارنے کے لئے لمبے چوڑے مال کمائے اور رات دن محنت کی، حتیٰ کہ بعض اوقات حرام اور حلال کی بھی تمیز نہ رہتی تھی مگر یہ سب کے سب اس کے حق میں خیر کی گواہی دینے کیلئے تیار نہیں۔

خدا کی قسم دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں، ولا حول ولا قوۃ اللہ باللہ۔ بس ہمیں چاہئے کہ نیکوں میں سبقت کریں تاکہ زمین پر ہمارے گواہ اور خیر خواہ موجود ہوں جو ہمارے مرنے کے بعد ہماری تعریف کریں تاکہ اللہ تعالیٰ ہماری بخشش کرتے ہوئے فرمادیں: قد قبلتُ قولکم کہ میں نے تمہاری بات اور گواہی کو قبول کیا اور اس شخص کے وہ تمام گناہ معاف کر دیئے جن کو تم نہیں جانتے، جیسے کہ سابقہ حدیث میں یہ جملہ گزر چکا ہے۔

سو کے قاتل کو بھی معافی مل گئی اور بخشش ہو گئی

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ میں تم سے وہی بات بیان کروں گا جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنی ہے، جس کو میرے دونوں کانوں نے سنا اور میرے دل نے اس کو محفوظ کر لیا، وہ یہ ہے کہ ایک شخص نے ننانوے آدمیوں کو ناحق قتل کر ڈالا، پھر اس کے دل میں توبہ کا خیال آیا، اس نے لوگوں سے کسی بڑے عالم کے متعلق دریافت کیا، چنانچہ اس کو ایک عالم کے متعلق بتلایا گیا، وہ قاتل اس عالم کے پاس پہنچا، اس نے عالم سے اپنا ماجرا بیان کیا، کہ میں نے نانوے آدمی ناحق قتل کئے ہیں، اب میں توبہ کرنا چاہتا ہوں، کیا میرے لئے توبہ کی کوئی گنجائش ہے؟ عالم نے قاتل سے کہا کہ ارے ننانوے قتل کرنے کے بعد توبہ؟ تیرے لئے توبہ کی کوئی گنجائش میں، اس قاتل نے اپنی تلوار نکالی اور اس عالم کو بھی قتل کر دیا، اب وہ سو کا قاتل بن گیا، اس کے بعد پھر اس کے دل میں توبہ کا خیال پیدا ہوا، اس لئے اس نے پھر کسی بڑے عالم کے متعلق دریافت کرنا شروع کر دیا، چنانچہ لوگوں نے اس کو کسی دوسرے عالم کے متعلق بتلایا، وہ قاتل اس عالم کے پاس گیا اور کہا کہ میں نے سو آدمی ناحق قتل کئے ہیں اور اب میں توبہ کرنا چاہتا ہوں، کیا میرے لئے توبہ کی کوئی گنجائش ہے؟ اس عالم نے کہا کہ بھئی! تیرے اور توبہ کے درمیان رکاوٹ ہی کیا ہے؟ اور ٹویوں کر کہ اپنی اس گناہوں والی بستی سے نکل کر فلاں نیک لوگوں والی بستی میں چلا جا اور وہاں نیک لوگوں کے ساتھ اپنے رب کی عبادت میں مصروف ہو جا، چنانچہ وہ اپنی بستی سے نکل کر دوسری بستی میں جانے کے ارادے سے چل دیا، ابھی وہ راستہ میں ہی تھا کہ اس کی موت کا وقت آپہنچا اور وہ

اس فانی جہاں سے رخصت ہو گیا، اسکے مرنے کے بعد اس کے بارے میں رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں اختلاف ہو گیا، ادھر ابلیس نے بھی دعویٰ کر دیا کہ میں اس کا زیادہ حق دار ہوں، کیونکہ ساری زندگی ایک گھڑی بھر بھی کبھی میری نافرمانی نہیں کی، رحمت کے فرشتوں کی دلیل یہ تھی کہ گو وہ گناہ گار ہے مگر اب وہ تائب ہو کر گناہوں والی بستی سے نکل چکا ہے۔

ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بادشاہ کو فیصلہ کرنے کے لئے بھیج دیا، چنانچہ دونوں طرف کے فرشتوں نے اپنا اپنا دعویٰ پیش کیا، آخر فیصلہ یہ کیا گیا کہ یہ قاتل گناہوں کی جس بستی سے نکلا اور جس دوسری بستی میں توبہ کے ارادہ سے جا رہا تھا، دونوں بستیوں کی اس جگہ سے پیمائش کی جائے، جس بستی کے یہ زیادہ قریب ہو جائے اس کا اسی بستی والوں کا حکم ہو گا۔ حضرت قتادہ سے مروی ہے کہ جب وہ قاتل موت کے قریب ہوا تو وہ کمزوری کے باوجود جھٹکا ہو۔ کانیکوں والی بستی کی طرف گھسنا، پیمائش کے بعد اس کی جگہ سے نیک لوگوں والی بستی کا فاصلہ کم نکلا، چنانچہ اس کانیک لوگوں میں شمولیت کا فیصلہ کر دیا گیا۔

مذکورہ حدیث کی شرح میں علماء کے چند اقوال :-

بعض مرفوع احادیث میں دونوں بستیوں کا نام مذکور ہے، چنانچہ جس بستی میں قاتل رہتا تھا اس کا نام ”کفرہ“ ہے اور جس دوسری نیک لوگوں والی بستی میں اس نے جانے کا ارادہ کیا تھا اس کا نام ”نصرہ“ ہے۔ (کتاب التوابع)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری ج ۶ / ص ۳۷ میں لکھا ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ کفر و شرک کے علاوہ تمام گناہوں سے معافی ہو سکتی ہے کیونکہ قرآن مجید کی رو سے کفر کے بعد سب سے بڑا گناہ ناحق قتل ہے اور جب اس قصہ سے اس کی معافی ثابت ہوتی ہے تو باقی گناہوں کی معافی بطریقہ اولیٰ ثابت ہوگی۔

سوال اگر اس پر یہ سوال کیا جائے کہ قتل ظلم ہے اور یہ حقوق العباد سے بھی تعلق رکھتا ہے تو مظلوم کی ادائیگی حق کے بغیر معافی کا کیا مطلب؟

جواب ممکن ہے کہ جب اللہ تعالیٰ قاتل کو سچی توبہ کی وجہ سے اس کو معاف فرمادیں تو مقتول کو اپنی طرف سے عنایات فرما کر راضی کر لیں۔

اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مفتی کبھی فتویٰ دینے میں غلطی بھی کر سکتا ہے اور یہ خیال غلط ہے کہ قاتل نے مفتی کو اس لئے قتل کیا کہ اس کا فتویٰ جہل پر مبنی تھا کیوں کہ قاتل کی حالت سے پتہ چلتا ہے کہ وہ خود جاہل تھا اور وہ اپنے گناہوں کے بارے میں شرعی حکم سے بے خبر تھا

اسی لئے تودہ دوسروں سے مسلسل شرعی حکم کے بارے میں پوچھ پگچھ کرتا رہا۔

در اصل اس نے پہلے عالم کو اس لئے قتل کیا کہ اس کا فتویٰ یہ تھا کہ قاتل کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی جس سے وہ لامحالہ یہی سمجھا کہ اس کی اب نجات کی کوئی شکل نہیں ہے اور وہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہو گیا۔ چنانچہ اس نے اس کے فتویٰ کے مطابق عمل کر لیا کہ جب نجات کی کوئی شکل ہی نہیں تو پھر کیا ننانوے اور کیا سو؟ یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے اس کی دستگیری فرمائی اور وہ پھر اپنے کئے پر ندامت کے ساتھ توبہ کا خواہشمند ہوا اور اسی لئے وہ لوگوں سے دریافت کر کے دوسرے عالم کے پاس پہنچا۔ پہلے عالم کے فتویٰ سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ قاتل کی حالت اور مسئلہ کی حقیقت کو سمجھنے میں اس عالم سے کوتاہی ہوئی ہے، عالم کو اس میں بہت غور فکر کی ضرورت تھی کہ جو شخص ایک نہیں بلکہ ننانوے قتل کر چکا ہے، وہ کس درجہ کا عادی مجرم ہو گا اور قتل کرنا گویا اس کی طبیعت بن چکا ہے، اس لئے دفعۃً اس کی طبیعت کے ناموافق بات نہ کہی جائے، بلکہ اس کی طبیعت کے موافق انداز میں گفتگو کرتے ہوئے ہندرتج اس کو مسئلہ سمجھایا جائے یہ بھی اس صورت میں تھا کہ جب اس عالم کے نزدیک قاتل کی توبہ نہ قبول ہونے میں کوئی صریح حکم موجود ہو تا حالانکہ ایسا ہرگز نہیں، بلکہ اس کے فتویٰ کی بنیاد اس کا اپنا ظن تھا، بظاہر اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ پہلے عالم پر غلبہ عبودیت تھا، اس کو ایک قتل بھی بہت بوجرم دکھائی دیا، چہ جائیکہ ننانوے قتل، چنانچہ اس غلبہ حال کی بنا پر علمی لحاظ سے مسئلہ کی حقیقت اس پر مستور ہو گئی اور دوسرے عالم پر شرعی علم کی پاسداری کا غلبہ تھا، اس لئے وہ فتویٰ دینے میں غلطی سے محفوظ رہا اور مزید برآں یہ کہ دوسرے عالم نے اس کو آئندہ اصلاح احوال کے لئے طریقہ اصلاح بھی تجویز کر دیا، اس قصہ سے عالم کی محض عابد پر فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ اس واقعہ سے اصلاح احوال کے سلسلہ میں ایک مفید امر کا ثبوت ملتا ہے وہ یہ ہے کہ توبہ کے ساتھ ساتھ بعض آدمیوں کے اعتبار سے گناہوں والا علاقہ چھوڑ دینا بھی ضروری ہو جاتا ہے، کیونکہ اس علاقہ میں رہنے کی صورت میں آدمی کو بار بار اپنے گناہوں کے مناظر اور گناہوں میں ابتلاء کے محرکات کا نقشہ سامنے آتا رہے گا اور یہ حالت دوبارہ گناہ میں ابتلاء کا سبب بن سکتی ہے۔ اس طرح وہ لوگ جو سابقہ گناہوں کے ارتکاب میں معین و مددگار بنے تھے یا اصل میں وہی شر انگیزی کا سبب تھے، ان کے ساتھ اختلاف و میل جول پھر دوبارہ گناہ کے ارتکاب کا ذریعہ بن سکتا ہے، اسی وجہ سے قصہ مذکورہ میں دوسرے عالم نے قاتل کو یہ ہدایت کی کہ اپنے اس علاقہ کو چھوڑ دے اور پھر دوبارہ اس برے علاقہ میں نہ آئے، تو اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ تائب کے لئے مناسب ہے کہ توبہ کے ساتھ اپنے ان احوال کو بھی ترک کر دے جن کا وہ زمانہ معصیت میں عادی رہا ہے اور آئندہ اس

کے برعکس اچھے اشغال اختیار کرے، تاکہ اس کے دل سے برائی کا اثر بالکل مٹ جائے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیث شریف میں اس مذکورہ قصہ سے پتہ چلتا ہے کہ سچی توبہ سے جیسے سارے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس طرح قتل جیسا سنگین جرم بھی توبہ سے معاف ہو جاتا ہے، گو یہ قصہ ہم سے پہلی امتوں کا ہے اور اس سے حجت پکڑنا مختلف فیہ ہے مگر غور کیا جائے تو اس میں کوئی اختلاف کی وجہ نہیں ہے، کیوں کہ اس قصہ کے علاوہ بھی ہماری شریعت اسلامیہ میں اس کا ثبوت موجود ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں فرمان الہی ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ ﴿۱۰۰﴾

ترجمہ: (یعنی بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کے لئے منظور ہو گا وہ گناہ بخش دیں گے۔)

اور حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث میں حضور ﷺ نے بعض منہیات کا ذکر فرمایا اس میں یہ بھی ہے کہ: ”اور نہ قتل کرو جانوں کو“ اس کے بعد فرمایا کہ پس جو شخص ان معاصی کا ارتکاب کرے گا تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے، اگر اللہ چاہیں تو معاف فرمادیں اور اگر چاہیں تو عذاب دیں۔ (متفق علیہ فتح الباری شرح البخاری)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے قتل سے توبہ کے بارے میں ایک عجیب طرح سے استدلال کیا ہے کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ اس امت مسلمہ کے لئے پہلی امتوں کی نسبت احکام میں بہت آسانی ہے اس ضابطہ کے پیش نظر جب پہلی امتوں میں قاتل کی توبہ کی مشروعیت ثابت ہے تو امت مسلمہ کے لئے بطریق اولیٰ ثابت ہوگی۔ اس حدیث سے اس پر بھی استدلال کیا گیا ہے کہ بعض دفعہ فرشتوں کے مابین اختلاف کی صورت میں بعض انسان حاکم ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں، نیز اس میں مسئلہ تحکیم کے جواز پر دلیل ہے اور اس سے ایک اور مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ جب دو متنازع فریق کسی تیسرے شخص کو اپنا حاکم مان لیں تو اس کا فیصلہ فریقین کے لئے قابل قبول ہوگا۔

اور اس حدیث سے حاکم کے لئے فیصلہ کے بارے میں ایک ضابطہ کی بھی راہنمائی ہوتی ہے وہ یہ کہ جب حاکم کے سامنے دونوں طرف سے دلائل وحالات میں تعارض پیدا ہو جائے تو کسی طرف ترجیح کے لئے قرائن سے استدلال درست ہے۔ (حوالہ کے لئے دیکھئے فتح الباری شرح البخاری)

بعض توبہ کرنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ کا قصہ

صحابہ میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ خود اپنا قصہ یوں بیان کرتے ہیں کہ میں ہمیشہ تمام غزوات میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ شریک رہا، البتہ غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکا اور حضور اکرم ﷺ کسی سے بھی جو غزوہ بدر میں شریک نہ ہوا ناراض نہیں ہوئے۔ دراصل اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور اکرم ﷺ کا کوئی باقاعدہ کسی لڑائی کا ارادہ نہیں تھا اور نہ ہی اس کے لئے کوئی لوگوں کو اطلاع کی گئی بلکہ قریش مکہ کے ایک خوراک لے کر آنے والے قافلہ کو روکنا مقصود تھا، قریش مکہ کو جب آپ ﷺ کے اس ارادہ کی اطلاع ملی تو وہ اپنے قافلہ کی حفاظت کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ چنانچہ غزوہ بدر یوں اتفاقاً پیش آیا، جیسا کہ قرآن مجید میں اس کا ذکر ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ غزوہ بدر بڑی فضیلت کا حامل ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ مجھے سب سے زیادہ لیالۃ العتبہ محبوب ہے کہ جس میں ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے، اسلام لانے کے بعد میں کسی بھی غزوہ میں جس میں آپ شریک ہوئے ہوں پیچھے نہیں رہا۔ ہمیشہ تمام غزوات میں شریک ہوا، حتیٰ کہ غزوہ تبوک کا واقعہ بدر پیش ہوا اور یہ غزوہ تبوک وہ آخری غزوہ ہے جس میں حضور ﷺ بنفس نفیس خود شریک ہوئے۔

میں غزوہ تبوک سے پہلے کسی لڑائی میں بھی اتنا قوی اور مالدار نہیں تھا جتنا کہ تبوک کے وقت تھا۔ اس وقت میرے پاس خود اپنی ذاتی دو اونٹنیاں تھیں، اس سے پہلے کبھی بھی دو اونٹنیاں میرے پاس ہونے کی نعمت نہیں آئی۔ حضور ﷺ کی ہمیشہ عادت شریفہ یہ تھی کہ جس طرف لڑائی کا ارادہ ہوتا تھا اس کا اظہار نہیں ہوتا تھا بلکہ دوسری جانبوں کے احوال دریافت فرماتے تھے اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ ”الحرب خدعہ“ کہ جنگ دھوکا ہے مگر اس لڑائی میں چونکہ گرمی بھی شدید تھی اور سفر بھی دور کا تھا اس کے علاوہ دشمنوں کی بھی بہت بڑی جماعت تھی، اس لئے صاف اعلان فرمادیا تھا کہ لوگ تیاری کر لیں، چنانچہ مسلمانوں کی اتنی بڑی جماعت حضور ﷺ کے ساتھ ہو گئی کہ رجسٹر میں ان کا نام بھی لکھنا دشوار تھا اور مجمع کی کثرت کی وجہ سے کوئی شخص اگر چھپنا چاہتا ہے کہ میں نہ جاؤں نہ پتا چلے تو دشوار نہ تھا، پیچھے رہنے والوں کی تعداد (۸۰) اسی سے کچھ اوپر تھی، اس کے ساتھ ہی پھل بالکل پک رہے تھے، میں بھی سامان سفر کی تیاری کا صبح ہی سے ارادہ کرتا مگر شام ہو جاتی اور

کسی قسم کی تیاری کی نوبت نہ آتی، لیکن میں اپنے دل میں خیال کرتا رہا کہ مجھے وسعت حاصل ہے، جب ارادہ پختہ کروں گا فوراً ہو جائے گا، حتیٰ کہ حضور ﷺ روانہ بھی ہو گئے اور یہ جمہرات کا دن تھا اور آپ جمہرات کو سفر زیادہ پسند فرماتے تھے مگر میرا سامان سفر تیار نہ ہوا، پھر بھی یہی خیال تھا کہ ایک دو روز میں تیاری کر کے جا ملوں گا۔

اس طرح آج کل پر ملتار باحتیٰ کہ حضور ﷺ کے وہاں پہنچنے کا وقت قریب آگیا، اس وقت میں نے کوشش بھی کی مگر سامان نہ ہو سکا، اب میں جب مدینہ طیبہ میں ادھر ادھر دیکھتا ہوں تو صرف وہی لوگ ملتے ہیں جن پر منافقت کا بد نما داغ لگا ہوا تھا یا وہ معذور تھے، اور حضور ﷺ نے بھی تبوک پہنچ کر دریافت فرمایا کہ کعب نظر نہیں پڑتے کیا بات ہوئی؟ ایک صاحب نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس کو اپنے مال و جمال کی اکڑنے روکا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غلط کہا، اے اللہ کے نبی! ہم جہاں تک سمجھتے ہیں وہ اچھا آدمی ہے، مگر حضور ﷺ نے بالکل سکوت فرمایا اور کچھ نہ بولے، اسی دوران لوگوں نے ایک شخص کو آتے دیکھا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابو خیشمہ معلوم ہوتا ہے، قریب آیا تو معلوم ہوا کہ واقعی ابو خیشمہ ہی تھے، حتیٰ کہ چند روز بعد میں نے واپسی کی خبر سنی تو مجھے رنج و غم ہوا اور برا فکر ہوا، دل میں چھوٹے چھوٹے عذر آتے تھے کہ اس وقت کسی فرضی عذر سے حضور اکرم ﷺ کے غصہ سے جان چالوں، پھر کسی وقت معافی کی درخواست کر لوں گا اور اس بارے میں اپنے گھرانے کے ہر سمجھ دار سے مشورہ کرتا رہا، مگر جب معلوم ہو گیا کہ حضور اکرم ﷺ تشریف لے ہی آئے ہیں تو میرے دل نے فیصلہ کر لیا کہ بغیر سچ بولے کسی طرح نجات نہ ہوگی اور میں نے سچ بکبات کرنے کی ٹھان ہی لی۔ حضور ﷺ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اول مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے اور وہاں تھوڑی دیر تشریف رکھتے کہ لوگوں سے ملاقات فرمائیں۔ چنانچہ حضور ﷺ تشریف فرما تھے کہ منافق لوگ آکر جھوٹے عذر کرتے اور قسمیں کھاتے رہے، حضور ﷺ ان کے ظاہر حال کو قبول فرماتے رہے اور باطن کو اللہ کے سپرد فرماتے رہے کہ اتنے میں بندہ بھی حاضر ہوا اور سلام کیا، حضور ﷺ نے ناراضگی کے انداز میں تبسم فرمایا اور اعراض فرمایا۔ میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! آپ نے اعراض فرمایا، میں خدا کی قسم نہ تو منافق ہوں نہ مجھے ایمان میں کچھ تردد ہے، ارشاد فرمایا کہ ادھر آؤ میں قریب ہو کر بیٹھ گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تھے کس چیز نے روکا؟ کیا تو نے اونٹنیاں نہیں خرید رکھی تھیں؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر میں کسی دنیا دار کے پاس اس وقت ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ میں اس کے غصہ میں معقول عذر کے ساتھ خلاصی پالیتا کہ مجھے بات کرنے کا سلیقہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے، لیکن آپ کے متعلق مجھے

معلوم ہے کہ اگر آج جھوٹ سے آپ کو راضی کر لوں تو قریب ہے کہ اللہ جل شانہ مجھ سے ناراض ہوں اور اگر آپ سے صاف صاف عرض کر دوں تو آپ کو غصہ آئے گا، لیکن قریب ہے کہ اللہ پاک کی ذات آپ کے عتاب کو زائل کر دے، اس لئے سچ ہی عرض کرتا ہوں کہ واللہ مجھے کوئی عذر نہیں تھا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تو نے سچ کہا، پھر فرمایا کہ اچھا اٹھ جاؤ تمہارا فیصلہ حق تعالیٰ شانہ فرمائیں گے، میں وہاں سے اٹھا تو میری قوم کے بہت سے لوگوں نے مجھے ملامت کی کہ تو نے اس سے پہلے کوئی گناہ نہیں کیا تھا، اگر تو کوئی عذر کر کے حضور ﷺ سے استغفار کی درخواست کرتا تو حضور ﷺ کا استغفار تیرے لئے کافی تھا، اب کیا علم کہ تیرے ساتھ کیا معاملہ ہو۔ میری قوم کے لوگ مجھے مسلسل ملامت کرتے رہے حتیٰ کہ میں نے ارادہ کر لیا کہ واپس جا کر جھوٹ بول دوں، میں نے ان سے پوچھا کہ کوئی اور بھی ایسا شخص ہے جس کے ساتھ یہ معاملہ ہوا ہو؟ لوگوں نے بتلایا کہ دو شخصوں کے ساتھ اور بھی یہی معاملہ پیش آیا اور انہوں نے بھی یہی گفتگو کی جو تو نے کی اور یہی جواب ان کو ملا جو تجھ کو ملا، ایک بلال بن امیہ رضی اللہ عنہ، دوسرے مرارة بن ربعی رضی اللہ عنہ، میں نے دیکھا کہ دو صالح شخص جو دونوں بدری ہیں وہ بھی میرے شریک حال ہیں، میں نے فیصلہ کر لیا کہ ان کی طرز ہی میرے لئے بہتر ہے اور میں واپس جا کر جھوٹ نہیں بولوں گا۔ حضور ﷺ نے ہم تینوں سے بولنے کی ممانعت بھی فرمادی کہ کوئی شخص ہم سے کلام نہ کرے۔ کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی ممانعت پر لوگوں نے ہم سے بولنا چھوڑ دیا اور ہم سے اجتناب کرنے لگے اور گویا دنیا ہی بدل گئی حتیٰ کہ زمین باد جو اپنی وسعت کے مجھے تنگ معلوم ہونے لگی، سارے لوگ اجنبی معلوم ہونے لگے، درودیوار اوپر سے بن گئے، میرے دونوں ساتھی تو شروع ہی سے گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے اور وہ شب و روز روتے رہتے، میں سب سے قوی تھا، چلتا پھرتا بازار چلا جاتا، نماز میں شریک ہوتا مگر مجھ سے بات کوئی نہ کرتا، حضور ﷺ کی مجلس میں حاضر ہو کر سلام کرتا اور بہت غور سے خیال کرتا کہ حضور ﷺ کے لب مبارک جواب کے لئے پہلے یا نہیں، نماز کے بعد حضور ﷺ کے قریب کھڑے ہو کر نماز پوری کرتا اور آنکھ چرا کر دیکھتا کہ حضور ﷺ مجھے دیکھتے بھی ہیں یا نہیں۔ جب میں نماز میں مشغول ہوتا تو حضور ﷺ مجھے دیکھتے اور جب میں ادھر متوجہ ہوتا تو حضور ﷺ منہ پھیر لیتے اور میری جانب سے اعراض فرما لیتے۔ غرض یہی حالات گزرتے رہے اور مسلمانوں کا بات چیت بند کر دینا مجھ پر بہت بھاری ہو گیا، تو میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کے باغ کی دیوار پر چڑھا وہ میرے رشتے کے چچا زاد بھائی بھی تھے اور مجھ سے تعلقات بھی بہت ہی زیادہ تھے، میں نے دیوار پر چڑھ کر سلام کیا، انہوں نے سلام کا جواب نہ دیا، میں نے ان کو قسم دے کر پوچھا کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مجھے اللہ اور اس کے

رسول ﷺ سے محبت ہے، انہوں نے اس کا جواب نہ دیا، میں نے دوبارہ قسم دی اور دریافت کیا وہ پھر بھی چپ ہی رہے، میں نے تیسری مرتبہ پھر قسم دے کر پوچھا، انہوں نے کہا اللہ جانے اور اس کا رسول (ﷺ)، پیارے دوست اور اپنے محبوب کا یہ کلمہ سن کر میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور وہاں سے لوٹ آیا۔ اسی دوران میں ایک مرتبہ بازار میں جا رہا تھا کہ ایک قبیلے کو جو نصرانی تھا اور شام سے مدینہ منورہ اپنا غلام فروخت کرنے آیا تھا، یہ کہتے ہوئے سنا کہ کوئی کعب بن مالک کا پتہ بتا دے، لوگوں نے اس کو میری طرف اشارہ کر کے بتایا، وہ میرے پاس آیا اور غسان کے کا فر بادشاہ کا خط مجھے لا کر دیا۔ اس میں لکھا تھا کہ ہمیں معلوم ہے کہ تمہارے آقا نے تم پر ظلم کر رکھا ہے، تمہیں اللہ ذلت کی جگہ نہ رکھے اور نہ ضائع کرے، تم ہمارے پاس آ جاؤ، ہم تمہاری مدد کریں گے۔ کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ خط پڑھ کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی کہ میری حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ کا فر بھی مجھ میں طمع کرنے لگے اور مجھے اسلام سے ہٹانے کی تدبیریں سوچنے لگے، یہ ایک اور مصیبت آئی اور اس خط کو لے جا کر میں نے تور میں پھونک دیا اور حضور ﷺ سے جا کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے اعراض کی وجہ سے میری یہ حالت ہو گئی ہے کہ کا فر مجھ میں طمع کرنے لگے، اسی حالت میں چالیس (۴۰) روز ہم پر گزرے تھے کہ حضور ﷺ کا قاصد میرے پاس حضور کا یہ ارشاد لے کر آیا کہ اپنی بیوی بچوں کو بھی چھوڑ دو، میں نے دریافت کیا کہ کیا منشاء ہے، اس کو طلاق دے دوں؟ فرمایا نہیں بلکہ علیحدگی اختیار کر لو اور میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی اسی قاصد کی معرفت یہی حکم پہنچا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تو اپنے میکے چلی جا جب تک اللہ جل شانہ اس امر کا فیصلہ فرمائیں وہیں رہنا۔ ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ ہلال بالکل بوڑھے شخص ہیں، کوئی خبر گیری کرنے والا نہ ہو گا تو ہلاک ہو جائیں گے، اگر آپ اجازت دیں اور آپ کو گرانہ نہ ہو تو میں کچھ کام کاج ان کا کر دیا کروں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مضائقہ نہیں لیکن صحبت نہ کریں۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! (شدت غم کی وجہ سے) اس چیز کی طرف تو اس کو میلان بھی نہیں رہا، جس روز سے یہ واقعہ پیش آیا آج تک ان کا وقت روتے ہی گزر رہا ہے۔ غرض اس حال میں دس روز مزید گزرے کہ ہم سے بات چیت اور میل جول بند ہونے پورے پچاس دن ہو گئے۔ پچاسویں دن کی صبح کی نماز اپنے گھر کی چھت پر پڑھ کر میں نہایت غمگین بیٹھا ہوا تھا، زمین مجھ پر بالکل تنگ تھی اور زندگی بدھ رہی تھی کہ مدینہ منورہ کے مشہور سلع پہاڑ کی چوٹی پر سے ایک زور سے چلانے والے نے آواز دی کہ کعب! خوشخبری ہو تم کو، میں اتنا ہی سن کر سجدے میں گر گیا اور خوشی کے مارے رونے لگا اور سمجھا کہ تنگی دور ہو گئی۔ اس کے بعد ایک صاحب گھوڑے پر سوار ہو کر

بھارت دینے کے لئے بھاگے ہوئے آئے، میں جو کپڑے پہن رہا تھا وہ نکال کر بھارت دینے والے لی نذر کر دیئے، خدا کی قسم ان دو کپڑوں کے سوا اور کوئی کپڑا اس وقت میری ملک میں نہ تھا، اس کے بعد میں نے دو کپڑے مانگے ہوئے پہنے اور ہماری توبہ کے بارے میں وحی رات کو ہی آپجی تھی۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں کعب ابن مالک کو بھارت نہ دے آؤں؟ آپ نے فرمایا کہ اب رات کے وقت تیرے لئے بھی پریشانی کا سبب ہو گا اور لوگوں کی بھی نیند خراب ہوگی، حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا میرے اس قصہ میں بہت محسنہ تھیں (آخر ان کی مال تھی تا کما قال تعالیٰ: ﴿وَأَزْوَاجَهُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ نبی ﷺ) کی بیویاں مؤمنین کی مائیں ہیں) اور ان کو میرے اس معاملہ کا بہت دکھ تھا میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسی طرح میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی خوشخبری لے کر لوگ گئے، میں جب مسجد نبوی میں حاضر ہوا تو وہ لوگ خدمت اقدس میں حاضر تھے، مجھے مبارک باد دینے کے لئے دوڑے اور سب سے پہلے ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر مبارک باد دی اور مصافحہ کیا جو مجھے ہمیشہ ہی یاد رہے گا۔

میں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں جا کر سلام عرض کیا تو چہرہ کھل رہا تھا اور انوار خوشی کے چہرے سے ظاہر ہو رہے تھے، حضور ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی کے وقت چاند کی طرح چمکنے لگتا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے کعب! بھارت اور خوشی ہواں سے پیدا ہونے کے بعد آج کا دن تیرے لئے سب سے زیادہ مبارک دن ہے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ آپ کی جانب سے ہے؟ فرمایا خدا کی جانب سے، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَانَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ رَؤُفٌ رَحِيمٌ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنَّهُ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾

(توبہ: ۱۱۷، ۱۱۸)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی: ﴿اتَّقُوا اللَّهَ

وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ (توبہ: ۱۱۹)

میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ میری جائیداد جو ہے وہ سب اللہ کے راستے میں صدقہ ہے۔ (کہ یہ ثروت ہی اس مصیبت کا سبب بنی تھی) حضور ﷺ نے

فرمایا کہ اس میں تنگی ہوگی، کچھ حصہ اپنے پاس بھی رہنے دو۔ میں نے عرض کیا بہتر ہے، خیبر کا حصہ رہنے دیا جائے، مجھے سچ ہی نے نجات دی، اس لئے میں نے عہد کر لیا کہ ہمیشہ سچ بولوں گا۔ حضرت کعب فرماتے ہیں کہ اس کے بعد اب تک میں نے کبھی کوئی جھوٹ بات زبان سے نہ نکالی اور خداقیہ زندگی بھی محفوظ رکھے۔ (حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا یہ قصہ صحیح بخاری میں کتاب الوصایا کتاب الجہاد اور مختلف جگہ پر ذکر کیا گیا ہے اور صحیح مسلم میں یہ قصہ توبہ کے بیان میں مذکور ہے۔)

کام کی بات

مذکورہ حدیث میں ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے جناب نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں کعب بن مالک کو خوشخبری نہ دے آؤں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ رات کے وقت تیرے لئے بھی پریشانی کا سبب ہوگا اور لوگوں کی نیند بھی خراب ہوگی۔ اچھ دیکھئے حضرات! کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ پر زمین تلگ ہو چکی ہے اور سخت پریشانی میں ہیں، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو ان کی اس پریشانی پر ترس آ رہا ہے کہ ابھی ان کو اطلاع کر کے پریشانی دور کر دی جائے اس پر اجازت طلب کر رہی ہیں۔ مگر جناب نبی کریم ﷺ کو رات کے وقت اپنے دوسرے امتی لوگوں کی نیندیں خراب ہونے کی فکر لاحق ہے اور اس خوشخبری سنانے کو لوگوں کے بیدار ہونے تک موخر فرما رہے ہیں۔

یہ تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے لئے شدید ترین غمی کا موقع تھا اس کے باوجود خوشخبری سنانے کو لوگوں کی نیند کا خیال کرتے ہوئے موخر کیا جا رہا ہے، مگر ہم میں سے اکثر مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ بیاہ شادی اور خوشی کے موقع پر اور اس کے علاوہ فحش قسم کے گانے ریڈیو، ٹیپ ریکارڈیا لاؤڈ سپیکر کی دھن پر رات گئے تک دوسروں کی نیند کا خیال کئے بغیر سنتے سناتے رہتے ہیں، اسی طرح بعض مساجد میں بھی لوگوں کی نیند کے وقت لاؤڈ سپیکر کا غلط استعمال ہوتا ہے، جو لوگوں کی تشویش کا باعث بنتا ہے۔ کیا ہم مسلمانوں کا جناب کریم ﷺ کے ایسے مبارک طریقوں کو زندہ رکھنے میں کوئی حصہ نہیں ہے؟

حضرت ثعلبہ بن عبد الرحمنؓ کی توبہ کا عجیب و غریب قصہ

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک انصاری نوجوان مسلمان ہوا، اس کا نام ثعلبہ بن عبد الرحمن تھا، نبی کریم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا اور آپ ﷺ کے لئے موزے بنایا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے اس کو کسی کام کے لئے بھیجا، وہ چلتے ہوئے کسی انصاری آدمی کے گھر کے دروازہ کے پاس سے گزرا اس کو گھر کے اندر ایک عورت غسل کرتی نظر آئی اور ساتھ ہی اس کو یہ خوف ہوا کہ کہیں حضور ﷺ کو بذریعہ وحی اس بدنگاہی کا پتہ نہ چل جائے۔ چنانچہ وہ اس خوف کی وجہ سے جھرمٹہ منہ تھا اسی طرف بھاگ نکلا اور مکہ اور مدینہ کے درمیان پہاڑوں میں جا کر چھپ گیا، چالیس روز گزر گئے کہ حضور ﷺ کو اس کا کہیں پتہ نہ چلا، ادھر حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اے محمد! آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے اور اللہ رب العزت فرما رہے ہیں کہ آپ کی امت میں سے ایک آدمی پہاڑوں میں مجھ سے پناہ کی درخواست کر رہا ہے۔ نبی ﷺ نے حضرت عمر اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہما کو اس کی تلاش کا حکم دیا، دونوں حضرات حکم کی تعمیل کرتے ہوئے مدینہ کے پہاڑی راستوں سے ہوتے ہوئے اس کی تلاش میں چل دیئے، ان کو مدینہ کا رہنے والا ذافہ نامی ایک چرواہا ملا، حضرت عمر نے اس سے پوچھا کہ تجھے ان پہاڑوں میں کسی نوجوان کا علم ہے؟ جس کا نام ثعلبہ ہے۔

اس چرواہے نے کہا شاید آپ اس نوجوان کا پوچھ رہے ہیں جو جہنم کے ڈر سے بھاگا ہوا ہے؟ حضرت عمر نے اس سے کہا کہ تجھے کیسے علم ہے کہ وہ جہنم کے ڈر سے بھاگا ہوا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جب آدھی رات ہوتی ہے تو وہ نوجوان ان پہاڑوں سے نکلتا ہے اور اپنے سر پر ہاتھ رکھے ہوئے یہ کہتا ہے کہ اے کاش! تو میری روح کو قبض کر کے روحوں میں داخل کر دیتا، اور میرا جسم مردوں میں شامل ہو جاتا، اے کاش! کہ تو مجھے روز قیامت حساب کے وقت رسوائی سے چالے۔ حضرت عمر نے فرمایا کہ بس اسی نوجوان کی تلاش ہے، وہ چرواہا ان دونوں حضرات کو اپنے ساتھ لے کر گیا، جب آدھی رات کا وقت ہوا تو وہ نوجوان پہاڑوں سے نکلا، سر پر ہاتھ رکھے ہوئے یہ کہہ رہا تھا، ہائے کاش کہ تو مجھے موت دے کر میری روح کو روحوں میں داخل کر دیتا اور میرا جسم مردوں میں شامل کر دیتا، اے کاش! کہ تو مجھے روز قیامت حساب کی رسوائی سے چالے۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ حضرت عمر اس کی طرف بڑھے اور جا کر اس کو اپنی گود میں لے لیا، اس نوجوان نے کہا کہ اے عمر! کیا رسول ﷺ کو میرے گناہ کا پتہ چل گیا ہے؟ حضرت عمر نے کہا کہ مجھے تو معلوم نہیں، البتہ گزشتہ کل تمہارا ذکر کیا تھا اور مجھے اور سلمان ہم دونوں کو تمہاری تلاش کا حکم فرمایا تھا، اس نوجوان نے کہا کہ اے عمر! مجھے ایسے وقت حضور ﷺ کی خدمت میں لے کر جانا جب کہ آپ نماز میں مشغول ہوں۔ چنانچہ یہ دونوں حضرت ثعلبہ بن عبد الرحمن کو ساتھ لے آئے، جب نماز کا وقت ہوا اور جماعت کھڑی ہو گئی تو حضرت عمر اور حضرت سلمان جلدی میں صف میں جا کر مل گئے، ثعلبہ نے جب نبی ﷺ کی تلاوت کی آواز سنی تو غش کھا کر گر پڑا، نبی ﷺ جب سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوئے، حضرت عمر اور حضرت

مسلمان کو فرمایا کہ ثعلبہ کہاں ہے؟ اس کا کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! وہ یہاں حاضر ہے، نبی ﷺ اٹھے اور جا کر ثعلبہ کو بلایا، چنانچہ ثعلبہ بن عبد الرحمن ہوش میں آگیا، حضور ﷺ نے اس سے فرمایا کہ ثعلبہ! تو مجھ سے کیوں غائب رہا؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! اپنے گناہ کی وجہ سے، رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ میں تجھے ایسی آیت نہ بتلا دوں جو تیری تمام خطاؤں اور گناہوں کو مٹا دے، اس نے عرض کیا کہ ضرور بالضرور یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا کہ یہ آیت پڑھا کر: ﴿ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الآخرة حسنة وقلنا عذاب النار﴾ (البقرہ: ۲۰۱)

اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا گناہ تو بہت بڑا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا کلام سب سے بڑا ہے، پھر آپ نے اس کو واپس گھر جانے کا حکم فرمایا۔ ثعلبہ بن عبد الرحمن کی مسلسل آٹھ دن بیماری کی حالت رہی، پھر ایک روز حضرت سلمان حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ ثعلبہ کے پاس تشریف لے جائیں گے؟ کیوں کہ وہ غم کی وجہ سے موت کے قریب ہو گیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ اٹھو اور ثعلبہ کے پاس میرے ساتھ چلو، جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ثعلبہ کے پاس پہنچے تو آپ نے اس کا سر گود میں رکھ لیا، اس نے اپنا سر حضور ﷺ کی گود سے ہٹا لیا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے اپنا سر میری گود سے کیوں ہٹا لیا؟ اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرا سر اس قابل نہیں کیوں کہ وہ گناہوں سے بھرا ہوا ہے، آپ نے پوچھا کہ تجھے کیا تکلیف محسوس ہو رہی ہے؟ اس نے عرض کیا کہ مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میرے گوشت پوست اور ہڈیوں میں چوئیاں چل رہی ہیں، آپ نے فرمایا تیری کیا خواہش ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ میرا رب مجھے معاف کر دے، ابھی آپ نے کوئی جواب نہیں فرمایا تھا کہ جبرائیل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور کہا کہ اے محمد! آپ کا رب آپ کو سلام کتا ہے اور اللہ رب العزت آپ کو فرما رہے ہیں کہ اگر یہ میرا بندہ ساری روئے زمین کے برابر بھی گناہ لے کر آئے تو میں اس کے اس قدر گناہ بھی معاف کر دوں گا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اللہ رب العزت کا یہ فرمان سن کر اس نوجوان کو بتلایا، اس نے زور سے ایک چیخ ماری اور اللہ کو پیار ہو گیا۔

راوی کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اس کے غسل اور کفن و دفن کا حکم فرمایا، نماز جنازہ کے بعد اس کو دفن کرنے کے لئے لے جایا جا رہا تھا، تو حضور ﷺ اپنے پاؤں مبارک کی انگلیوں کے بل چل رہے تھے، دفن کے بعد ہم نے آپ ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! اس کی کیا وجہ تھی؟ آپ ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبی برحق بنا کر بھیجا ہے کہ اس جنازہ میں شریک فرشتوں کی کثرت کی وجہ سے میں اپنا پاؤں زمین پر نہیں رکھ سکتا تھا۔ (کتاب التواتر ص ۱۰۸، ۱۰۵)

ابو جہل کے بیٹے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی توبہ کا قصہ

ان قدامہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا قصہ اس طرح بیان کیا ہے کہ ابو اسحاق سبتی سے مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے روز مکہ مکرمہ میں تشریف فرما ہوئے تو عکرمہ نے مکہ میں ایسی جگہ نہیں رہوں گا جہاں مجھے میرے باپ ابو الحکم (ابو جہل) کا قاتل بھی نظر آئے۔ اور عکرمہ مکہ سے دریائی سفر کے ارادہ سے چل دیئے، ان کی بیوی امّ حکیم نے ان کے پیچھے جا کر ان کو روکنے کی بہت کوشش کی اور ان سے کہا کہ اے قریش کے نوجوانوں کے سردار آپ کہاں جا رہے ہیں؟ آپ ایسے علاقہ میں جا رہے ہیں جہاں کوئی آپ کو نہ جانے نہ پہچانے، اس لئے آپ واپس آجائیں، عکرمہ نے اپنی بیوی کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔

اور عبد اللہ بن زبیر سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے روز ہند بن عتبہ اور امّ حکیم بہت حارث بن ہشام عکرمہ کی بیوی نے اسلام قبول کیا، اس کے علاوہ اور بھی قریش کی آٹھ عورتوں نے اسلام قبول کیا۔ چنانچہ یہ دس عورتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور آپ اس وقت مقام ابط میں تشریف فرما تھے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام لانے پر بیعت کی، جس وقت یہ عورتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو اس وقت آپ کے پاس آپ کی دو بیویاں اور آپ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ اور بنی عبد المطلب کی دوسری عورتیں بھی موجود تھیں، اس موقع پر ہند بنت عتبہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے اپنے پسندیدہ دین اسلام کو غالب کر دیا تاکہ مجھے آپ کی مہربانی کا حصہ مل سکے۔

اے محمد! بے شک میں سچے دل سے اللہ پر ایمان لانے والی عورت ہوں اور ساتھ ہی اپنے چہرے سے نقاب ہٹا کر مکہ میں ہند بنت عتبہ ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مرحبا بک، یعنی تمہارا آتما مبارک ہو، ہند بنت عتبہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کی قسم پہلے زمین پر سب گھروں سے زیادہ آپ کا گھر میرے نزدیک ذلیل تھا اور اب اللہ کے فضل سے میری یہ حالت ہے کہ ساری روئے زمین پر سب سے زیادہ عزیز آپ کا گھر دکھائی دیتا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تیری مجھ سے اس محبت میں مزید اضافہ فرمائے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی تلاوت فرمائی اور ان سب عورتوں کو بہت کر لیا۔

اس کے بعد عکرمہ کی بیوی امّ حکیم نے عرض کیا یا رسول اللہ! عکرمہ آپ کے ڈر کی وجہ سے یمن کی طرف چلا گیا ہے، اسے اس بات کا خوف ہے کہ کہیں آپ اسے قتل نہ کر دیں، اس لئے

عرض ہے کہ آپ اس کو دامن امن میں پناہ دے دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عکرمہ کو امن دیا، چنانچہ اُم حکیم عکرمہ کی تلاش میں چل دی، عکرمہ تمامہ کے ساحل پر پہنچ چکا تھا، اُم حکیم کے وہاں پہنچنے سے پہلے ملای عکرمہ سے کہہ رہا تھا کہ تم اپنے آپ کو پاک صاف کر لو، عکرمہ نے ملای سے کہا کہ کیا مطلب میں کیا کروں؟ ملای نے کہا کو! لا الہ الا اللہ۔ عکرمہ نے کہا کہ اسی کلمہ کی وجہ سے تو میں بھگا کر یہاں آیا ہوں، اسی دوران اُم حکیم بھی وہاں پہنچ گئی اور عکرمہ سے کہنے لگی اے ابن عمرو! میں تمام انسانوں سے افضل اور تمام انسانوں سے زیادہ نیک اور تمام انسانوں سے بہترین شخصیت کے ہاں سے تیرے پاس آئی ہوں، تو اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈال اور کہا کہ میں نے تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ سے امن کی اجازت حاصل کر لی ہے۔ عکرمہ نے کہا کہ تو نے ایسا کیا ہے؟ اُم حکیم نے کہا کہ ہاں! میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا ہے کہ آپ عکرمہ کو امن دے دیں تو آپ نے فرمایا کہ میں نے عکرمہ کو امن دیا، چنانچہ عکرمہ اپنی بیوی اُم حکیم کے ساتھ واپس مکہ آ گئے۔

روای کہتا ہے کہ عکرمہ نے اپنی بیوی سے صحبت کا تقاضا کیا مگر اس کی بیوی نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ تم کافر ہو اور میں مسلمان ہوں، اس پر عکرمہ نے کہا بے شک جس چیز نے تجھ کو مجھ سے روکا ہے وہ امر عظیم ہے۔

صاف صاف بات (مشرق و مغرب میں بسنے والے مسلمانو یہ حال اُس مسلمان بیٹی کا ہے جسکے دل میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نے جگہ لے لی ہے، ذرا غور کریں کہ سینے میں کلمہ طیبہ کی موجودگی نے اپنے غیر مسلم خاوند کے سینے کو باوجود چاہت اور تڑپ کے اس مسلمان بیٹی نے اپنے سینے سے لگنے نہیں دیا۔ اور اپنے خاوند کے صحبت کے تقاضے پر یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ تم کافر ہو اور میں مسلمان ہوں۔ اس پر ہمارے اُن مسلمان بیٹے اور بیٹیاں کو غور کرنا چاہیے جو یورپ یا امریکہ کی رو میں بیہ کر ہر مابجے ساجے غیر مسلم یہودی یا نصرانی کے ساتھ نکل بھاگتے ہیں، اور سانڈ کی طرح ہر جگہ منہ مارتے پھرتے ہیں، اور اپنے بوڑھے ماں باپ اور اسلام کی آمد کو خاک میں ملا دیتے ہیں، اور پھر جب ان سے کوئی پوچھتا ہے تم کون ہو؟ تو فخر سے کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ یاد رکھو، محمد مصطفیٰ ﷺ اور کائنات کے رب اور اسلام کو ایسے مسلمانوں کی ضرورت نہیں ہے، اکبر الہ آبادی نے کہا تھا۔

نئی تہذیب میں وقت زیادہ تو نہیں ہوتی
مذہب رہتے ہیں قائم صرف ایمان جاتا ہے

میرے مسلمان بھائی بہنو ہمیں اپنے اس ایمان اور اسلام کی زیادہ سے زیادہ حفاظت کرنی

چاہیے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایمان کی مٹھاس نصیب فرمائے، آمین۔ (از مؤلف)

جب عکرمہ مکہ پہنچے اور نبی کریم ﷺ نے عکرمہ کو دیکھا تو خوشی سے عکرمہ کی طرف لپکے، حالانکہ اس وقت آپ کے اوپر چادر بھی نہیں تھی، پھر رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے اور عکرمہ آپ کے سامنے کھڑا تھا، ساتھ اس کی بیوی بھی نقاب اوڑھے کھڑی تھی، پھر عکرمہ نے کہا کہ بے شک میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ نبی کریم ﷺ کو ان کے اسلام لانے کی بہت خوشی ہوئی، پھر عکرمہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے کوئی بہترین چیز تلقین فرمائیں جو میں کہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے بہترین کلمہ یہی ہے کہ تو کہے: ﴿أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمداً عبده ورسوله﴾

عکرمہ نے عرض کیا کہ جی اس کے علاوہ اور؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کہو میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور حاضرین مجلس کو گواہ بناتا ہوں کہ بے شک میں مسلمان مہاجر ہوں، چنانچہ عکرمہ نے یہی کلمات کہے، اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے عکرمہ! آج کے دن جو کچھ بھی تو مجھ سے مانگے گا ہو سکا تو ضرور تجھے دوں گا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے میری آپ کے ساتھ جو بھی دشمنی رہی ہے معاف فرمادیں، کوئی ایسا سفر جو میں نے آپ کی دشمنی میں کیا ہو یا ایسا قیام جو کہ آپ کی دشمنی کے لئے ہوا یا کوئی ایسی گستاخانہ بات جو میں نے آپ کے روبرو کہی یا آپ کی عدم موجودگی میں کسی سب کی معافی چاہتا ہوں، نبی کریم ﷺ نے عکرمہ کی درخواست کے مطابق اللہ تعالیٰ سے اس کی تمام تر اسلام دشمنی اور اپنی ذات سے متعلقہ گستاخیوں اور ایذا و سانیوں کی بخشش کی دعا فرمادی۔ عکرمہ نے کہا یا رسول اللہ! میں آپ سے راضی ہو گیا، یا رسول اللہ! اللہ کی قسم اب میں نے دین اسلام سے لوگوں کو روکنے کے لئے جتنا مال خرچ کیا تھا اس سے دو گنا اشاعت اسلام کے لئے خرچ کروں گا اور دین اسلام کی مخالفت میں میں جس قدر لڑا ہوں اب اس سے دو گنا زیادہ اللہ کے راستہ میں اپنی جان کی بازی لگاؤں گا اور میں جہاد فی سبیل اللہ میں کوشش کرتا رہوں گا حتیٰ کہ میں مارا جاؤں۔ راوی کہتے ہیں کہ واقعی حضرت عکرمہ اس کے بعد ہمیشہ جہاد فی سبیل اللہ میں شریک رہے حتیٰ کہ جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔

بیان کیا گیا ہے کہ جب یرموک کی لڑائی کا دن تھا تو حضرت عکرمہ ننگے پاؤں تھے، ان سے حضرت خالد بن ولید نے کہا کہ آپ ایسا نہ کریں، کیوں کہ آپ کی تکلیف مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت ہے تو حضرت عکرمہ نے جواب دیا خالد! چھوڑو تمہیں تو مجھ سے پہلے اسلام لا کر حضور ﷺ کی مصاحبت کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔

پھر بڑی دلیری کے ساتھ لڑتے رہے حتیٰ کہ شہید ہو گئے، ان کی شہادت کے بعد دیکھا گیا

توان کے بدن پر نیزوں، تلواروں اور تیروں کے ستر سے زیادہ زخم تھے۔

عبداللہ بن مصعب نے بیان کیا ہے کہ یرموک کی لڑائی میں حارث بن ہشام، عکرمہ بن ابی جہل اور سہیل بن عمرو یہ تینوں حضرات سخت زخمی حالت میں پڑے ہوئے تھے کہ ان میں سے ہر ایک جاں بلب تھا، ان کے پاس پانی پینے کے لئے لایا گیا، جب بھی ان میں سے ایک کو پانی پینے کے لئے دیا تو اس نے خود پہلے پینے سے انکار کر دیا اور دوسرے کو پانی پلانے کا کہا حتیٰ کہ سب کے سب جاں بحق ہوئے اور پانی کسی نے بھی نہ پیا۔ چنانچہ رومی کا کہنا ہے کہ عکرمہ نے پانی مانگا لیکن ساتھ ہی سہیل پر نظر پڑی کہ وہ پانی کی طرف دیکھ رہے ہیں تو عکرمہ نے کہا کہ سہیل کو پانی دو، سہیل کے پاس پانی لایا گیا تو ان کی نظر حارث پر پڑی کہ وہ پیاسے پانی کی طرف دیکھ رہے ہیں، تو سہیل نے کہا کہ حارث کو پانی پلاؤ، ابھی حارث تک پانی نہیں پہنچا تھا کہ وہ اللہ کو پیارے ہو گئے، پانی کو واپس پہلے دو حضرات کے پاس لایا گیا تو دیکھا کہ وہ بھی اللہ کو پیارے ہو چکے تھے (رحمۃ اللہ علیہم) (یہ ہے صحابہ کرام کی رحمۃ اللہ) (آپس میں پیار) کی عملی تصویر کہ مرنے کے وقت بھی جب ہوش و حواس ہی جواب دے دیتے ہیں تو یہ لوگ ہمدردی میں دوسرے پر جان بھی قربان کر دیتے ہیں۔ (از مترجم) (اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو یہ قربانی اور یہ ایثار دوبارہ نصیب فرمادے۔ آمین)

حضرت ماعز اور ایک غامدہ عورت کی توبہ کا قصہ

توبہ کے دوا ایسے قصے جن کی مثال ملنی محال ہے، صحیح مسلم میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ماعز بن مالک نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے پاک کر دیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا تجھ پر افسوس! واپس جا۔ اللہ سے استغفار کر اور اس سے معافی مانگ، حضرت بریدہ کہتے ہیں کہ ماعز بن مالک تھوڑی دور جا کر پھر واپس حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے پاک کر دیجئے، آپ ﷺ نے پھر وہی ارشاد فرمایا جو پہلے اس سے فرمایا تھا، پھر تیسری مرتبہ انہوں نے اسی طرح عرض کیا، آپ ﷺ نے تیسری مرتبہ بھی وہی ارشاد فرمایا، جب چوتھی مرتبہ انہوں نے پھر آپ ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے پاک کر دیجئے تو رسول اللہ ﷺ نے ماعز بن مالک سے فرمایا کہ تجھے کس چیز سے پاک کروں؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ زنا سے، نبی ﷺ نے تحقیق کی غرض سے فرمایا کہ دیکھو کہ کہیں یہ دیوانہ تو نہیں؟ آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ وہ دیوانہ نہیں ہے، پھر آپ ﷺ نے یہ پوچھا کہ دیکھو! کہیں اس نے شراب تو نہیں پی؟ چنانچہ ان کی منہ کی مہک کو سونگھا گیا، معلوم ہوا کہ شراب نہیں پی، پھر حضور علیہ

الصلوة والسلام نے فرمایا کہ کیا تو نے زنا کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ جی ہاں، اس کے بعد نبی ﷺ نے ماعز بن مالک کو رجم کرنے کا حکم دیا، چنانچہ ان کو رجم کیا گیا، پھر دو یا تین دن گزرنے کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ماعز بن مالک کے لئے استغفار کرو! بے شک اس نے ایسی سچی توبہ کی ہے کہ اگر امت کے درمیان تقسیم کر دی جائے تو سب کو کافی ہو جائے۔

اس قصہ کے بعد پھر ایک دوسرا واقعہ پیش آیا۔ وہ یہ کہ قبیلہ غامد کی ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس نے بھی آپ سے یہ درخواست کی کہ یا رسول اللہ! مجھے پاک کر دیجئے، آپ ﷺ نے اس غامدیہ عورت سے بھی یہی فرمایا، تجھ پر افسوس! واپس جا اور اللہ سے استغفار کر اور اس سے معافی مانگ، اس عورت نے کہا کہ یا رسول اللہ! آپ مجھے ماعز کی طرح واپس کرنا چاہتے ہیں؟ یہ حقیقت ہے کہ میں زنا سے حاملہ ہوں، آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کیا تو حاملہ ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ چھ جننے کے بعد تجھ پر حد جاری ہوگی، راوی حدیث کا کہنا ہے کہ اس کی ذمہ داری ایک انصاری آدمی نے لے لی۔ چنانچہ چھ جننے کے بعد وہ انصاری آدمی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اس عورت کے چھ کی پیدائش ہو گئی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس عورت کو اس وقت تک رجم نہیں کیا جاسکتا جب تک اس چھ کی دودھ پینے کی مدت پوری نہ ہو جائے یا کوئی اس چھ کے دودھ پلانے اور اس کی دیکھ بھال کی ذمہ داری نہ قبول کر لے، ایک انصاری آدمی کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! چھ کی دودھ پلانے اور اس کی دیکھ بھال کی ذمہ داری مجھ پر۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس عورت کو رجم کرنے کا حکم فرمایا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا کہ تو چلی جا جب چھ کی پیدائش ہو جائے تو پھر آنا، جب چھ کی پیدائش ہو گئی تو وہ حاضر ہوئی، آپ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ اس چھ کو جا کر دودھ پلاؤ، دودھ پینے کی مدت پوری ہونے کے بعد آنا۔ چنانچہ وہ عورت واپس ہو گئی، جب چھ کی دودھ پینے کی مدت پوری ہو گئی تو وہ عورت اس چھ کو اٹھائے ہوئے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئی اور چھ کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا، اس عورت نے عرض کی کہ اے اللہ کے نبی! میں نے اس چھ کو دودھ پلایا اور دیکھ لیں کہ اب وہ کھانا کھانے کے قابل ہو گیا ہے، چنانچہ چھ کو کسی دوسرے مسلمان آدمی کے سپرد کر دیا گیا اور عورت کے رجم کرنے کے لئے سینہ کے برابر گرٹھا کھودا گیا اور لوگوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اس عورت کو رجم کریں، حضرت خالد بن ولید نے ایک پتھر اٹھا کر اس عورت کے سر پر مارا، اس عورت کے سر سے خون کے کچھ چھینٹے حضرت خالد کے چہرے پر پڑے، حضرت خالد کے منہ سے اس عورت کے بارے میں کچھ برے بھلے لفظ نکل گئے، نبی کریم ﷺ نے

فرمایا کہ خالد! نرمی کرو قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک اس عورت نے ایسی سچی توبہ کی ہے کہ اگر ایسی توبہ کوئی ٹیکس وصول کنندہ برا ظالم بھی کرے تو اللہ اس کو بھی معاف فرمادیں۔ پھر حضور ﷺ نے اس عورت کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم فرمایا، چنانچہ اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے بعد اس کو قبر میں دفن کر دیا گیا۔ (رواہ مسلم کما فی مشکوٰۃ، کتاب الحدود)

گناہ کے بعد حضرت ماعز اور غامدیہ عورت کا بے قرار ہونا

حضرت ماعز اور یہ عورت اپنے گناہ کی وجہ سے بے قرار تھے اور وہ اس کے لئے بہت بے چین تھے کہ جو گناہ ہو گیا ہے اس کی جلدی سے معافی کی شکل ہو جائے اس لئے انہوں نے حضور ﷺ سے بار بار اپنے آپ کو پاک کرنے کی درخواست کی اور اپنے جسم جان کو حضور ﷺ کے سپرد کر دیا تاکہ دنیا میں سزا بھگت کر وہ گناہ سے پاک و صاف ہو جائیں اور کل روز قیامت جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہو تو ان پر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا کوئی دھبہ نہ ہو :

﴿وَلَنَسْطُرَ نَفْسٍ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ﴾ (الحشر: ۱۸)

ترجمہ: (اور چاہئے کہ دیکھ لے ہر ایک شخص کہ اس نے کیا بھیجا ہے کل کے واسطے؟ اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو۔)

اور مومن کی یہی شان ہوتی ہے کہ گناہ کے صادر ہونے کے بعد وہ اپنے آپ کو پہاڑ کے یو جھ تلے محسوس کرتا ہے اور منافق اپنے گناہ کو یوں سمجھتا ہے کہ جیسے کبھی ناک پر پٹھنی اور ہاتھ سے اس کو اڑا دیا جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے۔

اللہ رب العزت نے صحابہ کرام کے بارے میں سچ فرمایا ہے ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا﴾ (الانفال: ۳) ترجمہ: یہ لوگ ایمان کا پورا حق ادا کرنے والے ہیں۔ ﴿أُولَٰئِكَ حُرِبَ اللَّهُ﴾ ترجمہ: یہ اللہ کا گروہ ہے۔ ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الرَّاشِدُونَ﴾ (الحجرات: ۷) وہی لوگ ہیں نیک راہ پر، ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (التوبہ: ۸۸) ترجمہ: یہ لوگ ہیں پورے کامیاب۔ ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾ (التوبہ: ۲۰) ترجمہ: اور یہی لوگ پورے کامیاب ہیں۔ ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَاثِقُونَ الَّذِينَ يَرْتُونَ الْفَرْدُوسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ﴾ ترجمہ: ایسے ہی لوگ وارث ہونے والے ہیں جو فردوس کے وارث ہوں گے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(میرے عزیز دوستو! اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کو یونہی ﷺ کا خطاب نہیں دیا تھا، بھلا آج

کون ہے جس سے ایسا گناہ سرزد ہو جائے جس پر حد جاری ہوتی ہے اور پھر حاکم وقت کے پاس حاضر ہو کر اس کا اقرار بھی کرے کہ مجھ پر حد جاری کر کے پاک و صاف کر دیا جائے تاکہ میں کل اپنے مولا کو منہ دکھانے کے قابل ہو جاؤں۔) ہم بھی اپنے آپ کو دیکھیں کہ کیا ہمیں بھی اس کی فکر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کریں اور ہم بھی اپنے نفسوں کا محاسبہ کریں پہلے اس سے کہ مرنے کے بعد ہم سے حساب لیا جائے۔

گناہوں کے بوجھ سے بے قرار پاکستانی نوجوان کی کہانی اس کی اپنی زبانی

حضرت معاذ بن مالک اور قبیلہ غامدیہ کی عورت (رضی اللہ عنہا) کا جو قصہ آپ نے ابھی پڑھا ہے، جس سے ان کی گناہ پر بے قراری ظاہر ہوتی ہے اور پھر جناب نبی کریم (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ عرض کرنا کہ یا رسول اللہ ہمیں پاک کر دیجئے یعنی ہم پر اللہ تعالیٰ کی حد قائم کر کے ہمیں پاک و صاف کر دیں، تاکہ کل ہم اپنے مولیٰ کو پاک و صاف ہونے کی حالت میں ملیں، درحقیقت یہ ایمان کے وہ شعلے ہیں جو سچی توبہ کرنے والے مومنوں کو چین اور سکون سے اس وقت تک بیٹھے نہیں دیتے جب تک کہ ان کے گناہوں کی تلافی نہ ہو جائے۔

بالکل اسی طرح ہمارے ایک پاکستانی بھائی ”م۔ل۔گ“ جو آج کل سعودی عرب کے شر ریاض میں سروس کرتے ہیں، گناہوں پر اپنی اس طرح کی بے قراری کا اظہار اپنے قلم سے کرتے ہوئے شرعی طور پر رہنمائی کا سوال کرتے ہیں، نوجوان کے اس خط کو سعودی عرب میں چھپنے والے (اردو نیوز) کے شمارہ (۲۹ نومبر ۱۹۹۶ء بروز جمعہ) میں دیکھا جاسکتا ہے، ہم اخبار میں چھپنے والے اس خط کو بعینہ آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں، شاید کسی دوسرے کو بھی اس کے پڑھنے سے فائدہ حاصل ہو۔
(اخبار میں چھپنے والے مذکورہ خط کی عبارت ملاحظہ فرمائیں)

دل پر گناہ کا بہت بوجھ ہے

سوال میری عمر اب ۲۹ سال ہے میں نے کئی مرتبہ حرام کاری کے ذریعے اپنی ہوس پوری کی، ادھر کم از کم دو سال سے مجھے سکون نہیں، دل پر گناہ کا بہت بوجھ ہے جب کبھی تنہائی میسر ہوتی ہے بہت روتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے پھر بھی روج بے چین ہے دل کو سکون نہیں مزاج میں چڑچڑاہٹ آگئی ہے دل کتنا ہے کہ اب سزا پانے کا وقت آگیا، میں نے ارادہ کیا ہے کہ مجھے

اسلامی قانون کے مطابق سزا ملے چاہے میری جان چلی جائے، میں عمرہ کے لئے جانے والا تھا ضمیر نے بے چین کر دیا کہ اللہ کے حضور کیا لے کر جاؤ گے؟ میری شرعی طور پر رہنمائی فرمائیں۔
(مملک-ریاض)

جواب انسانوں میں سوائے انبیاء علیہم السلام کے دوسرا کوئی بھی بشر معصوم نہیں ہے ہر ایک سے گناہ، غلطی، کوتاہی اور بھول چوک ہو جاتی ہے لیکن اچھا انسان وہ ہے جسے گناہوں پر ندامت ہو، دل میں پشیمانی ہو اور پھر وہ صدق دل سے سچی توبہ کرے، رسول کریم ﷺ کے ارشاد پاک کا مفہوم یہ ہے کہ: ”ہر انسان سے غلطیاں ہوتی ہیں اور اچھا شخص وہ ہے جو غلطی (یا گناہ) کے بعد توبہ کرے (ترمذی، ابن ماجہ) اور ایک روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اگر تمہیں تمہارا (کوئی) گناہ پریشان کرے اور تمہاری نیکی (تمہیں) خوش کرے تو تم مومن ہو، (مندانہ) جو لوگ گناہوں پر نادم ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرتا ہے۔ قرآن مجید میں جاحلاد باریکی بات کہی گئی ہے اور گناہ کرنے والوں کو اللہ کی رحمت سے امید دلائی گئی ہے بلکہ یہاں تک کہا گیا ہے کہ میرے بندوں سے کہہ دو کہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہئے بے شک اللہ تعالیٰ سارے گناہ بخش دیتا ہے بے شک وہ بہت زیادہ مغفرت کرنے والا اور بہت زیادہ مہربان ہے۔ (سورۃ النمر آیت: ۵۳) سچے دل سے تمام گناہوں کے بارے میں توبہ کرنے اور معافی مانگنے والا عمل اللہ تعالیٰ کو اتنا پسند ہے کہ وہ اس بارے میں اپنے گناہ گار بندوں کے نہ صرف سارے گناہ معاف کرتا ہے بلکہ ان سارے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ (سورۃ الفرقان آیت: ۷۰، سورۃ آل عمران آیت: ۱۳۵) میں ایسے بندوں کی تعریف کی گئی ہے اور ان کے لئے اگلی آیت میں مغفرت و جنت کی خوشخبری ہے جو اپنے گناہوں پر ندامت کر کے اللہ تعالیٰ سے معافی و مغفرت مانگتے ہیں اور گناہوں پر اصرار نہیں کرتے۔

آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں اور اپنے تمام گناہوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے سچے دل سے توبہ کریں اور مغفرت مانگتے رہیں، شیطان آپ کو ورغلا تا ہے جب وہ آپ کے دل و دماغ میں یہ خیال پیدا کرتا ہے کہ آپ کی مغفرت نہیں ہو سکتی کیوں کہ آپ بہت زیادہ گناہ گار ہیں، آپ کے دل میں جو نبی اور جب بھی یہ خیال آئے فوراً ”عوذ باللہ“ پڑھیں، آپ نے جو گناہ بھی کئے ہیں ان کو کسی کے سامنے بیان نہیں کریں اور جس طرح آپ نے ان کو ساری مخلوق اور لوگوں سے چھپ کر کیا ہے اسی طرح ان کے بارے میں توبہ بھی اس طرح کیجئے کہ یہ آپ کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان رہے کہ گناہوں کا سرعام تذکرہ بھی گناہ ہے اپنے ضمیر کا یہ توبہ و استغفار کی کثرت سے ہلکا کریں۔ نمازوں، تلاوت، قرآن پاک (ترجمہ و تفسیر کے ساتھ) اور دوسری نیکیوں کا کثرت سے اہتمام کریں،

اچھی اور دینی مجالس اور حرمین کی بار بار حاضری سے اپنے ایمان کی تجدید اور خوب دعائیں مانگتے رہیں۔
(ملاحظہ) مسائل کے اس سوال کا جواب (بذریعہ اخبار اردو نیوز-جدہ) پاکستان کے ایک ممتاز عالم دین جناب قاری عبدالباسط صاحب نے ایسے بہترین انداز میں دیا ہے کہ مسائل کی تسلی اور اطمینان قلب کیلئے کافی ہے۔ انہوں نے اس موضوع پر مختصر اور جامع جواب لکھ کر اس کا صحیح حق ادا کیا۔ حضرت قاری صاحب حفظہ اللہ دینی مسائل میں بذریعہ اردو نیوز خلیج میں بسنے والے ہر صغیر کے مسلمانوں کیلئے مرجع کی حیثیت رکھتے ہیں۔ (مدد مسحاب ظلہم العالی ماطراً علینا، وجزاہ اللہ جزاء الأبرار واجر الأخیار) اللہ تعالیٰ اُن کو دنیا و آخرت دونوں میں کامیابی و کامرانی سے ہمکنار کرے اور زندگی کے ہر مرحلہ پر اُن کی حمایت و حفاظت فرمائے اور اپنے دین کی خدمت کے لئے تاحیات قبول فرمائے۔ آمین۔

ایک نوجوان کی توبہ جس نے کوئی گناہ نہ چھوڑا تھا

امام قشیری رحمہ اللہ نے شرح اسماء میں لکھا ہے جس کو صاحب تنویر الاذہان من تفسیر روح البیان ۵۰۶، ۵۰۷ میں نقل کیا ہے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ میں بصرہ کے بازار میں جا رہا تھا کہ اچانک میں نے دیکھا کہ چار آدمی ایک جنازہ اٹھائے جا رہے ہیں اور، صرف ایک عورت انکے ساتھ ہے اور کوئی دوسرا آدمی ساتھ نہیں مجھے افسوس ہوا کہ ایک مسلمان کا جنازہ اور ساتھ کوئی بھی نہیں، میں ساتھ ہولیا، جنازہ پڑھا اور ان سے اس میت کا پوچھا؟ وہ کہنے لگے کہ ہم اس میت کو نہیں جانتے ہم کرایہ پر آئے ہیں اور یہ عورت ہمیں لائی ہے۔ وہ میت دفن کرنے کے بعد چلے گئے، تو عورت نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر دعا کی، میں اس عورت کے ساتھ واپس ہولیا اور اس سے قصہ پوچھا تو اس نے کہا: یہ میت میرا بیٹا تھا، اس نے دنیا بھر کے تمام گناہ کئے، تین دن بیمار رہا پھر مر گیا اور مجھے یہ وصیت کی کہ اماں جب میں مر جاؤں تو کسی ہمسایہ کو اطلاع نہ دینا، وہ خوش ہوں گے اور میرے جنازہ میں بھی نہیں آئیں گے، ایک انگوٹھی پر کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھوا کر میری قبر میں رکھ دینا، اور میرے مرنے کے بعد میرے منہ پر اپنا پیر رکھنا اور کہنا یہ بدلہ ہے اللہ کے نافرمان کا، پھر دفن کر کے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا۔ اے اللہ! میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا، تو میں نے اس کی وصیت پوری کر دی، لیکن جب میں نے دعا کی تو میں نے صاف آواز سنی کہ وہ مجھے کہہ رہا ہے کہ تو لوٹ جا میں اپنے رب کریم کے پاس پہنچ گیا ہوں۔ انتہی۔

نوٹ: اس قصہ میں نوجوان کی خشش کا ظاہری سبب اس کا موت سے پہلے اپنے گناہوں پر نادم ہو کر ماں کو دعا کی وصیت کرنا ہے جو حقیقتاً توبہ و استغفار ہی ہے، اور پھر ماں کا اپنے بیٹے سے راضی ہو کر مغفرت کی دعا کرنا بھی خشش کا سبب ہو سکتا ہے۔

اس امت کے بعض حاکموں کی توبہ کا بیان

ایک حاکم اور ایک تاجر کی توبہ کا قصہ

عبید اللہ بن صدقہ بن مرداس بحری کہتے ہیں کہ میرے والد نے یہ قصہ بیان کیا کہ میں نے انطاکیہ شہر کے مضافات میں ایک بلند جگہ پر اکٹھی سا تھ ساتھ تین قبریں دیکھیں، ان میں سے ایک قبر پر یہ دو شعر لکھے ہوئے تھے، جن کا ترجمہ یہ ہے:

① زندگی کی لذت کیسے پاسکتا ہے وہ شخص جس کو یہ معلوم ہے کہ مخلوق کے معبود اللہ تعالیٰ بالضرور اس سے حساب لیں گے۔

② اور اس نے بندوں پر جو ظلم کیا اس کا مواخذہ بھی ہو گا اور اس نے جو بھلائی کی اس کا اجر و ثواب بھی ملے گا۔

✠✠ اور دوسری قبر پر یہ دو شعر لکھے ہوئے تھے، جن کا ترجمہ یہ ہے:

① زندگی کا لطف وہ شخص کیسے پاسکتا ہے جس کو اس بات کا یقین ہو کہ اس کی موت اچانک کسی وقت بھی آسکتی ہے۔

② اور اس کی دنیوی حکومت اور غماٹھ باٹھ سب اس سے چھن جائے گی اور اس کو اس کے گھر (قبر) میں پہنچا دیا جائے گا، جو اس کا ٹھکانہ ہے۔

✠✠ اور تیسری قبر پر یہ دو شعر لکھے ہوئے تھے، جن کا ترجمہ یہ ہے:

① وہ شخص زندگی کا آرام کیسے پاسکتا ہے جو اس قبر کی طرف چل رہا ہے جو اس کی جوانی کو خاک میں ملا دے گی۔

② اور بہت جلد اس کے چہرے کی خوبصورتی جس کی بہت حفاظت کی جاتی تھی کو ختم کر دے گی اور اس کے جسم کے گوشت اور ہڈیوں کو ریزہ ریزہ کر دے گی۔

مجھے ان قبروں کو دیکھ کر بڑا تعجب ہوا، چنانچہ میں وہاں قریب والی آبادی میں گیا اور ایک بوڑھے شخص سے ان قبروں کے بارہ میں پوچھا؟ اس بوڑھے شخص نے مجھے کہا کہ تم نے ان قبروں کے متعلق کیا تعجب والی بات دیکھی؟ میں نے ان قبروں کا منظر بیان کر دیا اس بوڑھے شخص نے کہا جو تم

نے دیکھا ہے ان قبر والوں کا قصہ اس سے بھی زیادہ عجیب ہے، میں نے اس بڑے میاں سے کہا کہ آپ مجھے بتائیں کہ ان کا قصہ کیا ہے ؟

اس بڑے میاں نے یوں قصہ بیان کیا کہ تین بھائی تھے، ان میں سے ایک توبادشاہ کا خاص دوست تھا، جو ہمارے اس علاقے کا بڑا خاں حاکم اور سپہ سالار تھا۔ اور دوسرا تاجر مالدار تھا، لوگ اس کی قدر کرتے تھے۔ اور تیسرا عابد و زاہد تھا، رات دن اللہ کی عبادت میں مشغول رہتا۔ کچھ عرصہ بعد ان میں سے عابد کی موت کا وقت قریب ہوا، اس کے دونوں بھائی حاکم اور تاجر اس کے پاس آئے، ان دونوں بھائیوں نے اپنے مرنے والے عابد بھائی سے کہا کہ آپ ہمیں کوئی وصیت فرمائیں تاکہ ہم اس پر عمل کریں، اس عابد نے کہا کہ نہ تو کوئی میرا مال ہے جس کے خرچ کے بارے میں کوئی وصیت کروں اور نہ میں نے کسی سے لینا دینا ہے تاکہ کسی سے وصولی یا کسی کو دینے کی وصیت کروں۔ اس کے بھائی حاکم نے کہا، اے بھائی دیکھئے میرا مال آپ کے لئے حاضر ہے، آپ میرے مال میں جو خواہش ہو وصیت فرمائیں میں اس پر اسی طرح عمل کروں گا اور بھی جو آپ مجھ سے وعدہ لینا چاہیں لے لیں میں اس وعدہ کو پورا کروں گا، عابد تھوڑی دیر خاموش ہو گیا اور اس کو کوئی جواب نہ دیا، پھر اس کا دوسرا بھائی بولا، اے بھائی! آپ جانتے ہیں کہ میرے پاس بہت سا مال ہے، شاید آپ کے دل میں کوئی نیکی کا ارادہ ہو جس کو آپ نہ کر سکتے ہوں، لہذا یہ میرا مال حاضر ہے، آپ جو بھی حکم فرمائیں گے اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔ اس عابد نے اپنے دونوں بھائیوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ مجھے تمہارے مال میں سے تو کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے، البتہ میں تم سے ایک وعدہ لینا چاہتا ہوں تم اس کی خلاف ورزی نہ کرنا، انہوں نے اقرار کیا کہ آپ جو وعدہ لیں گے ہم اس کو پورا کریں گے، عابد نے کہا کہ جب میں مرنے والوں کو غسل دے کر میرے کفن و دفن کا انتظام کرنا اور مجھے کسی بلند جگہ پر دفن کروینا اور دفن کرنے کے بعد میری قبر پر یہ شعر لکھ دینا، جن کا ترجمہ یہ ہے :

① زندگی کی لذت کیسے پاسکتا ہے وہ شخص جس کو یہ معلوم ہے کہ مخلوق کے معبود اللہ تعالیٰ ضرور بالضرور اس سے حساب لیں گے۔

② اور اس نے جو بندوں پر ظلم کیا اس کا مواخذہ ہو گا اور اس نے جو بھلائی کی اس کا اجر و ثواب بھی ملے گا۔

اور پھر روزانہ تین روز تک میری قبر پر آنا شاید تمہیں کوئی نصیحت حاصل ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ عابد کے فوت ہو جانے کے بعد اس کے دونوں بھائیوں نے حسب وصیت عمل کیا، عابد کا وہ بھائی جس کو عبدالملک بن مروان بادشاہ نے اس علاقے کا حاکم مقرر کیا تھا، وہ روزانہ لشکر کے ساتھ اپنے

بھائی کی قبر پر آنا اور اس کے لئے دعائے مغفرت کرتا اور روتا۔ تیسرے روز حسب معمول وہ اپنے بھائی کی قبر پر آیا اور دعائے مغفرت کرتا رہا اور روتا رہا، پھر جب قبر سے واپس جانے لگا تو اس نے قبر کے اندر سے ایک بہت ہییت ناک آواز سنی، قریب تھا کہ اس آواز کی شدت سے دل پھٹ جاتا، جب رات ہوئی تو اس نے اپنے فوت شدہ بھائی کو خواب میں دیکھا، اس نے پوچھا کہ اے بھائی! یہ کیسی آواز تھی جو میں نے آپ کی قبر سے سنی؟ عابد نے جواب دیا کہ یہ لوہے کے گرز کی آواز تھی، مجھ سے پوچھا گیا کہ فلاں مظلوم کو تو نے دیکھا مگر تو نے اس مظلوم کی مدد کیوں نہ کی؟ جب وہ نیند سے بیدار ہوا تو اس کی غمیگینی کی حالت تھی، پھر اس حاکم نے اپنے مال دار بھائی اور دوسرے رشتہ داروں کو بلایا اور ان سے کہا کہ ہمارے عابد بھائی نے جو کچھ وصیت کی اور کہا تھا کہ میری قبر پر لکھ دینا، میرا خیال ہے کہ یہ اس نے میری ہی نصیحت کے لئے کیا تھا اور میرا اندازہ ہے کہ اب میں زیادہ عرصہ تمہارے درمیان نہ رہ سکوں گا۔ راوی کا کہنا ہے کہ اس نے حکومت چھوڑ دی اور عبدالملک بن مروان کو اس بارے میں استعفیٰ پیش کر دیا، بادشاہ نے اس کا استعفیٰ قبول کر کے اس کو حکومت سے سبکدوش کر دیا، اس کے بعد وہ اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گیا، عموماً وہ اللہ کی عبادت کے لئے پہاڑوں اور جنگلوں میں رہتا۔

کچھ عرصہ کے بعد اس کی موت کا بھی وقت قریب آگیا اور اس کی حالت کی اطلاع اس کے تاجر بھائی کو پہنچ گئی، چنانچہ اس کا تاجر بھائی اس کے پاس آیا اور اس سے کہا کہ اے بھائی! اگر آپ چاہیں تو کوئی وصیت فرمائیں، تاکہ میں اس پر عمل کر سکوں، اس نے جواب دیا کہ میں نے کیا وصیت کرنی ہے، نہ میرا مال ہے اور نہ میں نے کسی سے کچھ لینا دینا ہے، البتہ تجھ سے ایک وعدہ لینا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ جب میں مر جاؤں تو میری قبر بھائی کے پاس بنا کر دفن کر دینا اور میری قبر پر یہ شعر لکھ دینا، جن کا ترجمہ یہ ہے :

① زندگی کا لطف وہ شخص کیسے پاسکتا ہے جس کو اس بات کا یقین ہو کہ اس کی موت اچانک کسی وقت بھی آسکتی ہے۔

② اور اس کی دنیوی حکومت اور ٹھاٹھ باٹھ سب اس سے چھین جائے گی اور اس کو اس کے گھر (قبر) میں پنچا دیا جائے گا، جو اس کا ٹھکانہ ہے۔

اور مجھے دفن کرنے کے بعد تین روز تک میری قبر پر آنا اور میرے لئے دعائے مغفرت کرنا، شائد اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرمائے۔

روای کا کہنا ہے کہ جب اس حکمران بھائی کا انتقال ہو گیا تو اس کے تاجر بھائی نے حسب وصیت اس کی قبر عابد بھائی کے ساتھ بنائی اور تدفین کے بعد روزانہ اس کی قبر پر زیارت کے لئے جاتا

رہا اور قبر پر جا کر روتا اور اس کی مغفرت کی دعا کرتا، حسب معمول تیسرے روز بھی قبر پر گیا، دعائے مغفرت کی، جب اس نے واپسی کا ارادہ کیا، تو اس نے قبر سے ایک دھماکہ کی سخت آواز سنی، قریب تھا کہ اس کے ہوش و حواس جاتے رہتے، وہ دوڑتا ہوا واپس گھر پہنچا۔ رات اس نے اپنے بھائی کو خواب میں دیکھا، تاجر آدمی کا کنا ہے کہ میں اپنے بھائی کو دیکھ کر خوشی سے اس کی طرف کودا اور میں نے بھائی سے کہا کہ کیا آپ ہماری ملاقات کو آئے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ ہم قبروں میں پہنچ چکے ہیں، بھلا ملاقات کے لئے آنا کیسے ہو سکتا ہے؟

میں نے بھائی سے پوچھا آپ کا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا کہ الحمد للہ خیرت سے ہوں، توبہ کرنے سے میرے سارے گناہ معاف ہو گئے اور توبہ کرنا سب نیکیوں سے بڑھ کر ہے، میں نے پوچھا کہ دوسرے عابد بھائی کے متعلق بتائیں کہ وہ کیسے ہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ وہ بڑے نیک لوگوں کے ساتھ ہیں، میں نے پوچھا کہ ہمارا کیا حال ہو گا؟ اس نے جواب دیا کہ جو شخص جیسا عمل کرے گا ویسا بدل پائے گا اور اللہ کے دیئے ہوئے مال کو غنیمت جانو اور اس کو اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرو۔ جب تاجر نیند سے بیدار ہوا تو اس کے دل کی حالت بھی بدل گئی، دنیا سے منہ موڑ لیا اور اپنے مال و جائیداد کو اللہ کے لئے خیرات کر دیا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گیا، اس کا ایک لڑکا جو بڑا حسین و جمیل تھا، اس نے بھی باپ کی طرح تجارت کا پیشہ اختیار کیا، چنانچہ وہ بھی بڑا مالدار ہو گیا، کچھ عرصہ کے بعد اس تیسرے بھائی تاجر کی موت کا وقت بھی قریب آگیا، اس کے لڑکے نے اپنے باپ سے کہا کہ اے بابا جی! آپ کوئی وصیت نہیں کرتے؟ کہ میں اس پر عمل کروں، اس شخص نے اپنے لڑکے سے کہا، کہ اے بیٹا! میرا تو کوئی مال وغیرہ نہیں کہ میں کوئی وصیت کروں، البتہ میں تجھ سے ایک وعدہ لینا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے اپنے دونوں بچوں کی قبروں کے پاس دفن کر دینا اور میری قبر پر یہ شعر لکھ دینا، جن کا ترجمہ یہ ہے :

① وہ شخص زندگی کا عیش و آرام کیسے پاسکتا ہے جو اس قبر کی طرف چل رہا ہے، جو اس کی

جوانی کو خاک میں ملا دے گی۔

② اور بہت جلد اس کے چہرے کی خوبصورتی جس کی بہت حفاظت کی جاتی تھی کو ختم کر دی گی اور اس کے جسم کے گوشت اور ہڈیوں کو بڑہ بڑہ کر دے گی۔

اور مجھے دفن کرنے کے بعد تین روز تک میری قبر پر آنا اور میرے لئے دعائے مغفرت کرنا، اس لڑکے نے بھی باپ کی وصیت کے مطابق عمل کیا اور ہر روز اپنے باپ کی قبر پر جا کر دعائے

مغفرت کرتا، تیسرے روز وہ اپنے باپ کی قبر پر گیا تو اس نے قبر سے ایک بہت خوفناک آواز سنی، جس سے اس کے حواس اڑ گئے اور اس کا چہرہ فلک ہو گیا، جب وہ واپس گھر پہنچا تو اس کی بخاری حالت تھی، جب رات ہوئی تو اس کو خواب میں اس کا والد ملا، اس نے کہا اے بیٹا! تو بھی جلدی ہمارے پاس آنے والا ہے، تو اپنے سفر کا سامان درست کر کے سفر کی تیاری کر لے اور دنیا میں اپنی مشغولیت کو چھوڑ کر اپنی قبر کی فکر کر اور کہیں دھوکا نہ کھا جانا، جس طرح تجھ سے پہلے دنیا والوں نے لمبی امیدیں لگا کر دھوکہ کھا یا اور آخرت کے معاملہ میں اپنا نقصان کر بیٹھے اور پھر موت کے وقت ان کو سخت شرمندگی ہوئی اور اپنی عمر کے ضائع ہونے پر ان کو بہت افسوس ہوا، مگر موت کے وقت ندامت اور افسوس نے ان کو کچھ فائدہ نہ دیا۔

اے بیٹا! جلدی کر، جلدی کر، جلدی کر۔ راوی کا کہنا ہے کہ بڑے میاں نے مجھ سے کہا، جس رات اس نوجوان نے یہ خواب دیکھا اس کی صبح میں اس کے پاس گیا اور اس نے اپنا یہ خواب بیان کیا اور پھر کہا کہ جیسے میرے باپ نے کہا ہے میرا بھی یہی خیال ہے کہ میری موت کا اب وقت بہت قریب آگیا ہے، پھر اس نے اپنا مال خیرات کرنا شروع کر دیا اور جس جس کا قرض دینا تھا وہ ادا کیا اور اپنے رشتہ داروں اور دوست احباب سب سے اپنا کہا سنا معاف کروایا اور وہ ان کو الوداع کہہ رہا تھا اور وہ اس کو الوداع کہہ رہے تھے اور وہ کہتا تھا کہ میرے باپ نے مجھے تین دفعہ کہا ہے، جلدی کر، جلدی کر، جلدی کر۔ یا اس سے مراد تین گھڑیاں ہیں وہ تو گزر گئیں یا تین دن مراد ہیں اور ہو سکتا ہے کہ تین دن ہوں یا تین مہینے مراد ہیں، لیکن مجھے امید نہیں کہ مجھے اتنی مہلت ملے یا تین سال مراد ہیں، مگر اتنا زمانہ تو بہت لمبا ہے اور میں خود بھی دنیا میں زیادہ عرصہ رہنا پسند نہیں کرتا۔

راوی کا کہنا ہے کہ وہ برابر تین روز تک صدقہ خیرات کرتا رہا، حتیٰ کہ جب ٹھیک اس خواب کے وقت سے تین دن پورے ہو گئے تو اس نے اپنے نبی و چوں کو بلایا اور ان کو الوداع کہا اور اس نے آخری سلام کر کے اپنا چہرہ قبلہ کی طرف کر لیا، پھر ایک لمبا سانس لیا اور آنکھیں بند کر لیں، ساتھ ہی کلمہ شہادت پڑھ کر جان بحق ہو گیا، اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے۔ راوی کا کہنا ہے کہ کچھ عرصہ تک دوسرے شہروں سے بھی لوگ اس کی قبر پر مسلسل آتے رہے اور اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے رہے۔ (کتاب التواترین / ص ۱۳۸، ۱۴۴)



بصرہ کے ایک بادشاہ کی توبہ کا قصہ

عباد بن عباد قصہ بیان کرتے ہیں کہ بصرہ کا ایک بادشاہ تھا، جو بادشاہت سے پہلے ہر وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہتا تھا، پھر اس کو دنیا کی رغبت ہو گئی اور وہ بادشاہ بن گیا، اس نے اپنا ایک مضبوط محل بنوایا، اس کا بہترین فرش لگوا دیا اور اس محل کو خوب آراستہ کیا گیا، پھر ایک عمومی دعوت کے لئے دسترخوان بچھایا گیا اور طرح طرح کے کھانے دسترخوان پر رکھے گئے، لوگوں کو کھانے کے لئے بلایا گیا، اب لوگ محل میں آتے اور کھانا کھاتے پھر عایشان محل کو دیکھ کر تعجب کرتے اور اس بادشاہ کے لئے دعا کرتے اور واپس چلے جاتے، چند دن تک یہ دعوت کا سلسلہ چلتا رہا، پھر جب عام دعوت سے فارغ ہوا تو محل میں اپنے بعض خاص احباب کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا اور کہنے لگا کہ آپ لوگ میرے اس محل میں جو خوشی اور سرور کا منظر دیکھ رہے ہیں، میرا خیال ہے کہ میں اپنے ہر لڑکے کے لئے اس طرح کا محل بناؤں، اس لئے آپ لوگ میرے پاس کچھ دن قیام کریں، تاکہ میں تم سے اس سلسلہ میں مشورہ کر سکوں، چنانچہ اس کے دوست احباب اس کے پاس ٹھہر گئے اور وہ رات دن بڑی خوشی کے ساتھ لمبو لعب میں وقت گزارتے اور بادشاہ ان سے تغیر کے بارے میں باہمی مشورہ کرتا۔

ایک دفعہ وہ حسب معمول رات کو لمبو لعب میں مشغول تھے کہ اچانک گھر سے دو ایک کنے والے کو یہ کہتے سنا:

يا ايها الباني والناسي منيته	أ تأملنَّ فإن الموت مكتوب
على الخلاق إن سروا وإن فرحوا	فالموت حنت لذى الآمال منصوب
لا تبنيَنَّ دياراً لست تسكنها	وراجع النسك كيما يغفر الحوب

- ① اے محل بنانیوالے موت سے غافل آدمی ہرزہیں میاں نہ لگا کیونکہ موت لکھی جا چکی ہے۔
- ② موت سب کو آکر رہے گی چاہے کوئی کتنی خوشی و سرور والی زندگی گزار رہا ہو اور موت انسان کی امیدوں اور لذتوں کو ختم کرنے کے لئے مقرر کر دی گئی ہے۔
- ③ تو ہرگز ایسا گھر نہ بنا جس میں تو قیام نہ کر سکے اور تو پھر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو جا تاکہ اللہ تعالیٰ تیرے گناہ معاف فرمادے۔

روای کا کہنا ہے کہ بادشاہ اور اس کے تمام رفقاء دوست احباب یہ سن کر بہت ڈرے، بادشاہ نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ کیا تم نے بھی وہ کچھ سنا جو میں نے سنا ہے، انہوں نے جواب دیا کہ جی

ہاں! ہم نے بھی سنا ہے، بادشاہ نے پوچھا کہ کیا تمہاری بھی وہ حالت ہو رہی ہے جو میری حالت ہو رہی ہے؟ انہوں نے پوچھا کہ آپ کیا محسوس کرتے ہیں؟ اس نے کہا کہ اللہ کی قسم میں اپنے دل پر ایک بوجھ سا محسوس کرتا ہوں۔

اور میرا خیال ہے کہ شاید یہ میری موت کا سبب ہے، انہوں نے کہا کہ ہرگز نہیں آپ بالکل فکر نہ کریں بسحہ آپ عافیت سے رہیں گے۔ راوی کا کہنا ہے کہ بادشاہ بہت رویا اور پھر ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ تم میرے بھائی اور میرے دوست ہو، تم میرے لئے کیا کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ آپ جو حکم فرمائیں گے، ہم پورا کریں گے، اس نے شراب کو بہا دینے کا حکم دیا، چنانچہ اسی وقت شراب کے مٹکے توڑ دیئے گئے، پھر اس نے گانے جانے لہو و لعب کے آلات کو محل سے باہر نکالنے کا حکم دیا، چنانچہ ان کو محل سے نکال دیا گیا پھر وہ بارگاہ الہی میں عرض کرنے لگا:

اے اللہ! میں تجھے اور یہاں تیرے موجود بندوں کو گواہ بنا کر اپنے سب گناہوں سے تیرے سامنے توبہ کرتا ہوں اور میں اپنی فرصت کے دنوں کے ضائع کرنے پر نادم ہوں اور میں تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ میری توبہ کو قبول فرما اور مجھے دوبارہ اپنی طاعت کی توفیق عنایت فرما کر اپنی نعمت مکمل فرما دے اور اگر تو مجھے موت دینا چاہتا ہے تو تو اپنی مہربانی سے میرے سارے گناہ معاف فرما دے۔

پھر اس کی تکلیف اور بڑھ گئی اور وہ یہ کہ رہا تھا کہ اللہ کی قسم میری موت کا وقت قریب آگیا، اللہ کی قسم میری موت کا وقت قریب آگیا، یہاں تک کہ اس کی روح پرواز کر گئی، علماء حضرات اس کے بارے میں متفق تھے کہ وہ سچی توبہ پر مر رہا ہے۔ (کتاب التواتین لابن قدامہ / ص ۱۲۵، ۱۲۶)

بصرہ کے حاکم اور اس کی باندی کی توبہ کا عجیب قصہ

مالک بن دینار رحمہ اللہ ایک مرتبہ بصرہ کی گلیوں میں جا رہے تھے، راستہ میں ایک باندی ایسے جاہ و جلال اور حشم و خدام کے ساتھ جا رہی تھی جیسا کہ بادشاہوں کی باندیاں ہوتی ہیں۔ حضرت مالک رحمہ اللہ نے اس کو دیکھا تو آواز دے کر فرمایا کہ اے باندی تجھے تیرا مالک فروخت کرتا ہے یا نہیں؟ وہ باندی اس فقرہ کو سن کر (حیران رہ گئی) کہنے لگی کیا کہا پھر کہو، انہوں نے پھر ارشاد فرمایا، اس نے کہا اگر وہ فروخت بھی کرے تو کیا تیرے جیسا فقیر خرید سکتا ہے؟ فرمانے لگے ہاں اور تجھ سے بہتر کو خرید سکتا ہے، وہ باندی یہ سن کر ہنس پڑی اور اپنے خدام کو حکم دیا کہ اس فقیر کو پکڑ کر ہمارے ساتھ لے چلو، (زہرا مذاق ہی رہے گا) خدام نے پکڑ کر ساتھ لے لیا، وہ جب واپس گھر پہنچی تو اس نے اپنے آقا کو یہ قصہ سنایا، وہ سن کر ہنساور ان کو اپنے سامنے لانے کا حکم دیا، جب یہ پیش کئے گئے تو اس آقا کے دل

پر ایک ہیبت سی ان کی چھا گئی، وہ کہنے لگا آپ کیا چاہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ تو اپنی باندی میرے ہاتھ فروخت کر دے، اس نے پوچھا کہ آپ اس کی کیا قیمت دے سکتے ہیں؟ حضرت مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے نزدیک اس کی قیمت کھجور کی دو گٹھلیاں ہیں، یہ سن کر سب ہنس پڑے، اس نے پوچھا کہ تم نے یہ قیمت کس مناسبت سے تجویز کی؟ انہوں نے فرمایا کہ اس میں عیب بہت ہیں، اس نے پوچھا کہ اس میں کیا کیا عیب ہیں؟ فرماتے لگے کہ اگر عطر نہ لگائے تو بدن سے بو آئے، اگر دانت صاف نہ کرے تو منہ سے سرائند آنے لگے، اگر بالوں میں تیل کنگھی نہ کرے تو وہ پریشان حال ہو جائیں، جویں ان میں پڑ جائیں (اور سر میں سے بو آنے لگے) ذرا عمر زیادہ ہو جاوے گی تو بوڑھی بن جائے گی، (منہ لگانے کے قابل نہ رہے گی) حیض اس کو آتا ہے، پیشاب پاخانہ یہ کرتی ہے، ہر قسم کی گندگیاں (تھوک، سنک، رال، ناک کے چوہے) اس میں سے نکلتے رہتے ہیں، غم رنج مصیبتیں اس کو پیش آتی ہیں، خود غرض اتنی ہے کہ محض اپنی غرض سے تجھ سے اپنی محبت ظاہر کرتی ہے، محض اپنی راحت و آرام کی وجہ سے تجھ سے الفت جتاتی ہے۔ (آج کوئی تکلیف تجھ سے پہنچ جائے ساری محبت ختم ہو جائے) انتہائی بے وفا، کوئی قول قرار پورا نہ کرے، اس کی ساری محبت جھوٹی ہے، کل کو تیرے بعد کسی اور کے پہلو میں بیٹھ گی، تو اس سے بھی ایسی ہی محبت کا دعویٰ کرنے لگے گی، میرے پاس اس سے ہزار درجہ بہتر باندی ہے، جو اس سے نہایت کم قیمت ہے، وہ کافور کے جوہر سے بنی ہوئی ہے، مشک اور زعفران کی ملاوٹ سے پیدا کی گئی ہے، اس پر موتی اور نور لپیٹا گیا ہے، اس کھارے پانی میں اس کا آب دہن ڈالا جائے تو میٹھا ہو جائے اور مردہ سے بات کرے تو وہ زندہ ہو جائے، اگر اس کی کلائی آفتاب کے سانسے کر دی جائے تو آفتاب بے نور ہو جائے، اگر وہ اندھیرے میں آجائے تو سارا گھر روشن ہو جائے، اگر وہ دنیا میں اپنی زیب و زینت کے ساتھ آجائے تو سارا جہاں معطر ہو جائے اور چمک جائے۔ اس باندی نے مشک و زعفران کے باغوں میں پرورش پائی ہے، یا قوت اور مرجان کی ٹہنیوں میں کھیلی ہے، ہر طرح کی نعمتوں کے خیموں میں اس کا محل سرائے ہے، تسنیم (جو جنت کی نہروں میں سے ایک نہر ہے) کا پانی پیتی ہے، کبھی وعدہ خلائی نہیں کرتی، اپنی محبت کو نہیں بدلتی (ہر جائی نہیں)۔ اب تم بتلاؤ کہ قیمت خرچ کرنے کے اعتبار سے کون سی باندی زیادہ موزوں ہے؟ اس نے کہا کہ وہی باندی جس کی آپ نے خریدی، آپ نے فرمایا کہ اس باندی کی قیمت ہر وقت ہر زمانہ میں ہر شخص کے پاس موجود ہے، لوگوں نے پوچھا کہ اس کی کیا قیمت ہے؟ آپ نے فرمایا: اتنی بڑی اہم اور عالیشان چیز خریدنے کے لئے بہت معمولی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے اور وہ ہے کہ رات کا تھوڑا سا وقت فارغ کر کے صرف اللہ جل شانہ کے لئے کم از کم دو رکعت تہجد کی پڑھ لی جائیں اور جب کھانا

کھانے بیٹھو تو کسی غریب محتاج کو بھی یاد کر لو، اللہ کی رضا کو اپنی خواہشات پر غالب کر دو، راستہ میں کوئی تکلیف دینے والی چیز کا نٹا، اینٹ وغیرہ پڑی دیکھو اس کو ہٹا دو، دنیا کی زندگی کو معمولی اخراجات کے ساتھ پورا کر دو اور اپنا غم و فکر اس دھوکہ کے گھر سے ہٹا کر ہمیشہ رہنے والے گھر کی طرف لگا دو، ان چیزوں پر اہتمام کرنے سے تم دنیا میں عزت کی زندگی گزار دو گے، آخرت میں بے فکر اور اعزاز و اکرام کے ساتھ پہنچو گے اور جنت جو نعمتوں کا گھر ہے اس میں اللہ جل شانہ کے پڑوس میں ہمیشہ رہو گے۔ اس باندی کے آقا نے باندی سے خطاب کر کے پوچھا کہ تو نے شیخ کی باتیں سن لیں یہ سچ ہیں یا نہیں؟ باندی نے کہا بالکل سچ ہیں، شیخ نے بڑی نصیحت اور خیر خواہی اور بھلائی کی بات بتلائی ہے، آقا نے کہا، اچھا تو ثواب آزاد ہے اور اتنا اتنا مال تیری ملک ہے اور اپنے سب غلاموں سے کہا کہ تم بھی سب آزاد ہو اور میرے مال میں سے اتنا اتنا مال تمہاری نظر ہے اور میرا یہ گھر اور جو کچھ مال اس میں ہے سب اللہ کی راہ میں صدقہ ہے اور گھر کے دروازے پر ایک موٹے سے کپڑے کا پردہ پڑا ہوا تھا اس کو اتار کر اپنے بدن پر لپیٹ لیا اور اپنا سارا لباس اتار کر صدقہ کر دیا۔ اس باندی نے کہا کہ میرے آقا تمہارے بعد میرے لئے بھی یہ زندگی اب خوشگوار نہیں ہے اور اس نے بھی ایک موٹا سا کپڑا پہن کر اپنا سارا زیب و زینت کا لباس اور اپنا سارا مال و متاع صدقہ کر کے آقا کے ساتھ ہی ہوئی اور مالک بن دینار ان کو دعائیں دیتے ہوئے ان سے رخصت ہو گئے اور وہ دونوں اس سارے عیش و عشرت کو طلاق دے کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گئے اور اسی میں ان کا انتقال ہو گیا۔ غفر اللہ لہما

(کتاب التوابین لابن قدامہ / ص ۱۴۶)

عبداللہ بن مرزوق کی توبہ کا قصہ

کتاب التوابین میں ہے کہ عبداللہ بن مرزوق ممدی کے ساتھ عیش و عشرت میں رہتا تھا ایک مرتبہ لہو و لعب کی محفل میں اس نے شراب نوشی کی، نشہ میں مدہوش ہو کر اس نے نہ ظہر کی نماز پڑھی، نہ عصر کی اور نہ مغرب کی، ہر نماز کے وقت اس کی محبوبہ باندی نے اس کو ہوش میں لانے کی کوشش کی مگر اسے ہوش نہ آیا۔

جب عشاء کی نماز کا وقت ہوا تو اس باندی نے آگ کا ایک انگارہ لاکر اس کے پاؤں پر رکھ دیا، جب اس کا پاؤں جلا تو وہ چونک اٹھا اور باندی سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ باندی نے جواب دیا کہ یہ دنیا کی آگ کا انگارہ ہے، جب آپ اس کو برداشت نہیں کر سکتے تو آخرت کی آگ کو کیسے برداشت کر سکتے ہیں؟ عبداللہ بن مرزوق بہت رویا اور نماز پڑھی، باندی کی بات کا اس کے دل پر بہت اثر ہوا، اب اس کو

اپنی نجات اسی میں نظر آئی کہ وہ دنیا سے الگ تھلگ ہو جائے۔ چنانچہ اس نے اپنے غلاموں کو آزاد کر دیا اور لوگوں سے اپنا لینا دینا بے باق کر لیا اور باقی سارا مال بھی خیرات کر دیا اور پھر اس کی حالت یہ ہو گئی کہ وہ ہمزی پیچ کر اپنی زندگی گزارتا تھا، اس کی باندی بھی اس کی اس حالت میں اس کے ساتھ رہی۔ ایک مرتبہ حضرت سفیان بن عیینہ اور فضیل بن عیاض عبداللہ بن مرزوق کے پاس تشریف لائے دیکھا کہ اس نے اپنے سر کے نیچے اینٹ کو سر باندہ بنایا ہوا ہے، حضرت سفیان بن عیینہ نے اس سے کہا کہ جس شخص نے بھی دنیا کے مال و اسباب وغیرہ کو اللہ کی رضا کے لئے قربان کیا تو اللہ نے اس کو ضرور اس کا بدلہ عنایت فرمایا اور آپ کو اللہ نے کیابلہ عنایت فرمایا؟ عبداللہ بن مرزوق نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے قناعت کی صفت عنایت فرمادی کہ میں اسی حالت میں خوش ہوں۔

(کتاب التواضع / ص ۱۶۲)

عبداللہ بن مرزوق جو ایک امیر ترین آدمی تھا اس کے اس قصہ میں یہ جو بیان کیا گیا ہے کہ ایک روز شراب اور گانے بجانے کے نشہ میں اس قدر مست ہوا کہ ظہر اور عصر اور مغرب کی نماز ہی پڑھنا بھول گیا، گویا کہ عبداللہ بن مرزوق کا شمار زندگی کے ان ایام میں ایسے لوگوں میں ہوتا تھا جن کے متعلق حق تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا: ﴿فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسُوفَ يَلْقَوْنَ عَذَابًا﴾ (مریم: ۵۹)

جس کا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ بعد میں آنے والے دنیا کے مزوں اور نفسانی خواہشات میں پڑ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت سے غافل ہو گئے۔ نماز جو سب سے افضل اور اہم عبادات میں سے ہے اسے ضائع کر دیا، بعض تو فرضیت ہی کے منکر ہو گئے، بعض نے نماز کو فرض جانا مگر پڑھی نہیں، بعض نے پڑھی تو نماز کے وقت اور شرط و حقوق کی رعایت نہ کی، ان لوگوں میں سے ہر ایک درجہ درجہ اپنی گمراہی اور سستی کو دیکھ لے گا کہ کیسے خسارہ اور نقصان کا سبب بنتی ہے اور کس طرح کی بدترین سزا میں پھنساتی ہے، حتیٰ کہ ان میں سے بعض کو جہنم کی اس بدترین واوی میں دھکیلا جائے گا جس کا نام ہی غی ہے۔

مذکورہ کلام کی تائید میں ہم آپ کو ایک ایسی لڑکی کا قصہ سناتے ہیں جو نماز تو پڑھتی تھی مگر اسے اپنے وقت پر ادا نہ کرتی تھی اور دوسرے لوگوں کی باتیں دروازہ پر کھڑی ہو کر کان لگا لگا کر سنا کرتی تھی۔

عمر بن دینار فرماتے ہیں کہ ایک شخص مدینہ منورہ میں رہتا تھا، اس کی بہن ایک مرتبہ اچانک بیمار ہو گئی تو وہ اس کی عیادت کے لئے آتا جاتا رہتا، آخر کار وہ اسی بیماری میں فوت ہو گئی، اس نے اس کے کفن اور دفن کا انتظام کیا اور خود اس کو اس کی قبر میں اتارا، اسی اثنا میں اس کے پیسوں کی

تھیلی قبر میں گر گئی، اس تھیلی کو نکالنے کے لئے، حض اہل خانہ کی مدد سے قبر کو کھودا اور تھیلی نکال لینے کے بعد کہنے لگا کہ میں ضرور قبر میں اپنی بہن کو دیکھوں گا کہ وہ کس حال میں ہے۔ چنانچہ اس نے جب یہ کوشش کی اور مزید قبر کو کھودا تو کیا دیکھتا ہے کہ قبر سے آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہیں اور بہن آگ میں جل رہی ہے۔ گھر آکر والدہ سے پوچھا کہ میں نے یہ منظر دیکھا ہے، بہن کے کیسے اعمال تھے؟ ماں نے بتایا کہ وہ نماز قضا کرتی تھی اور لوگوں کے دروازہ پر جا کر کان لگا کر ان کی باتیں سنتی تھی، بھائی نے کہا بس انہی اعمال کی سزا مل رہی ہے۔

بندہ عرض کرتا ہے کہ یہ سزا تو نماز کو قضا کر کے پڑھنے والے کی ہے، ان کا کیا حال ہو گا جو نماز پڑھتے ہی نہیں ہیں سوا عیدین کے۔ اور دعویٰ کرتے ہیں اللہ اور رسول ﷺ کی محبت کا اور یہ ہمارے دور کا حال احوال ہے، دنیا کا ہم پر غلبہ، دن رات دولت جمع کرنے کی دوڑ ہے، اپنے سامنے اپنے پیاروں کو بھائیوں، بہنوں، بیٹیوں، عزیزوں کو مرتاد دیکھتے، جنازہ پڑھتے، اپنے ہاتھ سے دفن کرتے اور ان پر مٹی ڈالتے ہیں، مگر عبرت حاصل نہیں کرتے، گویا ہم اس معاملہ میں چوپاؤں جیسے ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گذرے الاما شاء اللہ، حالانکہ دنیا داروں کے احوال ہمارے سامنے ہیں، انہوں نے بھی دنیا جمع کی مگر چھوڑ گئے ساتھ کچھ نہ لے گئے بلکہ خالی ہاتھ گئے اور اب قبروں میں ان کے اجزاء واعضاء پھرتے، فنا ہو گئے حتیٰ کہ ان کی زبانوں کو بھی کیڑوں نے چاٹ لیا۔

میرے بزرگوار عزیزو! نمازیں پابندی کے ساتھ پڑھتے رہو، ان کو ہرگز مت چھوڑو اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ زندگی کے ایک ایک سانس اور منٹ جو باقی ہے اسکی قدر کرو۔ کہتے ہیں موت شدید ہے مگر وقت کا ضائع کرنا موت سے بھی زیادہ شدید ہے اس لئے کہ موت تو انسان کو صرف اپنے عزیز و اقارب اور دنیا سے جدا کرتی ہے مگر وقت کا ضائع کرنا انسان کو اسکے رب اور ہمیشہ ہمیشہ کی جنت سے جدا کر دیتا ہے۔

اے میرے بھائی ٹال مٹول چھوڑو اور ایک ایک سانس اور سیکنڈ کی قدر کر لے، حدیث شریف میں رات اور دن گھنٹے منٹ اور سیکنڈ تک کی اہمیت بتلائی گئی ہے، اسی طرح نماز کی اہمیت میں بھی بہت سی احادیث وارد ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

حضرت عبداللہ بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی پاک ﷺ نے دو شخصوں کو بھائی بھائی بنادیا، ان میں ایک شہید ہو گیا، ایک جمعہ کے بعد دوسرا فوت ہو گیا، جنازہ پڑھا گیا، حضور علیہ السلام نے پوچھا تم نے کیا دعا کی؟ لوگوں نے کہا ہم نے یہ دعا کی یا اللہ! اس کو بخش دے، اس پر رحمت فرما اور اس کو اپنے بھائی کے ساتھ ملا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا: دوسرے مرنے والے کی وہ نمازیں

اور اعمال کیا بے کار ہو گئے جو اس نے اپنے شہید بھائی کے بعد کئے بلکہ اس کے بعد والے اعمال کی وجہ سے ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہو گیا۔

عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی عذرہ کے تین آدمی آکر حضور پاک ﷺ سے مسلمان ہوئے تو حضور ﷺ نے فرمایا: کہ ان کے اخراجات کون برداشت کرے گا؟ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں، چنانچہ وہ تینوں ان کے پاس رہے، اسی اثنا میں حضور پاک ﷺ نے ایک جماعت جہاد کو بھیجی، ان تینوں میں سے ایک شخص شہید ہو گیا، پھر ایک دوسری جماعت بھیجی، اس میں دوسرا شہید ہو گیا، تیسرا شخص اپنے بستر پر یعنی گھر فوت ہو گیا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے تینوں کو (خواب میں) جنت میں دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ جو سب سے آخر میں بستر پر فوت ہوا وہ جنت کے درجات میں دونوں سے آگے ہے، اس کے پیچھے دوسرا شہید اور اس کے پیچھے پہلا شہید، مجھے اس پر تعجب ہوا تو میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس مؤمن سے زیادہ افضل کوئی نہیں جس کو اسلام کی حالت میں لمبی زندگی عطا کی جائے اور وہ اسکو اللہ کی یاد یعنی سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر کہتے ہوئے گزار دے۔ (رواہ الإمام أحمد کما فی المشکاۃ باب استحباب المال والعمر للطاعة)۔

میرے عزیز دوستو! یہی سبحان اللہ، الحمد للہ اور اللہ اکبر انسان ایک ایک منٹ میں سو مرتبہ کہہ سکتا ہے بس ان ہی تسبیحات کی وجہ سے تین آدمیوں میں سے جو بستر پر فوت ہوا اسکو جنت میں وہ درجہ مل گیا جو شہیدوں کو نہیں ملا جو مذکورہ حدیث سے ثابت ہے۔ بس اس حدیث سے اللہ تعالیٰ کے ہاں دن رات منٹ اور سیکنڈ کی اہمیت اور قیمت کا پتہ چل گیا، بس ہمیں اپنے ایک ایک سانس اور سیکنڈ کی حفاظت کرنی چاہئے اور انکو صرف دنیا ہی کے دھندوں میں برباد نہیں کرنا چاہئے۔

یہی تسبیح و تہلیل اور تکبیر تو چند منٹوں کی بات ہے، لیکن اس کا اجر اتنا کہ شہید سے بھی بڑھ گئے۔

اور تفسیر تنویر الاذیان ج ۱ / ص ۲۹۷ میں یہاں تک لکھا ہے کہ اے بھائی یہ ایام تو تیرا راس المال ہے جب تک تو ان پر قاض ہے ان سے نفع لینے پر قادر ہے، اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت و عمل بالستہ کر سکتا ہے۔ لہذا ان کو غنیمت جان کیوں کہ مردے تو تمنا کرتے ہیں۔ کہ انہیں دو رکعت نماز کی اجازت مل جائے یا ایک مرتبہ کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ لیں یا سبحان اللہ کہہ لیں مگر اس کی اجازت نہیں ملتی اور وہ حیران ہوتے ہیں کہ زندہ لوگ کس طرح بقیہ چند ایام کو غفلت میں گزار رہے ہیں، جب مریں گے پھر جاگ جائیں گے۔ (انتہی)

بارون رشید کے نمازی پیٹے کی توبہ کا عجیب و غریب قصہ

کتاب التوابین میں عبداللہ بن الفرغ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ مجھے گھر پر کام کرنے کے لئے کسی کاریگر کی ضرورت پڑی، چنانچہ میں کسی کام کرنے والے کی تلاش میں بازار گیا، وہاں مجھے ایک نوجوان زرد رنگ، لوگوں سے الگ تھلگ بیٹھا ہوا دکھائی دیا، اس کے سامنے ایک تھیلہ اور سی، کدال اور ہیلے وغیرہ کام کے اوزار رکھے ہوئے تھے، اس نے اون کا موٹا ایک جبہ پہن رکھا تھا اور اون کی موٹی لو لگی باندھی ہوئی تھی، میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تم کام کرو گے؟ اس نے جواب دیا کہ ہاں، میں نے پوچھا کہ کتنی مزدوری لو گے؟ اس نے جواب دیا کہ ایک درہم اور ایک دانک (درہم کا چھٹا حصہ) میں نے کہا کہ پھر چلیں اور کام کریں، اس نے کہا کہ ایک شرط ہے، میں نے پوچھا کہ کیا شرط ہے؟ اس نے کہا کہ جب ظہر کی نماز کا وقت ہو گا تو میں مسجد میں جا کر باجماعت نماز پڑھوں گا اور پھر واپس آکر کام کروں گا اور جب عصر کی نماز کا وقت ہو گا تو پھر کام چھوڑ دوں گا اور مسجد میں جا کر نماز ادا کروں گا، میں نے کہا کہ مجھے منظور ہے اور وہ اٹھا اور میرے گھر آگیا، میں اس کا لول سے آخر تک طرز عمل دیکھتا رہا۔ چنانچہ اس نے گھر آکر کمر میں پڑکبانہ حال اور خاموشی سے کام شروع کر دیا، ظہر تک اس نے کام کیا اور اس دوران اس نے مجھ سے کوئی بات نہیں کی، ظہر کی اذان ہوئی تو اس نے مجھے کہا کہ اے بندہ خدا ظہر کی آذان ہو گئی ہے، میں نے کہا جس طرح آپ چاہیں نماز پڑھیں، وہ کام چھوڑ کر نماز کے لئے مسجد میں گیا، نماز سے فارغ ہو کر واپس آیا اور پھر خاموشی سے کام شروع کر دیا اور شام تک کام کرتا رہا، جب وہ کام سے فارغ ہوا تو میں نے اس کو مقررہ مزدوری دے دی اور وہ اپنی مزدوری لے کر چلا گیا۔ چند دن گزرے کہ ہمیں پھر گھر پر کام کے لئے کاریگر کی ضرورت پڑی، میری اہلیہ نے مجھ سے کہا کہ میرا خیال ہے کہ آپ اسی نوجوان کاریگر کو لے آئیں، کیونکہ اس نے کبھی دفعہ ہمارا کام بہت دل لگی سے کیا تھا، چنانچہ میں اس کی تلاش میں بازار گیا، لیکن مجھے وہ نوجوان کہیں نظر نہ آیا، میں نے لوگوں سے اس کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے کہا کہ تم اس نوجوان کے بارے میں پوچھتے ہو جو زرد رنگ ہے اور لوگوں سے الگ تھلک ہو کر بیٹھتا ہے؟ میں نے کہا کہ ہاں، اسی نوجوان کے بارے میں پوچھتا ہوں؛ لوگوں نے کہا کہ وہ تو صرف ایک دن ہفتہ کے روز ہی کام کرتا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ میں واپس گھر لوٹ آیا، جب ہفتہ کا دن ہوا تو میں پھر اس کی تلاش میں بازار گیا، اب کی مرتبہ وہ مجھے مل گیا، میں نے اس سے کہا کہ آپ کام کریں گے؟ اس نے کہا کہ ہاں، اب کی مرتبہ میری اجرت اور شرط پتہ ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ چنانچہ اس نے لڑکے کے گھر آکر اسی طرح لگن

کے ساتھ کام کیا، شام کو میں نے اس کو مقررہ مزدوری سے زیادہ پیسے دیئے، اس نے زیادہ لینے سے انکار کر دیا، میں نے زیادہ اصرار کیا تو وہ رنجیدہ خاطر ہو کر مزدوری لئے بغیر چلا گیا، میں اس کے رنجیدہ خاطر ہونے سے پریشان ہوا اور میں نے اس کے پیچھے جا کر معذرت اور لاجت کے ساتھ اس کی مقررہ مزدوری اس کو دی، پھر کچھ مدت کے بعد ہمیں کام کے لئے کسی کاریگر کی ضرورت پڑی، میں ہفتہ کے روز اس کی تلاش میں بازار گیا، مگر وہ مجھے کہیں نظر نہ آیا، میں نے وہاں لوگوں سے پوچھا تو کسی نے مجھے اس کی رہائش گاہ تک پہنچا دیا، میں نے دیکھا کہ وہ ایک بڑھیا کا گھر ہے، میں نے اس لڑکے کے بارے میں اس بڑھیے سے پوچھا تو اس نے بتلایا کہ وہ چند روز سے بیمار ہے، میں گھر کے اندر داخل ہوا تو میں نے اس نوجوان کو دیکھا کہ اس نے سر کے نیچے اینٹ رکھی ہوئی ہے، میں نے اس کو سلام کیا اور پوچھا کہ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتائیں، اس نے کہا جب میں مری جاؤں تو یہ میرے مزدوری کرنے کے لوازیق کر قبر کھودنے والے کو مزدوری دے دینا اور میرے جبہ اور لوگنی کو دھو کر انہی میں مجھے کفن دے دینا اور جبہ کی جیب کو کھولیں، اس میں ایک قیمتی انگوٹھی ہے، اس کو سنبھال کر رکھ لیں اور انتظار کریں کہ جب ہارون الرشید بادشاہ سوار ہو کر جا رہا ہو تو اس کے راستہ میں ایسی جگہ ٹھہر جائیں جہاں سے وہ آپ کو دیکھ سکے، آواز دے کر یہ انگوٹھی بادشاہ کو دکھائیں، بادشاہ خود آپ کو بلالے گا اور پھر یہ انگوٹھی بادشاہ کے حوالے کر دیں، لیکن یہ سب کچھ میرے کفن دفن کے بعد کریں۔ جب اس نوجوان کا انتقال ہو گیا تو میں نے اس کی وصیت کے مطابق عمل کیا، پھر میں انتظار کرنے لگا کہ کب بادشاہ کی سواری نکلے اور میں راستہ میں جا کر بیٹھ گیا، جب بادشاہ کی سواری نکلی اور میرے قریب سے گزرنے لگی، تو میں نے آواز دی، اے امیر المومنین! آپ کی میرے پاس امانت ہے، یہ کہہ کر میں نے بادشاہ کو وہ انگوٹھی دکھائی، بادشاہ نے دربان کو حکم دیا، چنانچہ دربان مجھے اپنے ساتھ بادشاہ کے محل میں لے گیا، پھر بادشاہ نے مجھے اپنے قریب بلایا اور باقی تمام حاضرین کو وہاں سے اٹھ جانے کا حکم دیا، بادشاہ نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے عرض کیا عبد اللہ بن الفرج، بادشاہ نے پوچھا کہ یہ انگوٹھی تمہیں کہاں سے ملی؟ میں نے بادشاہ کے سامنے اس نوجوان کا سارا قصہ بیان کر دیا، بادشاہ سن کر رونے لگا، بادشاہ اس قدر رویا کہ میرا دل متاثر ہوا، جب کچھ سکون کی حالت ہوئی تو میں نے بادشاہ سے عرض کیا، کہ اے امیر المومنین! اس لڑکے کا آپ کے ساتھ کیا تعلق تھا؟ بادشاہ نے کہا کہ وہ میرا لڑکا تھا، میں نے پوچھا کہ پھر اس کی یہ حالت کیوں کر ہو گئی؟

بادشاہ نے کہا کہ میرے خلیفہ بننے سے پہلے اس چہ کی پیدائش ہوئی اور اس کی نشوونما بھی اچھی ہوئی، اس نے قرآن مجید پڑھا اور دوسرے دینی علوم بھی حاصل کئے، جب میں خلیفہ بنا تو اس

نے میری دنیوی زندگی سے بے رغبتی کرتے ہوئے مجھ سے علیحدہ طرز زندگی اختیار کی اور میرے پاس سے رخصت ہو گیا، میں نے یہ انگوٹھی اس کی والدہ کو دی تھی اور میں نے ہی اس کی والدہ کو کہا تھا کہ یہ انگوٹھی اس کو دے دو، تاکہ شاید کبھی اس کے کام آئے، مگر یہ اس کو بھی کام میں نہ لایا اور مرتے وقت واپس کر گیا اور میرا یہ لڑکا اپنی والدہ کا بڑا فرمانبردار تھا، بعد میں اس کی والدہ کا انتقال ہو گیا مجھے اپنے اس لڑکے کے متعلق بھی کوئی خبر نہیں تھی کہ وہ کہاں گیا اور اس کے ساتھ کیا بیسی؟ اب تم سے سارا ماجرا معلوم ہوا ہے۔ پھر بادشاہ نے کہا کہ جب رات کا وقت ہو گا تو تم میرے ساتھ میرے لڑکے کی قبر پر چلنا، جب رات ہوئی تو بادشاہ پیدل میرے ساتھ چلا حتیٰ کہ ہم اس کی قبر پر پہنچے، بادشاہ اپنے صاحبزادے کی قبر کو دیکھ کر بہت رویا، رات بھر یہی حالت رہی اور صبح کے وقت ہم وہاں سے واپس لوٹے، بادشاہ نے مجھے کہا کہ تم چند دن میرے پاس ٹھہر جاؤ تاکہ میں تمہارے ساتھ اپنے لڑکے کی قبر کی زیارت کے لئے چلا جایا کروں، چنانچہ میں بادشاہ کے ساتھ ہر رات ان کے لڑکے کی قبر پر جایا کرتا تھا، عبد اللہ الفرج کہتے ہیں کہ مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ لڑکا ہارون الرشید بادشاہ کا صاحبزادہ ہے، یہ مجھے اس وقت معلوم ہوا جب کہ بادشاہ نے خود بتلایا کہ وہ اس کا لڑکا ہے۔



اس امت کے بعض حضرات کی توبہ کے سبب کا بیان

مالک بن دینار کی توبہ کا قصہ

مالک بن دینار خود اپنی توبہ کا قصہ یوں بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے ان سے ان کی توبہ کا قصہ پوچھا کہ کیا بات پیش آئی، جس پر آپ نے اپنی سابقہ زندگی سے توبہ کی؟ وہ کہنے لگے میں ایک سیاہی تھا اور شراب کا بہت شوقین اور عادی تھا، ہر وقت ہی شراب میں منہمک رہتا تھا، میں نے ایک باندی خریدی جو بہت خوبصورت تھی، اور مجھے اس سے بہت تعلق تھا، اس سے میرے ایک لڑکی پیدا ہوئی اور وہ لڑکی بھی مجھ سے بہت مانوس تھی، یہاں تک کہ وہ پاؤں چلنے لگی، تو اس وقت مجھے اس سے اور بھی زیادہ محبت ہو گئی کہ ہر وقت وہ میرے پاس رہتی، لیکن اس کی عادت یہ تھی کہ جب میں شراب کا گلاس پینے کے لئے لیتا تو وہ میرے ہاتھ سے چھین کر میرے کپڑوں پر پھینک دیتی (محبت کی زیادتی کی وجہ سے اس کو ڈانٹنے کو دل نہ مانتا) جب وہ دو برس کی ہو گئی تو اس کا انتقال ہو گیا، اس صدمے نے میرے دل میں زخم کر دیا، ایک دن ۱۵ شعبان کی رات تھی، میں شراب میں مست تھا، عشاء کی نماز بھی نہ پڑھی، اسی حال میں سو گیا، میں نے خواب میں دیکھا کہ حشر قائم ہو گیا، لوگ قبروں سے نکل رہے ہیں، میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں جو میدان حشر کی طرف جارہے ہیں، میں نے اپنے پیچھے کچھ آہٹ سی سنی، میں نے جو مڑ کر دیکھا تو ایک بہت بڑا اڑدھا (سانپ) پیچھے دوڑا ہوا آرہا ہے، میں اس کے ڈر سے خوف زدہ ہو کر زور سے بھاگ رہا ہوں اور وہ میرے پیچھے بھاگ چلا آرہا ہے، سامنے مجھے ایک بوڑھے میاں نہایت نفیس لباس، نہایت مسکتی ہوئی خوشبو ان میں سے آ رہی ہے، میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے جواب دیا میں نے ان سے کہا خدا کے واسطے میری مدد کیجئے، وہ کہنے لگے کہ میں ضعیف آدمی ہوں، یہ بہت قوی ہے یہ میرے قابو کا نہیں ہے، لیکن تو بھاگا چلا جاشا نہ آگے کوئی ایسی چیز مل جائے جو اس سے نجات کا سبب بن جائے، میں بے تحاشہ بھاگا جا رہا تھا کہ مجھے ایک ٹیلہ نظر آیا میں اس پر چڑھ گیا، مگر وہاں چڑھتے ہی مجھے جہنم کی دہکتی ہوئی آگ اس ٹیلے کے پرے سے نظر آئی اس کی دہشت ناک صورت اور اس کے منظر نظر آئے، ان سب حالات کے دیکھنے کے باوجود اس

سانپ کی دہشت مجھ پر اسی طرح سوار تھی اور میں اسی طرح بھاگا جا رہا تھا کہ قریب ہی تھا کہ میں جنم کے گڑھے میں جا پڑوں اتنے میں مجھے ایک زوردار آواز سنائی دی کہ کوئی کہہ رہا ہے پیچھے ہٹ تو ان (جہنمی لوگوں میں سے نہیں ہے) میں پھر سے پیچھے کو دوڑا وہ سانپ بھی میرے پیچھے کو لوٹ آیا، مجھے پھر وہ بڑے میاں سفید لباس میں نظر آئے، میں نے ان سے پھر کہا کہ میں نے پہلے بھی در خواست کی تھی کہ اس اژدھے سے کسی طرح چائیں، آپ نے قبول نہیں کیا۔ وہ بڑے میاں رونے لگے اور کہنے لگے کہ میں بہت ضعیف ہوں یہ بہت قوی ہے میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا، البتہ سامنے یہ ایک دوسری پہاڑی ہے اس پر چڑھ جا اس میں مسلمانوں کی کچھ لامنتیں رکھی ہیں ممکن ہے تیری بھی کوئی ایسی چیز امانت رکھی ہو جس کی مدد سے تو اس اژدھے سے بچ سکے، میں بھاگا ہوا اس پر چڑھ گیا اور وہ اژدھا میرے پیچھے پیچھے چلا آرہا ہے، میں نے وہاں دیکھا ایک گول پہاڑ ہے اس میں بہت سے طاق (کھڑکیاں) کھلے ہوئے ہیں ان پر پردے پڑے ہوئے ہیں، ہر کھڑکی کے دو کواڑ ہیں سونے کے جن پر یا قوت جڑے ہوئے ہیں اور موتیوں سے لدرے ہیں اور ہر کواڑ پر ایک ریشمی پردہ پڑا ہوا ہے، میں جب ان پر چڑھنے لگا تو فرشتے نے آواز دی کہ کواڑ کھول دو اور پردے اٹھا دو اور باہر نکل آؤ، شاید اس پریشان حال کی کوئی امانت تم میں ایسی ہو جو اس وقت اس کو مصیبت سے نجات دے، اس کی آواز کے ساتھ ہی ایک دم کواڑ کھل گئے اور پردے ہٹ گئے، اس میں سے چاند جیسی صورت کے بہت سے بچے نکلے، مگر میں انتہائی پریشان تھا کہ وہ سانپ میرے بالکل ہی قریب آ گیا تھا، اتنے میں وہ بچے چلانے لگے ارے تم سب جلدی سے نکل آؤ وہ سانپ تو اس کے پاس ہی آ گیا، اس پر فوجوں کی فوجیں بچوں کی نکل آئیں، ان میں دفعتاً میری نگاہ اپنی اس دو سالہ بچی پر پڑی جو مر گئی تھی وہ مجھے دیکھتے ہی رونے لگی اور کہنے لگی خدا کی قسم یہ تو میرے لبا ہیں اور یہ کہتے ہی تیر کی طرح کوڈر ایک نور کے پلڑے پر چڑھ گئی اور اپنے بائیں ہاتھ کو میرے دانے ہاتھ کی طرف بڑھایا، میں جلدی سے اس سے لپٹ گیا اور اس نے اپنے دانے ہاتھ کو سانپ کی طرف بڑھایا وہ فوراً پیچھے کو بھاگنے لگا، پھر اس نے مجھے بٹھایا اور خود وہ میری گود میں بیٹھ گئی، اپنے دانے ہاتھ کو میری داڑھی پر پھیرنے لگی اور کہنے لگی، میرے لبا جان!

﴿اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا﴾ (الآیہ) (کیا ایمان والوں (میں) سے جو لوگ گناہوں میں مبتلا رہتے ہیں) ان کے لئے اس بات کا وقت ابھی تک نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر کے واسطے اور اس حق بات کے واسطے جو ان پر نازل ہوئی ہے جھک جائیں؟) اس کی اس بات کو سن کر میں رونے لگا اور میں نے پوچھا کیا بیٹی تم سب قرآن شریف کو جانتی ہو؟ وہ کہنے لگی کہ ہم سب قرآن شریف کو تم سب سے زیادہ جانتے ہیں، میں نے پوچھا بیٹی یہ سانپ کیا بلا تھی جو میرے پیچھے لگ گئی تھی؟ اس نے کہا

یہ آپ کے برے اعمال تھے، آپ نے اپنے گناہوں سے اس کو اتنا قوی کر دیا کہ وہ آپ کو جہنم میں کھینچ کر ڈالنے کی فکر میں تھا، میں نے پوچھا کہ وہ سفید پوش ضعیف بزرگ کون تھے؟ کہنے لگی وہ آپ کے نیک عمل تھے، جن کو آپ نے اتنا ضعیف کر دیا کہ وہ اس سانپ کو آپ سے دفع نہ کر سکے۔ (البتہ اتنی مدد بھی کر دی کہ چنے کا راستہ بتا دیا) میں نے پوچھا کہ بیٹی تم اس پہاڑ میں کیا کرتی ہو؟ کہنے لگی کہ ہم مسلمانوں کے بچے ہیں، قیامت تک ہم یہیں رہیں گے، آپ کے آنے کے منتظر ہیں، جب آپ سب آئیں گے تو ہم سفارش کریں گے۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی تو اس سانپ کی دہشت مجھ پر سوار تھی، میں نے اٹھتے ہی اللہ کے سامنے توبہ کی اور اپنے برے اعمال کو چھوڑ دیا۔ (کتاب التوائین)

بچے اور چچیاں اگر فتنہ ہیں تو عظیم نعمت بھی ہیں

صحیح مسلم میں روایت ہے (حدیث نمبر ۲۶۳۵) کہ ایک آدمی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میرے دو بچے فوت ہو گئے ہیں، آپ نبی ﷺ کی کوئی ایسی حدیث سناں جس سے مجھے اپنے فوت شدہ بچوں کے بارے میں تسلی ہو، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ضرور، پھر فرمایا کہ مسلمانوں کے فوت شدہ بچے قیامت کے روز اپنے والدین کی سفارش کریں گے، اس طرح کہ اگر والدین دونوں یا دونوں میں سے کوئی ایک اپنے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں ڈالا جائے گا تو فوت ہونے والا بچہ اپنے والدین کو کپڑوں سے کپڑے گا جس طرح میں نے تمہارے کپڑے کے کنارہ کو پکڑا ہوا ہے (شاید اس وقت سمجھانے کے لئے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے کپڑے کو پکڑ لیا ہو گا) اور وہ بچہ اپنے والدین کو نہیں چھوڑے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس بچے کو اور اس کے والدین کو جنت میں داخل فرمائیں گے۔

اور صحیح مسلم شریف کی حدیث نمبر ۲۶۳۶ میں اس طرح ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک عورت اپنے بچے کو لے کر آئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ بچہ بیمار رہتا ہے اور مجھے اس کا ڈر رہتا ہے، کیوں کہ میرے اس سے پہلے تین بچے فوت ہو چکے ہیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تیرے فوت شدہ بچے جہنم کی آگ سے تیری حفاظت کا زبردست سامان ہیں۔

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کسی کا بچہ مر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتے ہیں تم نے میرے بندے کا بچہ لے لیا؟ وہ کہتے ہیں ہاں، پھر پوچھتا

ہے تم نے میرے بندے کے دل کا شمرہ لے لیا؟ وہ کہتے ہیں، ہاں، پھر پوچھتا ہے تو بندے نے کیا کیا تھا؟ فرشتے کہتے ہیں اس نے اللہ پڑھا اور تیری حمد کی۔ (یعنی الحمد للہ کہا)، تو اللہ کہتا ہے پھر اس کے بدلے اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دو اس کا نام بیت الحمد رکھ دو۔

(رواہ احمد والترمذی کما فی المسکات باب البکاء علی المیت)

حضرت قرہ مزنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک شخص حضور ﷺ کے پاس آیا کرتا تو اس کا چہرہ بھی اس کے ساتھ ہوتا، حضور ﷺ نے فرمایا تھے یہ چہرہ بہت پیارا ہے؟ کہا بہت جتنا آپ کو اللہ پیارا ہے، کچھ دنوں بعد وہ شخص اکیلا آیا، چہرہ ساتھ نہ تھا، حضور ﷺ نے پوچھا کہ چہرہ کدھر ہے؟ عرض کیا فوت ہو گیا، فرمایا کیا تھے یہ پسند ہے کہ جنت کے جس دروازہ سے تو جانا چاہے آگے تیرا چہرہ کھڑا ہو، عرض کیا کیا یہ مجھ اکیلے کے لئے ہے یا ہم سب کے لئے؟ فرمایا سب کے لئے۔ (رواہ احمد حوالہ بالا)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کچھ جو ساقط ہو جائے وہ بھی اللہ تعالیٰ سے ضد کر کے ماں باپ کو جنت میں داخل کرے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جس کی سچی ہو، وہ اس کو نہ تو زندہ درگور کرے نہ اس کی توہین کرے نہ بیٹے کو اس پر ترجیح دے، اللہ اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ (مشکوٰۃ باب البکاء علی المیت)

امام قرطبی رحمہ اللہ نے ایک روایت یہ بھی لکھی ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اپنی امت کا ایک آدمی دیکھا جس کو جہنم کا حکم ہوا تو اس کی بیٹیاں اس کے ساتھ چٹ گئیں، چیخنے لگیں اور کہنے لگیں، اے رب! ہمارے اس باپ نے ہمارے ساتھ دنیا میں بہت اچھا سلوک کیا تھا، تو اس کے بدلہ اس پر رحم فرما، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی وجہ سے اس پر رحم فرمایا۔ (تفسیر قرطبی ۲/۱۰)

ان مذکورہ بالا واقعات و روایات سے معلوم ہوا کہ عورت میں اللہ تعالیٰ نے بہت خیر رکھی ہوئی ہے اور عورت ہی واحد سبب ہے اولاد کا، اگر اولاد نابالغ مر جائے خواہ بیٹا ہو یا بیٹی وہ جہنم سے حجاب بن جائے گا ماں باپ کے لئے۔ لہذا جو لوگ اپنی بیوی پر اس لئے ظلم کرتے ہیں کہ بیٹا کیوں نہ جاناں کو غور کرنا چاہئے کہ بیٹی پالنے میں کتنا اجر ہے، پھر قرآن کہتا ہے کہ اولاد دینا یا نہ دینا صرف بیٹیاں صرف بیٹیاں دینا یہ سب اللہ کے اختیار میں ہے، تو جب بیوی کا اختیار ہی نہیں تو اس پر ظلم و جور کیوں؟

کہتے ہیں کہ ابو حمزہ الضبی کی بیوی شاعرہ تھی، ایک مرتبہ جب اس کی بیوی نے جی کو جہنم دیا تو اسکے خاوند ابو حمزہ نے غصے اور ناراضگی میں اسکو خیمہ میں چھوڑ دیا اور خود خیمہ سے ساتھ والے مکان میں رہنا شروع کر دیا۔ تو اس پر اسکی بیوی نے چند اشعار کہے جن کا ترجمہ یہ ہے۔

① ابو حمزہ کو کیا ہو گیا کہ وہ گھر کیساتھ والے مکان میں رہ رہا ہے اور ہماری خبر گیری کیلئے نہیں آتا۔

② وہ اس بات پر ناراض ہے کہ ہم بیٹے کیوں نہیں جنتیں۔ اللہ کی قسم بیٹے جتنا ہمارے بس کی بات نہیں ہے۔

③ بے شک ہمیں توجہ دیدیا گیا وہی لے لیتی ہیں اور ہماری مثال تو مزارع اور زمیندار کی زمین کی طرح ہے، کہ اس زمین میں زمیندار جو کچھ بوائے گا وہی اگائے گی۔ یہ اشعار سن کر ابو حمزہ کو بیوی پر ترس آگیا اور اس سے صلح کر لی۔ تفسیر القرطبی ج ۳ صفحہ نمبر ۶۳ میں لکھا ہے

① بے شک (عورتوں کے) رحم ہمارے لئے کھیتی باڑی کی زمین کی طرح ہیں، ہمارے ذمہ اس زمین میں بیج ڈالنا ہے اور اس بیج کو اگانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ بس عورت ایک کھیتی ہے اور مرد کا نطفہ اس کھیتی کا بیج ہے اور اس میں اولاد کا پیدا ہونا کھیتی کا اگانا ہے۔ اتنی۔

حضرت عائشہ صدیقہ ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے کبھی عورت کو یا خادم کو ہرگز ہرگز نہیں مارا بلکہ اپنے ہاتھ سے کسی چیز کو بھی نہیں مارا، سوائے جہاد کے اور کسی سے کبھی انتقام نہیں لیا مگر یہ کہ کوئی اللہ کی حد ٹوٹتی ہو۔

حضرت ابن مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے غلام کو مار رہا تھا، پیچھے سے آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ زیادہ قادر ہے تجھ پر جتنا تو اس پر قادر ہے، پیچھے مڑ کر جو دیکھا تو حضور ﷺ تھے، میں نے فوراً کہا، اچھا حضور وہ اللہ کے لئے آزاد ہے، فرمایا اگر تو آزاد نہ کرتا تو تجھے جہنم کی آگ جھلس کر رکھ دیتی (رواہ مسلم کما فی المشکاۃ رقم الحدیث ۳۳۵۳)۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس میں ترغیب ہے غلاموں سے نرمی اور حسن سلوک کرنے کی۔ (جب غلام سے نرمی کی ترغیب ہے تو بیوی اس کی زیادہ حق دار ہے کہ اسکے ساتھ ہر معاملہ میں نرمی سے کام لیا جائے۔ حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے ”جو شخص نرمی کرنے سے محروم ہے وہ خیر ہی سے محروم ہے“)

ایک شخص کا واقعہ

جس نے اپنی خوبصورت بیٹی کو کنوئیں میں پھینک دیا اور حضور پاک ﷺ رو پڑے

بیٹے اور بیٹیوں کی مذکورہ بحث کی مناسبت سے ہم آپ کو ایک ایسے شخص کا قصہ سناتے ہیں جس نے اپنی خوبصورت بیٹی کو مارے شرم کے کنوئیں میں پھینک دیا تھا۔ یہ قصہ امام قرطبی نے اپنی تفسیر ۷/ ۶۳ میں سورۃ انعام آیت نمبر ۱۴۰ میں لکھا ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ (وہ لوگ خسارے میں

ہیں جنہوں نے اپنی اولاد کو نبیہ قونی اور جہالت کی بنا پر قتل کر ڈالا)

امام قرطبی لکھتے ہیں کہ روایت کیا گیا ہے کہ ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آتا جاتا تھا لیکن مغموں رہتا، ایک مرتبہ حضور ﷺ نے اس سے غمگین ہونے کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ زمانہ جاہلیت میں مجھ سے ایک ایسا گناہ ہو گیا تھا باوجود کہ میں اب مسلمان ہوں پھر بھی مجھے اس سے معافی کی امید نہیں، وہ یہ کہ میں بھی ان لوگوں میں سے تھا جو اپنی بیٹیوں کو قتل کر دیتے تھے، میرے ہاں بچی پیدا ہوئی، میری بیوی نے سفارش کی کہ میں اس کو چھوڑ دوں، قتل نہ کروں، ہوتے ہوتے وہ جوان ہو گئی اور وہ نہایت ہی حسین و جمیل تھی لوگ رشتہ پوچھنے آنے لگے، میری غیرت نے یہ گوارا نہ کیا کہ کسی کو رشتہ دوں، نہ یہ گوارا تھا کہ جوان لاش میرے گھر رہے، میں بہت پریشان ہو گیا، ایک دن میں نے منصوبہ بنایا کہ کسی بہانہ سے بیٹی کو لے جا کر کنویں میں پھینک دوں۔ چنانچہ میں نے بیوی کو کہا کہ میں فلاں رشتہ داروں کو ملنے جا رہا ہوں تم بیٹی کو بھی میرے ساتھ تیار کر دو، وہ خوش ہو گئی، بیٹی کو خوب منہ دلا کر خوبصورت کپڑے پہنائے اور زیور سے آراستہ کر کے تیار کیا اور رخصت ہونے کے وقت مجھ سے عہد لیا کہ اس کو واپس لانا، خیانت نہ کرنا، میں گھر سے سفر پر نکلا راستہ میں کنواں تھا میں کھڑا ہو کر اس کو دیکھنے لگا، بیٹی سمجھ گئی اور مجھ سے چٹ گئی رورو کر کہنے لگی، بابا جی! مجھے کچھ نہ کو، میں آپ سے کچھ نہیں مانگوں گی، مجھے اس پر رحم آیا مگر تھوڑی دیر بعد پھر شیطان سوار ہو گیا، میں نے بیٹی کو پھینکنے کا ارادہ کیا وہ پھر مجھ سے چٹ گئی اور ماں کا عہد یاد دلایا (کہ امی نے آپ کو کہا تھا کہ خیانت نہ کرنا) میں نے رحم کر کے چھوڑ دیا، تیسری مرتبہ پھر غیرت شیطان غالب آئی اور میں نے بیٹی کو پکڑ کر کنویں میں ڈال دیا، وہ کنویں کے اندر چھینچ چلائی رہی، میں اس کی آواز سنتا رہا جب اس کی آواز آتا بند ہو گئی گویا مر گئی تو میں واپس آیا، یہ سن کر رسول اللہ ﷺ رونے لگے، فرمایا اگر جہالت کے کسی گناہ کی وجہ سے میں کسی کو سزا دیتا تو تجھے دیتا۔ انتہی۔

عکبر کردی کی توبہ کا قصہ

ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے (ملفوظ) کتاب میں پڑھا کہ بثر بن حارث الحافی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میری ملاقات عکبر کردی سے ہوئی، میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کی توبہ کا اصل سبب کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں اپنے دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ ہزنی کے ارادہ سے ایک پہاڑی راستہ میں تھا اور وہاں کھجوروں کے تین درخت تھے، ان میں سے ایک درخت بغیر پھل کے تھا، میں نے ایک چڑیا کو دیکھا کہ وہ پھل دار درخت سے کچھ پھل لاتی ہے اور بے پھل درخت پر

رکھ دیتی ہے، میں اس کو گنتا رہا یہاں تک کہ اس چڑیا نے اس طرح دس مرتبہ کیا، میرے دل میں یہ خیال آیا کہ تواٹھ کر دیکھ کہ یہ قصہ کیا ہے؟ چنانچہ میں اٹھا اور اس درخت پر چڑھ گیا تو دیکھا کہ اس بے پھل درخت کے سرے پر ایک اندھا سانپ ہے، یعنی وہ چڑیا دوسرے درخت سے ترسجوریں لا کر اس سانپ کے منہ میں ڈالتی تھی، میں بہت رو دیا اور میں نے بارگاہ الہی میں عرض کیا کہ اے میرے مولا! یہ ایک اندھا سانپ ہے جس کو مارنے کا حکم نبی کریم ﷺ نے دیا ہے، آپ نے اس کو اندھا کیا اور پھر اس کی کفالت کے لئے ایک چڑیا کو مقرر فرما دیا اور میں تیرا بندہ ہو کر جب کہ میں اس بات کا اقرار بھی کرتا ہوں کہ تو: وحده لا شریک ہے، رہزنی اور ڈاکہ زنی میں مصروف ہوں۔ اسی وقت منجانب اللہ میرے دل نے یہ بات سنی کہ اے عکبر! میری بخشش کا دروازہ کھلا ہے توبہ کر لے چنانچہ میں نے اپنی تلوار کو توڑ ڈالا اور سر پر مٹی ڈالتا ہوا چیخا اور کہا کہ اے الہی! مجھے معاف فرمادے، مجھے معاف فرمادے، میں نے اچانک ایک غیبی آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ ہم نے تجھے معاف کر دیا، ہم نے تجھے معاف کر دیا۔ میرے ساتھی جو سو رہے تھے وہ میری آواز سن کر بیدار ہو گئے، انہوں نے مجھے کہا کہ تجھے کیا ہو گیا؟ تو نے ہمیں بے آرام کر دیا، میں نے ان سے کہا کہ پہلے میں اللہ سے دور تھا اور اب میں نے توبہ کر لی ہے، انہوں نے کہا ہم بھی تو تیری طرح اللہ سے دور تھے، ہم بھی اللہ کے حضور توبہ کرتے ہیں، ہم نے اپنا سامان کپڑے وغیرہ کو وہیں پھینک دیا اور وہاں سے چلے آئے، اب ہم بے خودی اور پریشانی کی حالت میں چیختے چلاتے روتے دھوتے چلے جا رہے ہیں، ہماری مسلسل تین روز تک یہی حالت رہی، تیسرے روز ہمارا ایک ہستی پر گزر ہوا، دیکھا کہ ہستی کے باہر ایک ناپیدا عورت بیٹھی ہے، اس نے ہم سے پوچھا کہ تم میں عکبر کر دی بھی ہے؟ ہم میں سے کسی نے جواب دیا کہ ہاں اور کیا آپ کو عکبر کر دی سے کوئی کام ہے؟ اس ناپیدا عورت نے کہا کہ میں تین روز سے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کر رہی ہوں اور آپ ﷺ مجھے فرما رہے ہیں کہ تیرا لڑکا جو مال چھوڑ گیا ہے وہ عکبر کر دی کو دے دے۔ پھر اس ناپیدا عورت نے ہمیں ساٹھ کپڑے دیئے ہم نے ان میں سے چند کپڑے لے کر پہن لئے اور پھر وہاں سے جنگل کی طرف چل دیئے، ہم مسلسل چلتے رہے یہاں تک کہ اپنے گھر پہنچ گئے۔

(ملفوظ) ابو فضل محمد بن ابو جعفر الاستاذ المذہبی کی تصنیف ہے۔ (کتاب التواین / ص ۲۲۲)



ایک نشہ کے عادی کی توبہ کا قصہ

بحران احمد کہتے ہیں کہ مجھ سے یوسف بن حسین نے یہ قصہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں ذوالنون مصری رحمہ اللہ کے ساتھ ایک تالاب کے کنارے پر تھام نے وہاں ایک بہت بڑا پھو دیکھا ہمارے خیال میں تالاب کے کنارے کوئی اور اتنا بڑا پھو نہیں ہو گا اور اچانک تالاب سے ایک مینڈک کو بھی نلکے دیکھا، جب مینڈک تالاب سے باہر نکلا تو وہ پھو اس مینڈک پر سوار ہو گیا اور مینڈک پھر تالاب میں تیرنے لگا، تیرتے تیرتے وہ تالاب کے دوسرے کنارے جا لگا۔ ذوالنون مصری کہنے لگے کہ اس پھو کا کوئی عجیب قصہ معلوم ہوتا ہے چلو چل کر دیکھیں، چنانچہ ہم اس پھو کے پیچھے ہو لئے، آگے چل کر دیکھا کہ ایک آدمی نشہ میں مست سویا ہوا ہے ادھر ایک سانپ نظر آیا جو اس آدمی کے پیٹ پر چڑھ کر سینے کی طرف جا رہا ہے، معلوم ہوتا تھا کہ وہ اس کے کان تک پہنچنا چاہتا ہے، پھو مینڈک پر سے اترا اور اس نے سانپ کو مضبوطی سے پکڑ کر اس کے ایسا ڈنگ مارا کہ سانپ الٹ کر گرا اور وہیں مر گیا۔ پھو سانپ کو مار کر واپس تالاب کے کنارے پر آ گیا اور مینڈک پر سوار ہو گیا اور مینڈک پھر تالاب میں تیرنے لگا یہاں تک کہ وہ واپس تالاب کے پہلے کنارے پر پہنچ گئے۔

ذوالنون مصری نے سوئے ہوئے آدمی کو ہلایا، اس آدمی نے آنکھیں کھولیں، ذوالنون مصری نے اس آدمی سے کہا کہ اے نوجوان دیکھ کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے کس دشمن سے نجات بخشی ہے؟ یہ سانپ تیرے اوپر چڑھ کر تجھے ڈسنے والا تھا کہ اس پھو نے آکر اس سانپ کو مار ڈالا، پھر ذوالنون مصری رحمہ اللہ علیہ نے چند اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

① اے وہ غافل آدمی کہ جس کی حفاظت اس کا رب جلیل کر رہا ہے ہر اس موذی چیز سے جو رات کی تاریکی میں چلتی ہے۔

② اس شہنشاہ سے غافل ہو کر تیری آنکھیں کیسے سو جاتی ہیں؟ جس کی طرف سے نعمتوں اور راحتوں کی ہر وقت تجھ پر بارش ہوتی رہتی ہے۔

وہ نوجوان یہ ماجرا دیکھ کر اٹھا اور بارگاہ الہی میں عرض کرنے لگا الہی! یہ تیری کرم نوازی اس شخص پر جو تیرا نافرمان ہے، تو تیرے فرمانبردار بندے پر تیری کیسی مہربانی ہو گی؟ پھر وہ نوجوان منہ موڑ کر چل دیا، میں نے پوچھا کہ کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جنگل کی طرف، اللہ کی قسم میں کبھی بھی واپس شروں میں نہیں آؤں گا۔ (کتاب التوائین / ص ۲۲۶)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کی حفاظت کرنا قرآن مجید سے ثابت ہے، چنانچہ فرمان

اللہ ہے: ﴿لَهُ مَعْقَبَاتُ مَنْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَمَنْ خَلْفَهُ يَحْفَظُونَهُ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ﴾ (الرعد: ۱۱) یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی حفاظت کے لئے فرشتے مقرر کر رکھے ہیں جو باری باری اس کی حفاظت کرتے ہیں، بعض فرشتے دن کو حفاظت کرتے ہیں اور بعض فرشتے رات کو حفاظت کرتے ہیں اور یہ فرشتے انسان کی آفتوں مصیبتوں اور دوسرے نقصان دہ حوادث سے حفاظت کرتے ہیں۔ (از تفسیر ابن کثیر)

اور اللہ تعالیٰ کا ایک اور ارشاد ہے: ﴿إِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ﴾ (الطارق: ۴) ترجمہ: (کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس پر کوئی نگہبان نہ ہو)۔ اور حدیث پاک میں ہے کہ تمہارے ساتھ ہر وقت فرشتے رہتے ہیں، جو کبھی بھی تم سے جدا نہیں ہوتے مگر بیت الخلا جاتے وقت اور جماع کے وقت، اس لئے تم بھی ان سے حیا کرو اور ان کا اکرام کرو۔

عبدالرحمن القس کی توبہ کا قصہ

کتاب التواہین میں ہے کہ خلا دین یزید نے بیان کیا کہ میں نے مکہ مکرمہ کے شیخ سلمان سے سنا کہ عبدالرحمن القس اہل مکہ کے نزدیک سب سے بڑھ کر عبادت گزار اور خدا کی یاد میں دنیا سے بے تعلقی میں مشہور تھے، ایک دفعہ کہیں جا رہے تھے کہ انہوں نے قریش کے ایک آدمی کی باندی سلامہ کے گانے کی آواز سنی، وہ گانے کی آواز سن کر ٹھہر گئے اور متوجہ ہو کر گانا سننے لگ گئے، باندی کے آقا نے ان کو دیکھ لیا اور کہا کہ آپ اندر آجائیں۔ انہوں نے پہلے تو اندر داخل ہونے سے انکار کیا مگر کچھ دیر بعد اندر آنے پر آمادہ ہو گئے اور باندی کے آقا سے کہا کہ مجھے ایسی جگہ پر بٹھائیں جہاں کہ میں نہ باندی کو دیکھ سکوں اور نہ باندی مجھے دیکھ سکے، آقا نے کہا کہ ٹھیک ہے میں ایسے ہی کرتا ہوں، چنانچہ وہ اندر داخل ہو کر بیٹھ گئے اور باندی کے گانا سننے میں مشغول ہو گئے، انہیں باندی کا گانا بہت ہی عجیب لگا، پھر باندی کے آقا نے القس سے کہا کہ اگر آپ چاہیں تو میں باندی کو آپ کے حوالے کر دیتا ہوں، پہلے تو انہوں نے انکار کیا، مگر کچھ دیر بعد اس پر بھی آمادہ ہو گئے، اب ان کا معمول بن گیا کہ وہ باندی سے گانا سناتے، یہ گانا سننے کا سلسلہ چلتا رہا حتیٰ کہ دونوں ایک دوسرے کی محبت میں گرفتار ہو گئے اور ان کی آپس کی محبت کے تعلق کا مکہ والوں کو بھی علم ہو گیا۔ ایک دفعہ تنہائی میں باندی نے القس سے کہا کہ اللہ کی قسم میں آپ سے محبت کرتی ہوں، انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم میں بھی تجھ سے محبت کرتا ہوں، پھر باندی نے کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ اپنا سینہ آپ کے سینے کے ساتھ اور اپنا پیٹ آپ کے پیٹ کے ساتھ لگا دوں، انہوں نے کہا کہ اللہ کی قسم میں بھی یہی چاہتا ہے، اس پر باندی نے کہا کہ پھر

آپ کے لئے اس سے کون سی چیز مانع ہے؟ اللہ کی قسم اس وقت تمہاری کا وقت ہے اور میرے اور آپ کے علاوہ اور تیسرا کوئی نہیں ہے، القس نے جواب دیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا ہے: ﴿الْأَخْلَاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ﴾ (الزخرف: ۶۷) ترجمہ: (آج کے دن) (روزِ قیامت) آپس میں دوست ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے مگر اللہ سے ڈرنے والے) دشمن نہ بنے گے۔ اور میں نہیں پسند کرتا کہ ہماری آپس کی محبت قیامت کے روز دشمنی میں تبدیل ہو جائے، باندی نے کہا کہ آپ کا کیا خیال ہے؟ کہ پھر بعد میں ہم توبہ کر لیں تو ہمارا رب ہمیں معاف نہیں کر دے گا؟

القس نے کہا کہ مجھے تو ڈر ہے اچانک موت آجائے اور توبہ کا وقت ہی نہ ملے، پھر القس وہاں سے اٹھے اور ان کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے، القس نے اس کے بعد ہمیشہ کے لئے توبہ کر لی اور وہ پھر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گئے۔ (کتاب التوابین / ص ۲۲۸)

بشر بن حارث الحافی کی توبہ کا قصہ

ابن قدامہ کہتے ہیں کہ بشر سے پوچھا گیا کہ آپ اپنا الہدائی واقعہ بیان کریں کیونکہ آپ کا نام لوگوں میں ایسے مشہور ہے جیسے کوئی نبی ہو، اس نے کہا کہ یہ اللہ کا فضل ہے اور واقعہ یہ ہے کہ میں ایک عیار شخص تھا، گناہوں میں منہمک اور گناہوں کا رسیا، میں ایک دن جا رہا تھا کہ راستہ میں ایک کاغذ پڑا ہے، میں نے اسے اٹھایا تو اس پر لکھا تھا ”بسم اللہ الرحمن الرحیم“ میں نے اس کو صاف کر کے جیب میں ڈال لیا، میرے پاس صرف دو درہم تھے، میں عطر فروش کے پاس گیا میں نے کستوری وغیرہ اور عود کی مرکب خوشبو خریدی اور اس کاغذ کو لگائی، جس پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھی ہوئی تھی، رات ہوئی میں سو گیا تو مجھے خواب میں کسی نے کہا ابو بشر بن حارث تو نے راستہ سے ہمارے نام کو اٹھایا اور خوشبو لگائی ہم دنیاوار آخرت میں تیرے نام کو خوشبودار کریں گے، پھر اس کے بعد جو ہوا سو ہوا۔

حکایت ہے کہ بشر ایک شب اپنے احباب کی محفل شباب و کباب و قص و سرود میں تھا کہ ایک فقیر دروازے پر آیا دستک دی لوٹدی نکلی اس لوٹدی سے فقیر نے پوچھا گھر کا مالک غلام ہے یا آزاد؟ لوٹدی نے کہا آزاد ہے، فقیر کہنے لگا ٹھیک ہے، اگر غلام ہوتا تو ایسی محفل اور گانا جانا چھوڑ دیتا، یہ کہہ کر فقیر چلا گیا مگر یہ گفتگو بشر نے سنی اور لوٹدی سے پوچھا کہ وہ کون تھا اُس نے کیا کہا اور کدھر گیا؟ لوٹدی نے سب کچھ بتادیا اور بشر اس فقیر کے پیچھے چل پڑا اور کچھ فاصلہ پر اس کو جالیا اور پوچھا کہ کیا آپ نے میرے دروازے پر دستک دی اور کچھ باتیں کی ہیں؟ اس نے کہا کہ ہاں، بشر نے

کہادہ گفتگو ذرا دہرائیے تو، فقیر نے گفتگو دہراتے ہوئے کہا اگر غلام ہوتا تو یہ سب رنگ محفل چھوڑ کر غلامی اپناتا، تو بشر کو تنبیہ ہوئی اور ندامت سے زمین پر اپنا مکھڑا گرنے لگا۔ اور بول اٹھا نہیں بلکہ میں تو غلام ہوں، میں تو غلام ہوں، میں تو غلام ہوں (کہ آج کے بعد اپنے آقا کی نافرمانی نہیں کروں گا) پھر وہ ننگے سر ننگے پاؤں رہنے لگا حتیٰ کہ حیفاء کے نام سے مشہور ہو گیا۔ کسی نے پوچھا کہ تم جو تا کیوں نہیں پنتے؟ کہنے لگا اس لئے کہ مولا سے ننگے پاؤں صلح ہوئی ہے، اب موت تک اسی طرح رہوں گا۔ (کتاب التواہین / ص ۲۱۱، ۲۱۰)

دوستو! ہمارا حال بھی چوبیس گھنٹے یہی ہے (الا ماشاء اللہ) کہ خلاف قرآن، خلاف سنت، معاصی اور خرافات میں مشغول ہیں، قبر و حشر اور عاقبت سے بے خبر، اسی کو قرآن کہتا ہے کہ قیامت کو ظالم اپنے ہاتھ دانتوں سے چبائیں گے مگر بے سود۔



بعض توبہ کرنے والوں کے واقعات

منزل بن لاحق کی توبہ کا عجیب و غریب قصہ

ابو نعیم الحافظ (حلیۃ الاولیاء) کے مشہور مصنف روایت کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ میں اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رات کو بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا، سب لوگ سو چکے تھے اور ہر طرف خاموشی تھی کہ اچانک میرے والد صاحب نے کسی نامعلوم شخص کی آواز سنی، آواز سے محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی پریشان اور غمگین شخص ہے اور وہ یہ کہہ رہا تھا:

یا مَنْ یُجِیبُ دُعَا الْمَظْطَرِّ فِی الظُّلَمِ	یا کاشِفَ الضُّرِّ وَالبَلْوَی مَعَ السَّقَمِ
قَدْ نَامَ وَفَدَكَ حَوْلَ الْبَیْتِ وَانْهَبُوا	وَانتَ عَیْنُکَ یَاقُیُومُ لَمْ تَنَمْ
هَبْ لِی بِجُودِکَ فَضْلَ الْعَفْوَ عَن جُرْمِی	یا مَنْ اِلَیْهِ اُشَارَ الْخَلْقُ فِی الْحَرَمِ
اِنْ کَانَ عَفْوَکَ لَا یَدْرُکُهُ ذُو سَرْفٍ	فَمَنْ یُجِیدُ عَلٰی الْعَاصِیْنَ بِالْکَرَمِ

- ① اے وہ ذات جو کہ تاریکیوں میں بھی بے قرار کی فریاد سنتا ہے، اے وہ ذات جو پریشانی اور سختی کو دور کرنے والا اور بیماری سے شفاء بخشنے والا ہے۔
 - ② زائرین حج بیت اللہ کے ارد گرد سو جاتے ہیں اور سونے کے بعد پھر بیدار ہو جاتے ہیں مگر اے قیوم آپ کی شان یہ ہے کہ آپ کو کبھی نیند نہیں آتی۔
 - ③ اپنی کرم نوازی سے میرے جرم کو معاف فرما دے، اے وہ ذات کہ جس کے سامنے حرم میں مخلوق چپکے چپکے اپنی دلی مرادیں پیش کرتی ہے۔
 - ④ اگر گناہ گار کو آپ نے معاف نہ فرمایا تو پھر کون گناہ گاروں پر رحم کی سخاوت کرے گا۔
- حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا اے بیٹا! تو نے اس شخص کی آواز سنی ہے جو اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہا ہے؟ جاؤ اس آدمی کو تلاش کر کے میرے پاس لاؤ۔ میں اس آدمی کی تلاش میں بیت اللہ کے ارد گرد چکر لگا رہا تھا میں نے

بڑی کوشش کی مگر وہ مجھے نہ ملا، جب میں مقام ابراہیم پر پہنچا تو دیکھا کہ وہ کھڑا نماز پڑھ رہا ہے، میں نے اس سے کہا کہ تمہیں رسول اللہ ﷺ کے چچا زاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ بلا رہے ہیں، اس نے اپنی نماز کو مختصر کیا اور نماز سے فارغ ہو کر میرے ساتھ چل دیا، جب میں اپنے والد کے پاس پہنچا تو میں نے والد سے عرض کیا کہ باجی! یہ ہے وہ شخص جس کو آپ نے بلایا ہے، میرے والد نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا کہ میں عرب سے ہوں، میرے والد نے پوچھا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ اس شخص کا کیا قصہ جس کو اس کے گناہوں نے ذلیل کر دیا اور اس کے عیبوں نے اس کو ہلاک کر دیا اور وہ گناہوں کے سمندر میں غرق ہو گیا کہ نکلنا مشکل ہے۔ میرے والد صاحب نے فرمایا کہ تم فکر نہ کرو ذرا اپنے قصہ کی وضاحت کرو، اس نے کہا کہ میں ایک ایسا نوجوان تھا کہ جو ابو ولعب، گانے بجانے کا دلدادہ تھا، مجھے میرے والد صاحب ہمیشہ نصیحت کرتے رہے اور کہتے کہ اے پناہ جونی کی لغزشوں اور ٹھوکروں سے بچ جاؤ، اللہ کی پکڑ بہت سخت ہے اور اس کی پکڑ ظالموں سے دور نہیں ہے، اور جب بھی میرے والد صاحب مجھے نصیحت کرنے میں اصرار کرتے تو میں ان کو مارتا تھا۔ چنانچہ ایک دن انہوں نے حسب معمول مجھے بہت نصیحت کی، مجھے غصہ آگیا اور میں نے ان کو بہت سخت مارا، میرے والد نے قسم کھائی کہ وہ میرے لئے بیت اللہ کا پردہ پکڑ کر بد دعا کرے گا، پھر میرے والد بیت اللہ شریف میں گئے اور کعبہ کے پردے کو پکڑ کر یہ شعر پڑھے :

یا من إلیہ أتی الحجاج قد قطعوا	عرض المہامۃ من قرب ومن بعد
إنی أتیتک یا من لا ینحیب من	یدعوہ مبتہلا بالواحد الصمد
ہذا منازل لا یرتد عن عقیقی	فخذ بحقّی یا رحمان من ولدی
وشل منه بحول منک جانبہ	یا من تقدس لم یولد ولم یلد

① اے وہ ذات جس کے گھر (کعبہ) کی طرف حجاج طویل و عریض صحراء قطع کر کے اور نزدیک و دور سے سفر کر کے آتے ہیں۔

② میں تیرے دربار میں حاضر ہوں، اے وہ بے مثل اور بے نیاز ذات جس سے گڑگڑا کر مانگنے والا کبھی محروم نہیں ہوا۔

③ یہ منازل میرا لڑکا میری نافرمانی کرنے سے باز نہیں آتا، اے رحمان اس میرے لڑکے سے مجھے بدلہ دلوادے۔

④ تو اپنی قدرت سے اس کے جسم کی ایک جانب بے کار کر دے، اے وہ ذات کہ جس کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ اس کا کوئی باپ ہے۔

اس شخص نے کہا کہ اللہ کی قسم ابھی میرے والد نے اپنی بات پوری بھی نہیں کی تھی کہ مجھ پر یہ مصیبت نازل ہو گئی جو آپ دیکھ رہے ہیں، یہ کہہ کر اس نے اپنے جسم کی دائیں جانب سے کپڑا اٹھا کر دکھایا اور جسم کی دائیں جانب کا حصہ بالکل خشک ہو چکا تھا، اس آدمی نے کہا کہ اس کے بعد میں اپنے والد کو ہمیشہ راضی کرنے کی کوشش کرتا رہا اور بڑی عاجزی کے ساتھ ان سے معافی مانگتا رہا، یہاں تک کہ انہوں نے مجھے معاف کر دیا اور میری یہ درخواست قبول کر لی کہ وہ میری صحت کے لئے بیت اللہ کے اسی مقام پر جا کر دعا کریں گے جہاں پر انہوں نے میرے لئے بددعا کی تھی۔ اس شخص کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے والد کو ایک عمدہ اونٹنی پر سوار کیا اور خود ان کے پیچھے چلنے لگا حتیٰ کہ جب مکہ کے قریب وادی اراک تک ہم پہنچے تو ایک درخت سے کسی پرندے کے اچانک اڑنے کی وجہ سے اونٹنی ایسی بد کی کہ میرے والد صاحب اونٹنی سے نیچے پتھروں پر گرے، ان کا سر پتھر پر ایسا سخت لگا کہ سر پھٹ گیا اور وہ جاں بحق ہو گئے، میں نے ان کو وہیں دفن کر دیا اور بہت مایوسی اور پریشانی کی حالت میں واپس لوٹ آیا، اس سب پریشانی اور بد حالی کی سب سے بڑی وجہ جو میرے دل میں آ رہی ہے وہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ والدین کی نافرمانی کی وجہ سے ہوا ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو فرمایا کہ تجھے خوشخبری ہو، امید ہے اللہ تیری مدد فرمائیں گے۔ پھر میرے والد صاحب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دو رکعت نماز پڑھی اور اس شخص کے جسم کی سوکھی جانب سے اپنے ہاتھ سے کپڑا اٹھایا اور بار بار کئی مرتبہ دعا کرتے رہے، یہاں تک کہ وہ پہلے کی طرح بالکل صحیح سالم تندرست ہو گیا، پھر میرے والد صاحب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا کہ چونکہ تیرے والد نے تیری صحت کی دعا کرنے کا ارادہ کر لیا تھا، جس طرح تیرے لئے انہوں نے بددعا کی تھی اس بنا پر میں نے تیری صحت کے لئے دعا کی ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ ہم سے فرمایا کرتے تھے کہ والدین کی بددعا سے ڈرو، کیوں کہ جس طرح ان کی دعائیں برکت ہے اسی طرح ان کی بددعا میں ہلاکت اور بربادی ہے اور والدین بددعا اس وقت کرتے ہیں جب اولاد ان کی نافرمانی کرے، ان کو ایذا پہنچائے اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش نہ آئے۔ (کتاب التواہین / ۲۳۷)

فائدہ اپنی اولاد کے لئے بددعا کرنا جائز نہیں کیوں کہ نبی ﷺ نے ہمیں اپنی جانوں پر اپنے مالوں پر اور اپنی اولاد کے لئے بددعا کرنے سے منع فرمایا ہے۔

صحیح مسلم ج ۴ / ص ۲۳۰، کتاب الزہد والرقائق میں یہ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

نے ارشاد فرمایا: کہ تم اپنی جان، اپنی اولاد، اپنے مال کے لئے بددعا نہ کیا کرو، ہو سکتا ہے کہ تمہاری بددعا کے وقت اللہ کی طرف سے مقبولیت کی گھڑی ہو تو پھر اس وقت جو دعا ہوگی وہ قبول ہو جائے گی، بلکہ والدین کو چاہئے کہ اپنی اولاد کے لئے خیر کی اور ہدایت کی دعا کریں اور اسی طرح آدمی کو بھی اپنے لئے اور اپنے مال کے لئے بھی بہتری کی دعا کرنی چاہئے۔ (کتاب التوابین / ص ۲۳، ۲۴)

بادشاہ کے خواص میں سے ایک آدمی کی گناہوں سے توبہ کا قصہ

مالک بن دینار بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پڑوس میں ایک آدمی تھا جو گناہوں کا عادی تھا، میرے پاس بعض دوسرے پڑوسی اس کی شکایت لے کر آئے، ہم اس آدمی کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ آپ کے پڑوسیوں کو آپ سے شکایت ہے، اگر آپ نے اپنی روش نہیں بدلتی تو آپ اس محلہ سے کہیں اور چلے جائیں، اس نے جواب دیا کہ کہ کیوں جاؤں میں اپنے مکان میں رہتا ہوں، ہم نے اس سے کہا کہ تم اپنا مکان فروخت کر دو۔

اس نے کہا کہ میں اپنا مکان بھی فروخت نہیں کروں گا، ہم نے کہا پھر ہم تمہاری شکایت بادشاہ کے پاس کریں گے، اس نے کہا کہ اس سے میرا کیا بچوے گا، میں تو بادشاہ کے خاص لوگوں میں سے ہوں، ہم نے کہا کہ اچھا پھر ہم اللہ سے تمہارے لئے بددعا کریں گے، اس نے کہا کہ اللہ تو تم سے بھی زیادہ مجھ پر رحم کرنے والا ہے۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ جب رات ہوئی تو میں نے وضوء کر کے نماز پڑھی اور اس کے لئے بددعا کرنے لگا، تو اچانک میں نے ایک غیبی آواز سنی کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ اس کے لئے بددعا نہ کرنا، وہ تو اولیاء اللہ میں سے ہے، میں حیران ہو گیا اور اس کے گھر کے دروازے پر جا کر دستک دی، وہ گھر سے نکلا، اس کا خیال تھا کہ شاید میں اس کو محلہ سے نکالنے آیا ہوں، اس لئے وہ بڑی لجاجت کے ساتھ عذر خواہی کرنے لگا، میں نے کہا کہ میں تمہیں محلہ سے نکالنے کے لئے نہیں آیا، بلکہ مجھے تو یہ معلوم ہوا ہے کہ تم اولیاء اللہ میں سے ہو، وہ یہ سن کر بہت رویا اور اس نے کہا کہ دراصل تمہارے چلے جانے کے بعد میں نے اللہ کے حضور توبہ کر لی، پھر وہ خود بخود ہی شر سے نکل کر کہیں چلا گیا۔ اس کے بعد میں نے اس کو نہیں دیکھا، پھر اتفاق سے میں حج کے لئے گیا، تو میں نے مسجد حرام میں لوگوں کا حلقہ دیکھا، جب میں ان لوگوں کی طرف بڑھا تو وہاں پر وہی شخص بیماری کی حالت میں پڑا ہوا تھا، ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ وہ بیمار آدمی فوت ہو گیا رحمۃ اللہ علیہ۔ (کتاب التوابین / ص ۲۴۹، ۲۵۰)

فائدہ اس قصہ سے معلوم ہوا کہ چند ہی منٹوں میں توبہ کر کے انسان اللہ کا ولی بن سکتا ہے۔

دینار العیار کی اپنی والدہ کے ہاتھ پر گناہوں سے توبہ کا قصہ

ہیان کیا گیا ہے کہ ایک آدمی (دینار العیار) کے نام کے ساتھ مشہور تھا، اس کی والدہ اس کو ہمیشہ نصیحت کرتی رہتی، مگر اس پر نصیحت کا کوئی اثر نہ ہوتا، ایک مرتبہ وہ ایک قبرستان کے پاس سے گزرا وہاں بہت ساری ہڈیاں پڑی ہوئی تھیں، اس نے ان میں سے کچھ گلی سڑی ہڈیوں کو اٹھایا، جو اس کے ہاتھ میں ریزہ ریزہ ہو گئیں، وہ بہت متفکر ہوا اور اپنے آپ سے کہنے لگا! تیرا اس ہو کل موت کے بعد تیری ہڈیاں بھی اسی طرح ریزہ ریزہ ہو جائیں گی اور یہ تیرا جسم خاک ہو جائے گا اور آج تو دنیا میں گناہوں پر بڑی جرأت کر رہا ہے، وہ اپنی گزری ہوئی زندگی پر بہت نادم ہوا اور توبہ کا پختہ ارادہ کر لیا، پھر اس نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھا کر بارگاہ الہی میں عرض کرنا شروع کیا، الہی! میں اپنے تمام گناہوں کا اعتراف کرتے ہوئے تجھ سے معافی کا طلب گار ہوں تو مجھے معاف فرما کر مجھ پر رحم فرما، پھر وہ اپنی والدہ کے پاس گیا، چہرے کا رنگ اڑا ہوا، اتنی عاجزانہ حالت میں اپنی والدہ کے سامنے جا کر کہنے لگا: اے ماں جان! اگر بھاگے ہوئے غلام کو اس کا آقا پکڑ لے تو اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے؟ اس کی والدہ نے جواب دیا کہ اس غلام کو سخت موٹا لباس پہنایا جاتا ہے اور نافرغوب کھانا کھلایا جاتا ہے اور اس کے ہاتھ پاؤں میں بیڑیاں لگائی جاتی ہیں۔ دینار العیار نے اپنی والدہ سے کہا کہ مجھے اون کا جبہ پہنا دیں اور کھانے کے لئے مجھے کچھ جو دے دیں اور آپ میرے ساتھ اسی طرح سلوک کریں جس طرح بھاگے ہوئے غلام کے ساتھ کیا جاتا ہے، شاید میرا مولا حقیقی میری اس ذلت کی حالت کو دیکھ کر مجھ پر رحم فرمائے۔ چنانچہ اس کی والدہ نے اسی طرح کیا جس طرح اس نے کہا تھا، جب رات ہوئی تو اس نے با آواز بلند رونا شروع کر دیا اور اپنے آپ سے کہنے لگا تیرا اس ہو اے ایسا تو جہنم کی آگ برداشت کرنے کی قدرت رکھتا ہے؟ پھر تو اللہ جبار کے غضب والے اعمال کیوں اختیار کرتا ہے؟ ساری رات صبح تک اس کی یہی رونے کی حالت رہی۔ اب وہ اللہ کے سامنے ساری ساری رات روتا رہتا، ایک رات اس کی والدہ نے اس کو کہا کہ اپنے اوپر کچھ رحم کر، اس نے والدہ کو جواب دیا: کہ ماں جان! مجھے تھوڑی دیر کے لئے ذرا مشقت برداشت کر لینے دیں، شاید موت کے بعد طویل زندگی آرام حاصل کر سکوں، اے ماں جان! مجھے قیامت کے روز اللہ کے سامنے عرصہ طویل کھڑے ہو کر حساب کتاب دینا پڑے گا، پھر معلوم نہیں کہ میرے لئے دائمی ٹھنڈے سایہ میں رہنے کا حکم ہو گیا کہ پریشان کن گرمی کی جگہ میں ٹھہرنے کا حکم ہو گا۔ اے ماں جان! مجھے ڈر ہے کہ کہیں ایسی مشقت میں نہ ڈال دیا جاؤں جس کے بعد پھر راحت نہ مل سکے اور میں اللہ کی ایسی ملامت اور ناراضگی سے ڈرتا ہوں

کہ جس کے بعد پھر مجھے معافی نہ مل سکے، اس کی والدہ نے اس سے کہا کہ کچھ آرام کر لیا کر۔ اس نے اپنی والدہ سے کہا کہ اگر میں راحت میں پڑ جاؤں تو کیا آپ قیامت کے روز میری خلاصی کی ضمانت دیتی ہیں؟ اس کی والدہ نے کہا قیامت کے روز کون کسی کی ضمانت دے سکتا ہے؟ اس نے اپنی والدہ سے کہا کہ پھر آپ مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔ اماں جان! مجھے تو گویا یوں لگ رہا ہے کہ آپ تو کل روز قیامت دوسرے لوگوں کے ساتھ جنت کی طرف جا رہے ہوں گے اور مجھے جہنم کی طرف کھینچا جا رہا ہو گا۔ ایک رات اس نے یہ آیت تلاوت کی: ﴿فَلْيُؤْذِكُمْ لِنَسْأَلُكُمْ أَجْمَعِينَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ (الحجر: ۹۲، ۹۳) ترجمہ: (پس تیرے رب کی قسم ہم ان سب سے ان کے عملوں کا حساب لیں گے) پھر وہ اس آیت میں غور و فکر سے بہت رویا اور سانپ کی طرح زمین پر لوٹ پوٹ ہونے لگا حتیٰ کہ اس پر غشی طاری ہو گئی، اس کی والدہ نے آکر اس کو آواز دی مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا، اس کی والدہ نے کہا کہ اب تجھ سے کہاں ملاقات ہو گی؟ اس نے بہت پست آواز میں کہا کہ اماں! اگر میں تجھے قیامت کے میدان میں نہ مل سکوں تو جہنم کے داروغہ سے میرے متعلق پوچھ لینا، پھر اس نے ایک زور سے چیخ ماری اور جاں بحق ہو گیا، اس کے غسل وغیرہ سے فراغت کے بعد اس کی والدہ یہ آواز لگا رہی تھی: لوگو! اس شخص کی نماز جنازہ کے لئے آؤ جو جہنم کے خوف سے جاں بحق ہو گیا، لوگ بہت بڑی تعداد میں اس کے جنازہ میں شریک ہوئے اور بہت رورو کر اس کے لئے دعائے مغفرت کرتے تھے۔ (کتاب التوائین، لابن قدامہ / ص ۲۵۸، ۲۵۷)

ایک ایسے آدمی کی توبہ کا قصہ جس کو ایک عورت کی محبت نے اللہ کی یاد سے غافل کر دیا تھا

علی بن حسین کا بیان ہے کہ ہمارے پردوس میں ایک عبادت گزار آدمی رہتا تھا، وہ عبادت میں خوب کوشش کرتا، نماز میں بہت مشغول رہتا۔ چنانچہ کثرت عبادت سے اس کے پاؤں سو جھ گئے اور زیادہ رونے کی وجہ سے اس کی آنکھیں خراب ہو گئیں۔ ایک دفعہ اس کے رشتہ دار اور بڑوسی اس کے پاس آئے، انہوں نے اس کو نکاح کی ترغیب دی۔ چنانچہ اس کے لئے ایک باندی خریدی گئی، وہ باندی مغنیہ (یعنی گلوکارہ) تھی اور اس کو یہ معلوم نہ تھا، ایک دفعہ حسب معمول وہ اپنے خاص حجرہ میں نماز کے لئے کھڑا ہوا، ادھر باندی نے گانا شروع کر دیا، اس کے گانے کی سریلی آواز سن کر اس کی عقل جاتی رہی۔ چنانچہ وہ عبادت میں مشغول ہونے کا ارادہ کرتا مگر ہوش ہو اس ساتھ نہ دیتے تھے، باندی

نے اس کے پاس آکر کہا: اے میرے آقا! آپ نے اپنی جوانی یوں ہی ضائع کر دی اور آپ نے دنیوی لذتوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی، ذرا میرے ساتھ دنیوی لذت تو حاصل کر کے دیکھیں، باندی کے گانے اور اس کی گفتگو کا اس عابد کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ عبادت چھوٹ گئی اور وہ دنیوی لذات میں مشغول ہو گیا۔ اسکی اس حالت کی اطلاع اس کے دوسرے عابد بھائی کو ہوگئی چنانچہ اس نے ایک خط لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم نصیحت کرنے والے شفیق اور مہربان طیب بھائی کی طرف سے اس بھائی کی طرف جس سے ذکر اللہ کی حلاوت چھن گئی اور لذتِ قرآن سے محروم ہو گیا اور جس کا خشوع و خضوع جاتا رہا۔

مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تو نے ایک باندی خریدی ہے، جس کے بدلے تو نے اپنی آخرت کے منافع بیچ دیئے ہیں، اگر تو نے تھوڑی چیز کے عوض بڑی چیز (آخرت) فروخت کر دی ہے اور گانے کے بدلے قرآن بیچ دیا ہے تو پھر یاد رکھ کہ میں تجھے لذتوں کو توڑنے والی (موت) سے ڈراتا ہوں اور خواہشات کو مکدر کر دینے والی اور بچوں کو یتیم کر دینے والی (موت) سے ڈراتا ہوں، موت اچانک آئے گی پھر تیری زبان گنگی ہو جائے گی اور تیرے سب مددگاروں کو دور کر دے گی اور تیرے کفن کو قریب کر دے گی، پھر موت کے بعد تیرے رشتہ دار اور پڑوسی تیرے گرد جمع ہوں گے۔ اور میں تجھے اس قیمت کے دن سے ڈراتا ہوں جب کہ تمام مخلوق اپنے مالک اور بادشاہ کے سامنے مارے خوف کے گھٹنوں کے بل کھڑی ہوگی۔

اے بھائی! ڈر اس مصیبت سے جو تیرے حقیقی بادشاہ کی ناراضگی کی وجہ سے تجھ پر آپڑی ہے۔ پھر اس خط کو بند کر کے اپنے غافل بھائی کی طرف بھیج دیا، جب خط پہنچا تو وہ بھائی مجلسِ سرور سجائے ہوئے تھا، اس نے خط کھول کر پڑھا، خط پڑھتے ہی اس کا منہ خشک ہو گیا اور تھوک حلق سے نیچے اترا مشکل ہو گیا، خط پڑھنے کے بعد وہ سب خوشی اور سرور کی مجلسوں کو بھول گیا، وہ جلدی سے مجلسِ سرور سے اٹھا اور گانے جانے کے آلات توڑ ڈالے اور باندی سے علیحدگی اختیار کر لی اور قسم کھائی کہ وہ آئندہ نہ تو کھانا کھائے گا اور نہ ہی سوتے وقت سر ہانے نکلیے رکھے گا۔

اس کو ناصحانہ خط لکھنے والے بھائی کا کہنا ہے کہ میں نے اپنے بھائی کو فوت ہونے کے تین روز بعد خواب میں دیکھا اور میں نے اس سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ اس نے جواب دیا کہ رب کریم کے دربار میں پیشی ہوئی تو اس نے اپنے فضل و کرم سے جنت میں داخل فرمادیا اور ساتھ یہ شعر پڑھے، جن کا ترجمہ یہ ہے:

① عرش والے اللہ نے مجھے باندی کے بدلے جنت کی بڑی حسین و جمیل عورت دی جو

پاکیزہ خوش گوار مشروب پلاتی ہے اور مجھے مبارک باد دیتی ہے۔

② کتنی ہے کہ لے لی اور اب میں تیری خدمت گزار ہوں کیوں کہ تو میری امید لگائے ہوئے تھا اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر بھشتی پھول کے دلکش مناظر سے اور بڑی بڑی آنکھوں والی حسین و جمیل بھشتی عورتوں کے ساتھ۔

③ اے وہ شخص کہ جس کو قرآن کی ان سورتوں کی وعید نے جن کے شروع میں لفظ (طس) آتا ہے کہ دنیا سے بے رغبت اور گناہوں سے دور کر دیا۔

(جیسے سورۃ الشراء، سورۃ الخل، سورۃ القصص) (کتاب التوہین / ص ۲۸۵، ۲۸۶)

جنت میں آپ کی بیٹے والی بیویوں کی چند انوکھی صفات

مذکورہ قصے میں یہ جوان اپنے بھائی کو تین روز بعد خواب میں ملتا ہے اور کہتا ہے کہ عرش والے نے مجھے اس باندی کے بدلے جنت کی بڑی حسین و جمیل عورت عطا فرمائی ہے، جو پاکیزہ، خوشگوار مشروب پلاتی ہے اور مجھے مبارک باد دیتی ہے، یہ وہ باندی تھی جس نے مجھے اللہ کی یاد سے غافل کر دیا تھا، پھر میں نے اس سے توبہ کی۔ تو اللہ نے اسکے بدلے مجھے جنت کی حسین و جمیل عورت عطا فرمائی۔

میرے قابل احترام مسلمان بھائیو! اللہ کی قسم، اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے لئے ایسی ہی حسین و جمیل عورتیں جنت میں ابھی سے سجا رکھی ہیں، اسی کو حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں:

﴿وَزَوْجُهَا مِنْ تَحْتِ الْعَرْشِ﴾ (الطور: ۲۰) ترجمہ: کہ ہم نے بیاہ دیں ان کے ساتھ حوریں بڑی بڑی آنکھوں والیاں۔ اور فرمایا: ﴿إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنِشَاءً﴾ ﴿فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَاراً عُرُبًا أَتْرَابًا﴾ (الواقفہ: ۳۵، ۳۷) اور فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ جنت میں جنتیوں کو جو حوریں اور دنیا کی عورتیں ملیں گی وہاں ان کی پیدائش اور اٹھان خدا کی قدرت سے ایسا ہو گا کہ ہمیشہ خوبصورت جوان رہیں گی، جن کی باتوں اور طرز و انداز پرے ساختہ پیدا آئے اور سب کو آپس میں ہم عمر رکھا جائے گا اور ان کے ازواج کے ساتھ بھی عمر کا تناسب برابر قائم رہے گا۔ (تفسیر عثمانی)

جنت میں آپ کو اپنی بیوی کے رخسار سے چہرہ نظر آئے گا

(تفسیر در المنثور ج ۳ / ص ۱۰۸) میں امام احمد رحمہ اللہ، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آدمی جنت میں ستر سال تک (ایک خاص) جگہ پر نیک لگائے بیٹھا ہو گا کہ اس کی بیوی آئے گی تو وہ اس کے چہرہ کی طرف دیکھے گا، جو اس قدر صاف و شفاف ہو گا کہ اس کے رخساروں

سے اس آدمی کو اپنا چہرہ نظر آئے گا اور اس کے رخسار شیشے سے کیس زیادہ صاف اور شفاف ہوں گے اور اس عورت کے اوپر چھوٹے سے چھوٹا موتی اس قدر چمک دار ہوگا کہ اس کی روشنی سے مشرق و مغرب جگمگ جائے، وہ عورت اگر اس کو سلام کرے گی تو یہ اس کے سلام کا جواب دے گا اور پوچھے گا کہ تم کیا چیز ہو؟ تو وہ عورت جواب دے گی: (انا من المزید) کہ میں مزید سے ہوں (الحديث)۔ یعنی میں وہ چیز ہوں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا:

﴿لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ فِيهَا وَلَدَيْنَا مَزِيدٌ﴾ (ق: ۳۵)

کہ، ان کو جنت میں سب کچھ ملے گا جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس اور بھی زیادہ (نعت ہے) یعنی جنتیوں کو ہر منہ مانگی چیز مل جانے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنی طرف سے ہر جنتی کو ایسی حسین و جمیل بیوی عطا فرمائیں گے، جن کے رخساروں سے جنتیوں کو اپنا چہرہ نظر آئے گا۔

اور (تفسیر لنن کثیر ج ۴/ ص ۲۶۶) میں لنن ابی حاتم سے روایت ہے کہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ جنتیوں کے اوپر سے ایک بادل گزرتے ہوئے پوچھے گا؟ اے جنت والو! بتاؤ تم کیا چاہتے ہو؟ میں اسی چیز کی تمہارے اوپر بارش کر دوں، یہاں تک کہ وہ بادل خود ہی ان کے اوپر کواعب و اتراب کی بارش بر سادے گا۔ (الحديث) یعنی ایسی خوبصورت عورتوں کی بارش بر سائے گا جو ہم عمر اور ابھرے ہوئے پستانوں والیاں ہوں گی۔

ابو سلیمان دارانی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے ایک رات نماز پڑھی اور پھر دعا مانگنے لگا، سخت سردی تھی، اس وجہ سے ایک ہی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہا تھا کہ اچانک مجھے نیند آگئی تو میں نے خواب میں ایسی پیاری خوبصورت عورت کو دیکھا کہ جس کو میں نے زندگی میں کبھی دیکھا تک نہ تھا، وہ مجھے کہہ رہی تھی کہ اے ابو سلیمان! تم ایک ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہو؟ اور حال یہ ہے کہ مجھے پانچ سو سال سے جنت میں صرف تیری بیوی ہونے کے تالے کھانے کھلائے جا رہے ہیں۔ (لنن کثیر ج ۴/ ص ۲۹۳)

- ★ اور عورت ہی کے متعلق قرآن میں فرمایا: ﴿حُورٌ مَّقْصُورَاتٌ فِي الْخِيَامِ﴾ (وہ عورتیں گوری رنگت کی ہوں گی۔ (اور) خیموں میں محفوظ ہوں گی) (الرحمن: ۷۲)
- ★ کہیں فرمایا: ﴿قَاصِرَاتِ الطُّرَفِ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌ﴾ (الرحمن: ۵۰)
- ان جنتی لوگوں سے پہلے ان پر نہ تو کسی انسان نے تصرف کیا ہوگا اور نہ ہی کسی جن نے۔
- ★ اور کہیں فرمایا: ﴿كَانَهُنَّ الْيَاقُوتُ وَالْمَرْجَانُ﴾ (الرحمن: ۵۸)

گو یا کہ وہ یا قوت اور مر جان ہیں)۔

☆ اور کہیں فرمایا: ﴿فِيهِنَّ خَيْرَاتٌ حَسَنَاتٌ﴾ (الرحمن: ۷۰)

(ان میں خوبصورت اور خوب سیرت عورتیں ہوں گی)۔

☆ اور کہیں فرمایا: ﴿حُورٌ عِينٌ كَأَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُونِ﴾ (الواقعة: ۲۳)

(گوری گوری بڑی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی، جیسے (حفاظت سے) پوشیدہ رکھا ہوا موتی)

☆ اور کہیں فرمایا: ﴿وَكُوعَابِ اَتْرَابِ﴾ (النسا: ۲۳)

(اور (دل بہلانے کو) انھرتے جوین والیاں ہم عمر عورتیں ہوں گی)۔

☆ اور کہیں فرمایا: ﴿مُسْلِمَاتٌ مُؤْمِنَاتٌ قَانِتَاتٌ تَائِبَاتٌ عَابِدَاتٌ سَائِحَاتٌ ثَيِّبَاتٌ

وَابْكَارٌ﴾ (التحریم: ۵)

(اسلام والیاں، ایمان والیاں، فرمانبرداری کرنے والیاں، توبہ کرنے والیاں، عبادت

کرنے والیاں، روزہ رکھنے والیاں ہوں گی کچھ بیہ اور کچھ کنواریاں)۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی جنت اور دنیا

دونوں میں ایسی صفات والی بیبیاں نصیب فرمائے۔ (آمین)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (ولو اطلعت امرأة من نساء أهل الجنة إلى الأرض لملاّت

بينها ريحاً ولطاب بينها ولنصفها على رأسها خير من الدنيا وما فيها) (رواہ البخاری)

ترجمہ: (فرمایا کہ: اگر جنت کی کوئی عورت زمین کی طرف جھانک کر دیکھ لے تو آسمان و

زمین کے درمیانی فضاء خوشبو سے بھر جائے گی اور ساری چیزیں خوشگوار ہو جائیں گی اور جنتی عورت

کے سر کا دوپٹہ زمین اور زمین کی تمام چیزوں سے بہتر ہے)۔

میرے بھائی! جب جنتی عورت کے دوپٹہ کا یہ حال ہے تو اندازہ کیجئے کہ خود اس دوپٹے والی

کے حسن و جمال کا کیا عالم ہوگا۔

اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلا کہ دوپٹہ جنتی عورتوں کی نشانی ہے۔ میری بہن! کیا آپ بھی

جنتی عورتوں کی اس نشانی کو پسند کرتی ہوئی باہر نکلتے ہوئے سر پر چادر اور دوپٹہ رکھنا پسند کرتی ہیں؟

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں سورۃ الرحمن کی تفسیر کے ذیل میں ایک

روایت نقل کی ہے کہ:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ جنت میں حوریں زیادہ حسین

ہوں گی یا مسلمان بیبیاں؟ تو جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اے ام سلمہ رضی اللہ عنہا! جنت میں

مسلمان بیبیاں حوروں سے بھی زیادہ حسین و جمیل کر دی جائیں گی، تو پوچھا (وہم یا رسول اللہ ﷺ)

یا رسول اللہ ﷺ ایسا کیوں ہوگا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان عورتوں نے نمازیں پڑھی ہیں، روزے رکھے ہیں، عبادتیں کی ہیں، شوہروں کی خدمت کی ہے، بچے جننے کی تکلیف اٹھائی ہے۔

حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں: (بصلاۃن وصیامہن وعبادتہن البس اللہ وجوہہن النور) ان کی نمازوں، روزوں اور عبادتوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے چروں پر نور ڈال دیں گے جو نور اضافی اور اس نور سے زائد ہوگا کہ حوروں کے چرے پر وہ نور نہیں ہوگا۔ صاحبو! جس پر اللہ تعالیٰ اپنا نور ڈال دیں ان کے حسن و جمال کا کیا عالم ہوگا۔

امام احمد کی روایت کے یہ الفاظ ہیں: (فینظر وجہہ فی خدہا اصفیٰ من المرأة) کہ جنت کی اس عورت کے رخسار سے آدمی اپنے چہرہ کو دیکھے گا، جو ششے سے کہیں زیادہ صاف اور شفاف ہوگا۔ (ابن کثیر ج ۴ / ص ۲۳۰)

یعنی عورت کے رخسار کا نور اس قدر تیز ہوگا کہ آدمی کے لئے آئینہ کا کام دے گا، اس کو عورت کے رخسار سے اپنا چہرہ نظر آئے گا۔

تفسیر قرطبی سورۃ الرحمن کی (آیت نمبر: ۷۰) میں جنت کے بانگوں میں خوبصورت عورتوں کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ: لفظ (خیرات) کے معنی وہ عورتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے (جنت میں) پسند فرماتے ہوئے ایک انوکھے اور نرالے انداز میں پیدا فرمایا، پس اللہ تعالیٰ کی پسند تو پھر اس کی شان کے لائق ہے، بھلا آدمی کی پسند کے مشابہ کیوں کر ہو سکتی ہے، پھر فرمایا (حسان) کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حسن کی تعریف فرمائی (پھر جب حسن کو بنانے والا رب خود ہی اس حسن کی تعریف کرے، تو غور کرو کہ پھر یہ حسن کیا چیز ہوگی؟

اس کے بعد امام قرطبی رحمہ اللہ نے جنت کی عورتوں کے بارے میں ایک حدیث بیان کرتے ہوئے فرمایا: کہ (جنت میں یہ) موٹی موٹی آنکھوں والی حوریں ایک دوسری کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر ایسی (سریلی) آواز کے ساتھ گائیں گی کہ مخلوق نے ایسی یا اس کے مشابہ آواز کبھی سنی تک نہ ہوگی۔ (وہ اپنی پر سرور آواز میں یہ کہہ رہی ہوں گی) ہم تو راضی ہی راضی ہیں، بس اب ہم کبھی ناراض نہ ہوں گی۔ اور ہم یہاں ہی قیام کرنے والی ہیں۔ اب تو ہم کبھی بھی کوچ نہ کریں گی۔ اور ہم تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ رہنے والی ہیں۔ بس اب تو ہم کو کبھی بھی موت نہ آئے گی۔ اور ہم تو بہت ہی نرم و نازک ہیں، اب تو ہم کبھی بھی سخت نہ ہوں گی۔ اور ہم تو انوکھی اور نرالی عورتیں ہیں اور عزت و اکرام والے شوہروں کی محبوبہ ہیں۔ (آخرچہ الترمذی بمعناہ من حدیث علی رضی اللہ عنہ)

اس کے بعد امام قرطبی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں، کہ

جنت کی حوریں جب (اپنی سریلی آواز میں) یہ بول کہ چلیں گی تو ان کے جواب میں دنیا کی مومنہ عورتیں جنت میں اس طرح کہیں گی۔

☆ ﴿نحن المصلیات وما صلیت﴾ ہم نماز پڑھا کرتی تھیں اور تم نماز نہیں پڑھتی تھیں۔

☆ ہم روزے رکھتی تھیں اور تم روزے نہ رکھتی تھیں۔

☆ اور ہم وضو کیا کرتی تھیں اور تم نے وضو کیا ہی نہیں۔

☆ ہم صدقہ و خیرات کیا کرتی تھیں اور تم نے کبھی صدقہ اور خیرات کیا ہی نہیں۔

☆ اس کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: (فَعَلِبْنَهُنَّ وَاللَّهِ) خدا کی قسم دنیا کی

مومنہ عورتیں جنت میں حوروں پر غالب آجائیں گی اور ان کو یہ باتیں سنا کر شکست دے دیں گی۔

(کما فی التفسیر القرطبی ج ۱/ ص ۱۲۲)

امام احمد بن حنبل کے ایک پڑوسی کی توبہ کا قصہ

جعفر صالح بیان کرتے ہیں کہ ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل کے پڑوس میں ایک آدمی رہتا تھا جو بدکاریوں اور گناہوں کا بڑا عادی تھا، ایک مرتبہ وہ احمد بن حنبل کی مجلس میں آیا اور سلام کیا، احمد بن حنبل نے اس کو توجہ سے جواب نہ دیا اور اس کے آنے سے تنگ دل ہوئے، اس شخص نے کہا اے ابو عبد اللہ! آپ مجھ سے تنگ دل کیوں ہوئے ہیں؟ میں نے تمام برائیوں سے بچی توبہ کر لی ہے اور اس کا سبب میرا ایک خواب ہے، احمد بن حنبل نے پوچھا کہ تم نے خواب میں کیا دیکھا؟ اس نے کہا کہ میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت کی، آپ ﷺ ایک بلند جگہ پر تشریف فرما ہیں اور بہت سے لوگ نیچے بیٹھے ہوئے ہیں، ان لوگوں میں سے ایک آدمی کھڑا ہو کر آپ ﷺ سے عرض کرتا ہے کہ آپ میرے لئے دعا فرمائیں۔ آپ ﷺ ہر ایک کے لئے دعا کر رہے ہیں، جب سب نے دعا کروالی اور صرف میں باقی رہ گیا تو میں نے بھی کھڑے ہونے کا ارادہ کیا مگر مجھے اپنی بدکاری کی وجہ سے شرم آئی۔ نبی ﷺ نے مجھے فرمایا: کہ اے فلاں! تم کیوں کھڑے نہیں ہوتے اور مجھ سے دعا کی درخواست کیوں نہیں کرتے؟ تاکہ میں تمہارے لئے بھی دعا کروں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اپنی بدکاری کی وجہ سے شرم آتی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: کہ کھڑے ہو کر مجھ سے دعا کی درخواست کرو، میں تمہارے لئے دعا کروں گا اور ایک بات یاد رکھ کہ میرے کسی صحابی کی برائی نہ کرنا، میں کھڑا ہوا اور آپ ﷺ نے میرے لئے دعا فرمائی۔ جب میں بیدار ہوا تو میرا دل تمام برائیوں سے متنفر تھا، راوی کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا: اے جعفر! اے فلاں! اس قصہ کو نوٹ کر لو یہ بڑا مفید قصہ ہے۔

(کتاب التوہین / ۲۶۴)

امام ابو حنیفہؒ کے ہاتھ پر ایک مجوسی کی توبہ کا عجیب قصہ

تفسیر تہذیب الاذہان ج ۱ / ص ۱۷۷ میں لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ایک مجوسی پر کچھ قرض تھا، امام صاحب وہ قرض لینے کے لئے حسب وعدہ مجوسی کے دروازہ پر پہنچے، اسی اثنا میں امام صاحب کے جوتے کو نجاست لگ گئی، جوتے کو جو جھاڑا تو نجاست اکھر کہ مجوسی کے گھر کی دیوار کو جا لگی، امام صاحب اس حرکت سے پریشان ہو گئے اور اپنے جی، بی جی میں کہنے لگے کہ اگر میں نجاست کو دیوار پر یونہی چھوڑتا ہوں تو دیوار بدھی معلوم ہوتی ہے اور اگر نجاست کو کھر چتا ہوں تو اس میں گڑھا پڑ جائے گا۔ چنانچہ امام صاحب نے اسی پریشانی میں مجوسی کا دروازہ کھٹکھٹایا، ایک لونڈی باہر نکلی، تو امام صاحب نے اس کو کہا کہ اپنے آقا کو کہنا کہ ابو حنیفہ آپ کے دروازہ پر کھڑا ہے، مجوسی یہ خیال کرتے ہوئے باہر نکلا کہ امام صاحب قرض لینے کے لئے حسب وعدہ آئے ہوں گے۔ چنانچہ اس نے دروازہ سے باہر آتے ہی امام صاحب کے سامنے قرض کی ادائیگی کی تاخیر کے سبب اپنے عذر و بہانے پیش کرنا شروع کر دیئے۔ امام صاحب کہنے لگے: کہ آپ کے اعذار پیش کرنے سے بڑھ کر ایک مسئلہ پیش آگیا ہے جس کی وجہ سے میں اس بات کا زیادہ حق دار ہوں کہ آپ کے سامنے اپنا عذر پیش کروں۔ چنانچہ امام صاحب نے دیوار کو لگی ہوئی نجاست کا قصہ سنایا اور پوچھا کہ آپ مجھے بتائیے کہ میں آپ کی اس دیوار کو کیسے پاک صاف کر سکتا ہوں؟ تو اس پر مجوسی نے کہا: (فانا ابدأ بتطہیر نفسی) کہ امام صاحب آپ دیوار کی تطہیر اور پاکیزگی کی بات تو بعد میں کریں اس سے پہلے آپ میرے گندے نفس کی پاکیزگی کا اہتمام فرمائیں اور کہا کہ میں اپنے نفس کی پاکیزگی کی ابتداء کرتے ہوئے کہتا ہوں: ﴿أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمداً عبده ورسوله﴾ مجوسی نے اسی وقت کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

نکتہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے مجوسی کے اس قصہ میں جب اس قدر معمولی سے ظلم کو بھی برداشت نہیں کیا اور اس سے احتراز فرمایا، تو بس اسی کی برکت سے وہ مجوسی مسلمان ہو گیا اور ہمیشہ ہمیشہ کی بدعتی سے نجات پا گیا۔ بس جو شخص بھی کسی پر ظلم کرنے سے اپنے آپ کو کچھ اتارے وہ دونوں جہانوں کی سعادتوں سے نوازا جاتا ہے اور جو شخص بھی چھوٹے بڑے ظلم سے باز نہیں آتا وہ دونوں جہانوں میں رسوا ہوتا ہے۔ (قصہ ختم ہوا)

بس جو حضرات امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق اپنی زبانیں کھولتے ہیں اور ان کو برا کہتے ہیں وہ امام صاحب کے اس قصہ میں غور کریں کہ جب وہ ایسے معمولی سے عمل میں بھی کسی کا فراور مجوسی

پر ظلم سے احتراز کرتے ہیں تو کیا ایسا شخص جناب نبی کریم ﷺ جو سید الانبیاء ہیں ان کے دین میں ظلم و زیادتی کرنے کی جرأت کر سکتے ہیں؟ (فاعتبروا یا اولی الابصار) وإلا فاعلموا أن الزمان كالمرآة الجبلی فسوف ترون ما تَصْع.

پھول کی پتی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مرد ناداں پر کلام نرم و نازک بے اثر

ایک نصرانی ڈاکٹر کی شبلی رحمہ اللہ کے ہاتھ پر توبہ

حکایت ہے کہ شبلی رحمہ اللہ بیمار ہو گئے، لوگ ان کو ہسپتال لے گئے، وزیر نے خلیفہ کو لکھا، خلیفہ نے ہسپتال کے انچارج بڑے ڈاکٹر کو لکھا، اس نے علاج کیا تو شبلی تندرست ہو گئے، تو ڈاکٹر نے کہا اگر مجھے پتہ چلتا کہ آپ کا علاج اور صحت میرے گوشت کے ٹکڑے میں ہے تو میں اس سے بھی گریز نہ کرتا، شبلی فرمانے لگے میرا علاج تو اس سے بھی کم میں ہے، اس نے کہا وہ کیا؟ کہا اپنی زنا کاٹ ڈالو۔ (زنا عیسائوں کی مذہبی علامت ہے جو صلیب کی شکل میں گلے میں ڈالنے میں جو غالباً آجکل نائی کی شکل میں استعمال ہو رہی ہے) طبیب ڈاکٹر نے فوراً پڑھ لیا: ﴿أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمداً عبده ورسوله﴾ جب خلیفہ کو اطلاع پہنچی تو اس نے رو کر کہا ہم نے تو مریض طبیب کے پاس بھیجا تھا نہیں معلوم تھا کہ ہم طبیب کو مریض کے پاس بھیج رہے ہیں۔

ایک رئیس نوجوان کی توبہ

تویر الاذھان ج ۱/ ص ۱۱۴ میں ہے کہ حضرت سری سقطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں بغداد کی جامع مسجد میں جمعہ کو وعظ کر رہا تھا، میں نے وعظ میں کہا ”مجھے تعجب ہے کہ ضعیف قوی کا نافرمان ہے“ ہفتہ کے دن نماز فجر کے بعد میرے پاس ایک نوجوان سوار ہو کر آیا، اس کے ہمراہ اس کے غلام بھی تھے، سواری سے اتر کر اس نے پوچھا، سری سقطی تم میں سے کون ہے؟ احباب نے میری طرف اشارہ کیا، اس نے مجھے سلام کیا اور بیٹھ گیا، پھر پوچھا کل جو آپ نے جمعہ میں کہا تھا کہ مجھے تعجب ہے کہ کمزور، طاقتور کا نافرمان ہے، اس سے آپ کی مراد کیا ہے؟ میں نے کہا، ضعیف سے مراد انسان اور قوی سے مراد اللہ تعالیٰ ہے کیوں کہ انسان سے زیادہ کوئی کمزور نہیں اور اللہ سے بڑھ کر کوئی طاقتور نہیں (توبہ ضعیف اپنے ضعف کے باوجود قوی ترین ذات کی نافرمانی کرتا رہتا ہے)۔ تو وہ

نوجوان رونے لگا اور کہنے لگا کیا اللہ تعالیٰ میرے جیسے گناہوں میں غرق شدہ انسان کو بھی قبول کر لے گا؟ میں نے کہا غرق ہونے والوں کو اللہ کے سوا اور کون چا سکتا ہے؟ اس نے کہا اے سری! مجھ پر بہت حقوق ہیں (مظلوموں کے) میں کیا کروں؟ فرمایا جب تیری توجہ الی اللہ صحیح ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ مظلوم اصحاب کو بھی تجھ سے راضی کر دے گا، وہ پھر رویا اور کہا مجھے اللہ کی طرف پہنچنے کا راستہ بتادو، میں نے کہا اگر تو میانہ روی چاہتا ہے تو روزے، نماز اور ترکِ معاصی کی پابندی کر۔ اور اگر تو اولیاء کا طریقہ چاہتا ہے تو تمام تعلقات توڑ کر خدمتِ خلق میں مشغول ہو جا، وہ پھر رویا کہ اس کا رومال بھیگ گیا اور وہ چلا گیا اور اس نے اہل و عیال کو چھوڑ چھاڑ کر عبرت کیلئے قبروں کے پاس رہنا شروع کر دیا اور متغیر الحال ہو گیا اور اسی حال میں وفات پا گیا۔ حضرت سری فرماتے ہیں کہ میں نے ایک خواب دیکھا کہ وہ جنت کے ریشی لباس میں فاخرانہ چال چل رہا ہے اور کہتا ہے: جزاک اللہ خیر امیں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا؟ کہنے لگا، اللہ تعالیٰ نے مجھے جنت میں داخل کر لیا اور کسی گناہ کے متعلق پوچھا بھی نہیں، یعنی میری سچی اور سچی توبہ قبول کر لی۔

ایک خوب و جوڑے کی توبہ

کوفہ میں ایک نہایت حسین جوان تھا، جو سخت عبادت گزار تھا اور زاہد تھا، ایک مرتبہ وہ قومِ نضج کے پڑوس میں آیا اور ان کی ایک حسین و جمیل لڑکی پر نظر پڑی تو اس کا عاشق ہو گیا اور وہ لڑکی بھی اس کی عاشق ہو گئی، اس زاہد نے لڑکی کے باپ کو پیغام نکاح بھیجا، تو اس نے جواب دیا کہ وہ تو اپنے چچا زاد سے منسوب ہو چکی ہے، مگر وہ زاہد اور لڑکی دونوں محبت کی آگ میں جل رہے تھے حتیٰ کہ لڑکی نے زاہد کو پیغام بھیجا کہ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کی ملاقات کو آجاؤں، اگر پسند کرو تو میں آپ کا انتظام کرتی ہوں تم میرے پاس آجاؤ۔ زاہد نے جواب دیا کہ دونوں باتوں میں سے ایک بھی نہیں ہو سکتی اور یہ آیت پڑھ کر سنائی ﴿إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾ (الزمر: ۱۳) کہ میں تو اپنے رب کی نافرمانی کی وجہ سے یومِ عظیم کے عذاب سے ڈرتا ہوں، وہ ایسی آگ ہے جو ہرگز ہرگز جھننے والی نہیں، جب لڑکی کو واپسی جواب ملا تو سمجھ گئی کہ یہ واقعی زاہد اور پرہیزگار جوان ہے جو اللہ کی نافرمانی اور اس کی پکڑ سے ڈرتا ہے۔ بس اس لڑکی نے بھی ترکِ دنیا کر کے تمام تعلقات توڑ کر چٹائی پسن لی اور عبادت میں منہمک ہو گئی، مگر زاہد کی محبت میں پھلتی رہی حتیٰ کہ اسی نوجوان سے محبت اور ملاقات کے شوق میں فوت ہو گئی، اب وہ زاہد اس کی قبر پر آیا کرتا تھا، ایک دن خواب میں بہترین منظر میں اس کو دیکھا اور پوچھا کیا حال ہے؟ کہنے لگی اور ایک شعر پڑھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یا حبیب آپ کی محبت

خوب محبت تھی جو نیکی اور احسان کی طرف کھینچ لائی، پوچھا کیا ملا تھہ کو؟ پھر شعر پڑھا کہ ایسی لازوال نعمتیں اور زندگی ملی کہ دائمی جنت میری ملک ہیں جو فنا ہونے والی نہیں، پھر زاہد نے کہا کہ تم مجھے وہاں بھی یاد رکھنا کیوں کہ میں ابھی تک تجھے بھولا نہیں، کس نے لگی واند میں بھی تجھے نہیں بھولی اور رب تعالیٰ سے میں نے تجھے مانگا ہے جو میرا بھی مولیٰ ہے تیرا بھی مولیٰ ہے، مگر عبادت میں خوب مدد کر کے میری مدد کرنا، یہ کہہ کر وہ جانے لگی تو زاہد نے کہا، پھر کب تجھے دیکھوں گا؟ کس نے لگی عنقریب تم ہمارے پاس آ جاؤ گے، اس خواب کے سات روز بعد وہ بھی وفات پا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا:

﴿الطیبات للطیبین والطیبون للطیبات﴾ (التوبہ: ۲۶) کہ پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کیلئے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کیلئے ہیں۔

تفسیر ابن کثیر ج ۳ صفحہ ۲۷۹ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول اسی آیت کی تفسیر میں یہ نقل کیا گیا ہے کہ: (گندی اور خبیث باتیں گندے اور خبیث قسم کے لوگوں کیلئے ہیں) (کہ وہ گندی باتوں ہی میں الجھے رہتے ہیں) اور خبیث لوگ خبیث اور گندی باتوں کیلئے ہیں، اور اچھی باتیں اچھے اور پاکیزہ لوگوں کیلئے ہیں (کہ وہ ہمیشہ اچھی باتیں ہی کرتے ہیں) اور اچھے لوگ اچھی اور پاکیزہ باتوں کیلئے ہیں) اتنی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے پسند کے کلام میں لگے رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

بد نظری کا انجام اور اس سے توبہ

ابو عمرو بن علوان کہتے ہیں کہ میں ایک دن کسی کام کو نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جنازہ جا رہا ہے میں بھی ساتھ ہو لیا، دفن کے لئے میں بھی لوگوں میں کھڑا ہو گیا، اچانک میری نظر بلا قصد ایک حسینہ و جمیلہ عورت پر جا پڑی، میں نے فوراً اپنی نظر پر قابو پا لیا۔ اور انا اللہ پڑھا اور استغفار کیا اور گھر لوٹا، ایک بڑھیا نے مجھے کہا کہ یاسیدی کیا ہوا کہ آپ کا چہرہ مجھے سیاہ نظر آ رہا ہے، میں نے آئینہ دیکھا تو واقعی میرا چہرہ کالا تھا، مجھے صدمہ ہوا، بہت غور کیا تو یہ معلوم ہوا کہ یہ اسی بد نظری کا انجام ہے، میں چالیس دن تک ایک جگہ پر اس گناہ سے استغفار کرتا رہا، پھر میرے دل میں آیا کہ میں اپنے شیخ جنید کی ملاقات کروں۔ میں بغداد آیا، حجرہ کے دروازے پر پہنچا تو آپ نے فرمایا: آ جاؤ۔ ابو عمرو، تم نے رجب میں گناہ کیا اور بعد ازاں میں تیرے لئے استغفار ہو گا۔ (کتاب التوائین / ص ۲۶۵، ۲۶۶)

آنکھیں بھی نہ مارتی ہیں اور زنا و گناہ کی نحوست ہوتی ہے

ابن علوان اپنے اس قصہ میں کہتے ہیں کہ میری نگاہ گورے رنگ کی ایک حسینہ و جمیلہ عورت پر بغیر قصد اور ارادہ کے پڑ گئی الخ۔ جب میں گھر واپس لوٹا تو ایک بڑھیا نے کہا کہ میرے آقا

آپ کا چہرہ کالا کیوں ہو گیا؟

اور حدیث میں آیا ہے: (العینان تزنیان وزناهما النظر) دونوں آنکھیں زنا بھی کرتی ہیں اور آنکھوں کا زنا غیر محرم عورت و مرد کو دیکھنا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ اہل بصیرت اپنی فراست سے ان آثار یعنی زنا کے آثار کو ناظر کی آنکھوں کے درمیان سے دیکھ لیتے ہیں، جب کہ دوسروں کو اس کی خبر تک نہیں ہوتی۔

چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور میں نے راستہ میں بلا قصد و ارادہ ایک عورت کو دیکھ لیا، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا تم لوگ میرے پاس داخل ہوتے ہو اور زنا کے آثار تمہاری آنکھوں سے ٹپکتے ہیں، میں نے کہا عثمان! کیا رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی وحی آتی ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا، نہیں لیکن یہ نور بصیرت و فراست ہے۔

مندہ عرض کرتا ہے کہ: وهو رضى الله عنه برى من هذه القرية كبرائة الشمس من اللمس وكبرائة الذنب من دم يوسف عليه السلام

کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اس طرح کے بہتان سے اسی طرح بری ہیں جس طرح سورج چھوٹے جانے سے بری ہے اور جس طرح بھیریا حضرت یوسف علیہ السلام کے خون سے بری تھا، کیوں کہ وہ خود بیان کرتے ہیں کہ میں نے راستہ میں بلا قصد و ارادہ ایک اجنبی عورت کو دیکھا اور رسول اللہ ﷺ کے صحابی جھوٹ نہیں بول سکتے اور پھر ان کو اس طرح کا واقعہ بیان کرنے سے کیا فائدہ جس سے ان کا عیب ظاہر ہوتا ہو؟

اس لئے میرے بھائی اور میری بہن! ذرا غور کرو جب صحابی رسول ﷺ کا یہ حال ہے کہ ان کی آنکھوں میں زنا کے آثار نظر آرہے ہیں جس نے بلا قصد و ارادہ اجنبی عورت کو دیکھ لیا تھا، تو ان مرد اور عورتوں کا کیا حال ہو گا جو اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں اور حکومت کے دفاتروں میں مردوں اور عورتوں کے اختلاط کو پسند کرتی ہیں، تاکہ بے پردہ مردوں کے شانہ بخاند کام کر سکیں، کیا اس اختلاط اور سروس کے وقت مردوں اور عورتوں کی آنکھیں اندھی ہو جاتی ہوں گی؟ اور کیا ان کی نگاہ ایک دوسرے پر ارادہ یا بغیر ارادہ کے نہ پڑتی ہو گی؟ اور کیا پھر اس کا اثر آنکھوں میں نہیں اترتا ہو گا اور کیا پھر دل اس سے متاثر اور خراب نہ ہوتا ہو گا؟

ہائے افسوس! کہ آج ہمارے مملات، کوٹھیاں اور بیگے اور مسجدیں بقیعہ نور و فانوس سے آباد ہیں مگر دل اجڑ گئے ہیں کہ نیکی اور بدی کا احساس ختم ہو کر رہ گیا ہے اور دل وہ ہستی ہے کہ جب یہ

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ تو نہ مر جائے
کہ زندگی عبارت ہے تیرے جینے سے

ایک عجیب و غریب قصہ

ہمارے ایک بزرگ اپنے ساتھ پتا ہوا ایک قصہ سناتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ ریل گاڑی کے ذریعہ لاہور سے جبکہ آباد جا رہا تھا، راستہ میں کسی اسٹیشن سے ایک صاحب جو نئی تہذیب کے دلدادہ تھے ہمارے ڈبہ میں سوار ہوئے، سفید پتلون، سفید ٹائی، سفید بوٹ سفید جراب پہنے ہوئے، میرے قریب جگہ خالی دیکھ کر بیٹھ گئے، میں اپنے مطالعہ میں مشغول تھا اور وہ صاحب بار بار میری طرف نظر اٹھا کر دیکھتے جا رہے تھے، اچانک میں نے جو اس کی طرف دیکھا تو فوراً میرے سے مخاطب ہو کر کہنے لگا کہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ اہل علم اور دین اسلام کے داعی ہیں، اگر آپ اجازت دیں تو میں اسلام کے متعلق آپ سے ایک سوال کر سکتا ہوں؟ میں نے کہا جی ہاں فرمائیے، تو کہنے لگے کہ اسلام اس بات کی اجازت کیوں نہیں دیتا کہ عورتیں اور مرد اکٹھے کام کریں اور اکٹھے تعلیم حاصل کریں؟ میں نے کہا اس لئے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ لہذا اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے، میں نے اس کو دلائل پیش کئے یہاں تک کہ بات کافی طول پکڑ گئی، آخر میں مجھے وہ صاحب کہنے لگے کہ اگر انسان اپنی طبیعت پر کنٹرول کرے تو مخلوط تعلیم اور نوکری کے باقی رکھنے میں کیا حرج ہے؟ بار بار طبیعت پر کنٹرول کے جملہ کو وہ صاحب دہراتے رہے، میں نے دل ہی دل میں سوچا کہ یہ عقل کا اندھا یوں تو سمجھے گا نہیں کیوں کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مصداق معلوم ہوتا ہے یعنی اس کی آنکھ اندھی نہیں بلکہ دل ہی اندھا ہے۔

چنانچہ میں نے اس کے ساتھ عقلی طریقہ اختیار کیا کہ اس سفر میں میرے ساتھ نوکری میں لیوں رکھا تھا، میں نے نوکری سے لیوں نکالا اور چاقو نکال کر اس کے سامنے ہی چار ٹکڑے کر کے اس کے منہ کے سامنے کیا اور کہا کہ حلف اٹھا کر بتاؤ کہ میرے لیوں کاٹنے سے تمہارے منہ میں پانی آیا؟ کہنے لگا جی ہاں منہ میں پانی آیا، میں نے کہا اب بتاؤ کہ کنٹرول کنٹرول جس کی تو نے رٹ لگا رکھی تھی اب کیوں نہ تو نے اپنی طبیعت پر کنٹرول کر کے اس کو روک لیا ہوتا، لیوں میرا، چاقو میرا، مجھے صرف کاٹنے دیکھ کر تیرے منہ میں پانی آگیا، کیوں نہ اپنی طبیعت پر کنٹرول کر کے اس کو روک لیا؟ تو کہنے لگا کہ مولانا! جب ترشی ہو تو منہ میں پانی آ ہی جاتا ہے۔ تو میں نے کہا ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جب

آنکھیں چار ہوں تو فساد پیدا ہو ہی جاتا ہے، اس لئے اسلام نے منع کیا ہے کہ عورت اور مرد اکٹھے کام کریں، کیوں کہ ان کا اکٹھے کام کرنا اور پڑھنا باعثِ فساد ہے اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ شیطان انسان کے اندر اس طرح چلتا ہے جیسے اس کی رگوں میں خون چلتا ہے، میری یہ بات سن کر وہ حیران ہو رہ گیا اور کوئی جواب نہ دے سکا۔ کسی نے کیا ہی خوب کہا۔

یوسف کو نہ سمجھے کہ حسیں بھی ہیں جواں بھی
شامد نرے لیڈر تھے ذلیخا کے میاں بھی

اپنے ضمیر ٹٹولنے جو مرد اور عورتیں اکٹھے کام کرتے یا اکٹھے پڑھتے ہیں وہ ذرا اپنے ضمیر ٹٹولیں اور غور کریں کہ آنکھیں چار ہونے سے فساد پیدا ہوتا ہے یا نہیں؟ مگر افسوس کہ دنیا کی ہوس نے ضمیروں کو مردہ کر دیا ہے اور آخرت کو بھلا کے رکھ دیا ہے، جس سے نیکی اور برائی کی پہچان ختم ہو کر رہ گئی ہے۔

میری بہن! یاد رکھو کہ حجاب یعنی پردہ تمہارے لئے عیب نہیں ہے اور نہ قید خانہ ہے بلکہ پردہ تو آپ کے لئے ایسی زیب و زینت ہے جو آپ کے وقار و حشمت کو چار چاند لگا لگا ہے، بالفرض اگر حجاب اور پردہ عورت کے لئے پسمندی یا تنزل یا دنیوی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے تو یہ پسمندی اور تنزل اس ترقی سے تو بہت اچھا ہے جس کے حاصل کر لینے کے بعد ذلت، شرمندگی اور آگ کا عذاب بھگدنا پڑے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: (لاخیر فی لذۃ من بعدھا نار)
ایسی لذت میں کوئی خیر نہیں ہے جس کے بعد آدمی کو آگ میں جھونک دیا جائے۔

شیخ مہلبی اور اس کی باندی کا شراب پینے اور گانے بجانے کی عادت سے توبہ کا قصہ

برائے نامہ کے دور کا یہ قصہ ہے کہ ایک مہلبی نامی مشہور آدمی شربِ بصرہ سے اپنی کسی ضرورت کے لئے کہیں سفر پر گیا، اس کے ہمراہ ایک غلام اور ایک باندی بھی تھی، سفر سے واپسی پر جب دریائے دجلہ پر پہنچا تو اچانک اس کی نظر ایک ایسے نوجوان پر پڑی جس نے لون کا جبہ پہن رکھا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک عصا یعنی چھڑی اور ایک توشہ دان تھا، اس نوجوان نے ملاج سے کہا کہ میں بصرہ جانا چاہتا ہوں، اس لئے آپ مجھے کشتی میں سوار کر لیں اور جو کرایہ ہے وہ لے لیں، اسی دورانِ شیخ مہلبی نے اس نوجوان کی حالت دیکھی تو شیخ کو اس نوجوان پر رحم آیا اور شیخ نے ملاج سے کہا کہ اس نوجوان کو بھی کشتی میں سوار کر لے۔ چنانچہ ملاج نے اس کو سوار کر لیا، جب صبح کے کھانے کا وقت ہوا

تو شیخ نے دسترخوان لگانے کا حکم دیا اور ملاح سے کہا کہ نوجوان کو ہمارے پاس بھیج دو، ملاح نے نوجوان سے شیخ کے پاس جا کر کھانا کھانے کو کہا تو نوجوان نے انکار کیا، مگر شیخ کے بہت اصرار کے بعد نوجوان نے بھی شیخ کے ساتھ کھانا کھلیا، جب کھانا کھانے سے فارغ ہوئے تو نوجوان اٹھ کر جانے لگا، شیخ نے نوجوان سے کہا کہ تھو دھو لو اور ذرا ٹھہرو، پھر شیخ نے شراب کا مڈکا منگو لیا اور پہلے خود ایک شراب کا پیالہ پیا اور پھر باندی کو شراب پلائی پھر اس نوجوان سے بھی شراب پینے کو کہا، مگر اس نوجوان نے انکار کیا اور کہا کہ آپ مجھے معاف رکھیں، شیخ نے کہا کہ بہت اچھا ہم زیادہ اصرار نہیں کرتے مگر تم ذرا ہمارے پاس بیٹھو، پھر شیخ نے باندی سے گانا گانے کو کہا، باندی نے سارگی سنبا لیا اور گانا شروع کیا، شیخ نے اس نوجوان کو مخاطب ہو کر کہا: اے نوجوان! تم بھی اس طرح کوئی اچھا کلام سن سکتے ہو؟ نوجوان نے کہا کہ اس باندی کے کلام سے بھی زیادہ اچھا کلام سن سکتا ہوں اور یہ کہہ کر اس نے سورۃ نساء کی تلاوت شروع کی:.....

بسم اللہ الرحمن الرحیم:

﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَى وَلَا تَظْلُمُونَ فَتِيلًا أَيْنَ مَا تَكُونُوا

يَدْرِكُكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشِيدَةٍ﴾ (النساء: ۷۷، ۷۸)

ترجمہ: (آپ کہہ دیجئے کہ دنیا کا فائدہ تھوڑا ہے اور آخرت بہتر ہے پر ہیرو گار کے لئے اور تم پر ایک دھاگے برابر ظلم نہیں کیا جائے گا، جہاں کہیں بھی تم ہو گے موت تمہیں آپکڑے گی، اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں کیوں نہ ہو۔)

نوجوان بہت سریلی آواز والا تھا، شیخ تلاوت سن کر وجد میں آگیا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ واقعی یہ تلاوت قرآن مجید باندی کے گانے سے کہیں زیادہ بہتر ہے اور نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا کہ کچھ اور تلاوت سناؤ گے؟ نوجوان نے کہا جی ہاں، پھر اس نوجوان نے سورۃ کف کی اس آیات کی تلاوت کی: ﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُم فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيُكْفِرْ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَإِنْ يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا﴾ (الکاف: ۲۹)

ترجمہ: (اور کہہ دیجئے کہ یہ دین حق تمہارے رب کی طرف سے آیا ہے، سو جن کا جی چاہے ایمان لے آوے اور جس کا جی چاہے کافر رہے، بے شک ہم نے ایسے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے کہ اس آگ کی قاتیں ان کو گھیرے ہوں گی اور اگر پیاس سے فریاد کریں گے تو ایسے پانی سے ان کی فریاد رسی کی جاوے گی جو پیپ کی طرح ہوگا، مومنوں کو بھون ڈالے گا، کیا ہی برپا نی ہوگا اور دوزخ بھی کیا ہی بری جگہ ہوگی۔)

تلاوت سن کر شیخ مہلبی کے دل سے غفلت دور ہو گئی۔ چنانچہ اس نے شراب کا میٹھیزہ اٹھا کر پھینک دیا اور ساری شراب بہہ گئی اور سارگی کو توڑ ڈالا اور نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا: کہ بھئی! یہ بتلا کہ بخشش اور نجات کی بھی کوئی صورت ہے؟ نوجوان نے کہا: جی ہاں ضرور اور یہ آیت تلاوت کی:

﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ

الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ (الزمر: ۵۳)

ترجمہ: (آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے کفر و شرک کر کے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں کہ تم خدا تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو، بالیقین خدا تعالیٰ تمام گزشتہ گناہوں کو معاف فرما دے گا واقعی وہ بڑا بخشش والا، بڑی رحمت والا ہے۔) شیخ مہلبی نے جیجی ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑا، جب لوگوں نے آگے بڑھ کر دیکھا تو شیخ مہلبی موت کا ذائقہ چکھ چکا تھا۔

اس قصہ کے راوی کا کہنا ہے کہ شیخ مہلبی کی موت پر لوگ چیخیں مار مار کر رو رہے تھے اور میں نے کسی جنازہ میں اتنی کثرت سے آدمی نہیں دیکھے جتنے آدمی شیخ مہلبی کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ راوی کا کہنا ہے کہ اس کے بعد شیخ مہلبی کی باندی کی صورت حال یہ ہو گئی کہ اس نے بھی عیش پرستی کی زندگی ترک کر کے بالوں سے مٹا ہوا کرید پہن لیا اور اوپر اون کا موٹا جبہ پہن لیا اور اس نے اپنا یہ معمول بنالیا کہ وہ دن کو روزہ رکھتی اور رات اللہ کے سامنے نماز وغیرہ میں گزار دیتی، چالیس روز تک یہی معمول رہا، پھر ایک رات اس نے یہ آیت تلاوت کی:

﴿وَقُلِ الْحَقُّ مِن رَّبِّكُمْ فَمَن شَاءَ فَلْيُكْفِرْ وَمَن شَاءَ فَلْيُكْفِرْ إِنَّا أَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَإِن يَسْتَغِيثُوا يُغَاثُوا بِمَاءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَسَاءَتْ مُرْتَفَقًا﴾ (الکہف: ۲۹)

لوگوں نے صحیح دیکھا تو باندی جان حق ہو چکی تھی۔ (کتاب التوہین / ص ۲۷۱، ۲۷۳)

امت محمدیہ کا ایک عابد اور آخرت کی فکر

حضرت یزید الرقاشی فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ کسی عابد کے پاس حاضر ہوا، کیا دیکھتا ہوں کہ تمام گھر والے اس کے گرد جمع ہیں اور وہ اس وقت موت و حیات کی کشش میں آخری سانس لے رہا تھا، اس عابد کی یہ حالت دیکھ کر اس کے والد نے رونا شروع کر دیا، عابد نے پوچھا باجی آپ کیوں رو رہے ہیں؟ تو کہا کہ یتیمی تیری اس حالت کو دیکھ کر اور یہ سوچ کر کہ آج کے بعد میرا بیٹا مجھ سے جدا ہو جائے گا اور آپ کے بعد میں کیسے زندگی گزاروں گا، اس کے بعد عابد کی والدہ نے رونا شروع کر دیا، تو

اس نے پوچھا کہ میری امی آپ کیوں روتی ہیں؟ تو کہا بیٹا تیری جدائی اور تیری موت کے بعد کی وحشت اور گھبراہٹ کو سوچ کر رو رہی ہوں، پھر عابد کے بیٹے، بیٹیوں اور بیوی نے چیخا شروع کر دیا، عابد نے پوچھا کہ بیٹا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کہا کہ لاجبی ہم آپ کے بعد یتیم ہو جائیں گے، آج کے بعد لاجبی کس کو کہیں گے، اپنی ضرورتیں کیسے پوری کریں گے؟ کوئی محلہ کا لڑکا ہمیں مارے گا تو کس کے پاس شکایت لے کر آویں گے؟ اور کون ہماری مدد کے واسطے آگے بڑھے گا؟

بیوی نے کہا: میرے سر تاج میں تیرے بعد ان خوبصورت کمروں میں تنہا کیسے زندگی گزار سکوں گی؟ تمہاری آمد کے انتظار میں کہ ابھی آتے ہیں، وہ آرہے ہیں، وہ آگئے، وہ آتے ہی ہوں گے، یہ کہہ کر پورا دن گزار لیتی تھی، آپ آجاتے تو سارے دن کی تھکان دور ہو جاتی تھی، اب آج کے بعد آپ کبھی گھر واپس نہ آئیں گے، اب آپ کی جگہ یہ تھکان اور آہ و زاریاں ہمیشہ کے لئے میری رفیق حیات بن جائیں گی، جو مرتے دم تک میرا پیچھا نہ چھوڑیں گی، تمہارے بعد میرا کون ہے، جس کے ساتھ تنہائی میں بیٹھوں گی؟ اور کون ہے جس کو میں فخر سے کہہ سکوں گی کہ یہ میرے شوہر ہیں۔

سب کی آؤ بکاء اور آہ و زاریاں سن کر عابد نے کہا: ”اقعدونی اقععدونی“ مجھے بٹھلا دیجئے، مجھے بٹھلا دیجئے، گھر والوں نے عابد کو سہارا دے کر بٹھایا تو ان کو خطاب کر کے کہا: ”اری کلکم یسکی لدنیای“ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم سب کے سب دنیا کے ہی رونے رو رہے ہو تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس کو میری آخرت کی بھی فکر ہو کہ مرنے کے بعد میرا کیا حال ہوگا، منکر و نکیر کے سوال کا کیا جواب دے سکوں گا؟ اور قبر کے گڑھے میں میرے ساتھ تنہائی میں کیا گزرے گی؟ پیاس کیسے بجھاؤں گا؟ اگر سانپ یا بچھوؤں سے سامنا ہوگا تو کس کو مدد کے لئے پکاروں گا؟ تم میں سے کوئی اس بات پر نہیں روتا کہ کل میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا توشہ لے کر حاضر ہوں گا، جس سے میرا چھٹکارا ہو سکے، میری آنے والی زندگی کی کسی کو فکر نہیں ہے، بس اتنی بات کہی اور ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہو گئے اور روح پرواز کر گئی۔

ذرا اس کو بھی سن لیجئے میرے بھائی! مر جانے کے بعد تمہارے اور ہمارے حالات کچھ اس طرح باقی رہ جاتے ہیں۔

جلدی دنیا تمہارا نام زندوں کی فہرست سے نکال کر مردوں کی فہرست میں داخل کر دے گی، تمہارے نام کی مثلیں عدالتوں میں داخل دفتر ہو جائیں گی، احباب و اقرباء چند روز تجھے خوب یاد کر کے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بھول جائیں گے، بیوی چند روز سو گوار رہے گی، اس کے بعد حالات کی تبدیلیاں اسے تازہ مشاغل میں الجھا دیں گی، سچے بہت یاد کریں گے مگر رفتہ رفتہ ان کے ذہن سے

تمہارا نقش محو ہو جائے گا، طوفانِ باد و باران حسب دستور تمہاری قبر کی بلند یوں کو ہموار کر کے تمہارا نام صفحہ ہستی سے مٹا دے گا اور نصف صدی گزرنے پر اس بات کا باور کرنا دشوار ہو گا کہ تم کبھی دنیا میں بھی تھے۔

دوستو! دنیا پیٹھ موڑ رہی ہے اور آخرت سامنے آرہی ہے، تم آخرت کو چاہنے والے ہو، دنیا کے چاہنے والے نہ ہو، آج کا دن کام کا ہے، حساب کا نہیں اور کل کا دن حساب کا ہو گا، کام کا نہیں، دین سے دور آج جس حال میں ہم زندگی گزار رہے ہیں اور اپنے شیطان دشمن کو خوش اور رحمان کو ناراض کر رہے ہیں، اگر اس کی پاداش میں کل ہم سے یہ پوچھ لیا جائے تو کیا جواب ہو گا؟

﴿اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يَا بَنِي اٰدَمَ اَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ وَّ اَنْ اَعْبُدُوْنِي هٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيْمٌ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبَلًا كَثِيْرًا اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ﴾ (یس: ۶۱، ۶۲)

ترجمہ: (اے اولادِ آدم کیا میں نے تم کو تاکید نہ کر دی تھی کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا صریح دشمن ہے اور میری عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے اور وہ (شیطان) تم میں ایک کثیر مخلوق کو گمراہ کر چکا ہے، سو کیا تم نہیں سمجھتے ہو؟)

کیا ان کا کوئی جواب ہمارے پاس ہے؟ ہاں ہمیں چاہئے کہ مڑوؤں کے پڑوس میں جانے سے پہلے امت محمدیہ کے اس عابد جیسی فکر آخرت اپنے اندر پیدا کر لیں تاکہ خشخاش کا کچھ تو سامان بن جائے۔

ایک عجیب واقعہ

حضرت مالک بن دینار کہتے ہیں کہ میں ایک بچے کے پاس سے گزرا تو دل میں خیال آیا رسول اللہ ﷺ بچوں کو بھی سلام کہتے تھے، میں نے بھی اس بچے کو سلام کیا تو مجھے بچے نے جواب دیا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ مالک۔

میں نے کہا: نفس اور عقل میں کیا فرق ہے؟ اس نے جواب دیا، نفس نے تجھے سلام سے منع کیا، عقل نے تجھے آمادہ کیا، میں نے کہا: تو مٹی سے کیوں کھیلتا ہے؟ کہنے لگا کیوں کہ ہم اسی سے پیدا ہوئے، اسی میں لوٹنا ہے۔ میں نے کہا: تو بھی روتا اور کبھی ہنستا ہے یہ کیوں؟ کہا جب رب کا عذاب یاد آتا ہے تو روتا ہوں، جب اس کی رحمت یاد آتی ہے تو ہنستا ہوں۔ میں نے کہا: بیٹا تو تو غیر مکلف ہے تیرا کوئی گناہ نہیں، پھر تو روتا کیوں ہے؟ کہنے لگا یہ مت کہو میں دیکھتا ہوں کہ میری امی آگ جلانے کے وقت پہلے چھوٹی چھوٹی لکڑیاں نیچے رکھتی ہیں پھر بڑی لکڑیوں کو آگ لگتی ہے۔ (لہذا اس کو ملحوظ رکھو)

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ کے ہاتھ پر نوجوان کی توبہ کا قصہ

بیان کیا گیا ہے کہ ایک آدمی حضرت ابراہیم بن ادھم کے پاس آیا اور ان سے عرض کیا کہ اے ابو اسحاق! میں ایک بہت گنہگار آدمی ہوں، مجھے کوئی ایسی چیز بتلائیں کہ جس سے میرے نفس کو تنبیہ ہو اور میرے دل کو گناہوں سے رہائی ملے۔ انہوں نے فرمایا کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں کہ اگر تو ان پر قادر ہو جائے تو تجھے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور دنیوی لذات سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکے گا، اس شخص نے کہا: کہ اے ابو اسحاق! فرمائیں وہ پانچ چیزیں کون سی ہیں؟

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ نے فرمایا: پہلی چیز یہ ہے کہ جب تو کسی گناہ کا ارادہ کرے تو پھر اللہ تعالیٰ کا رزق نہ کھا، اس نے عرض کیا کہ حضرت! پھر میں کہاں سے کھاؤں؟ زمین میں سارا رزق اللہ تعالیٰ کا ہی پیدا کیا ہوا ہے، اس پر حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ نے فرمایا: کہ تو ہی بتا کہ یہ اچھی بات ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کا رزق بھی کھائے اور پھر اس کی نافرمانی بھی کرے؟ اس پر اس نے کہا کہ نہیں۔

پھر اس شخص نے کہا کہ حضرت! دوسری چیز کون سی ہے؟ حضرت ابراہیم بن ادھم نے فرمایا: کہ جب تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے تو پھر اس کے کسی شہر میں سکونت مت اختیار کر، اس شخص نے کہا کہ یہ تو پہلے سے بھی مشکل چیز ہے، جب مشرق و مغرب اور جو کچھ اس میں ہے سارا اللہ تعالیٰ کا ہے تو پھر میں کہاں رہوں؟ اس پر انہوں نے فرمایا: کہ تو ہی بتا کہ یہ اچھی بات ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی بھی کرے اور پھر اس کے شہروں میں بھی رہے؟ اس نے کہا نہیں۔

پھر اس شخص نے پوچھا کہ حضرت! تیسری چیز کون سی ہے؟ حضرت ابراہیم بن ادھم نے فرمایا: کہ جب تو گناہ کرنے کا ارادہ کرے تو اللہ کا رزق بھی کھائے اور اس کے شہروں میں بھی رہے پھر کوئی ایسی جگہ تلاش کر کہ اللہ تعالیٰ تجھے نافرمانی کرتا ہوا نہ دیکھ سکے، اس نے عرض کیا کہ حضرت یہ کیسے ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ تو تمام پوشیدہ چیزوں اور تمام بھیدوں سے واقف ہیں اور وہ ہر وقت ہر چیز کو دیکھ رہے ہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادھم نے فرمایا: کہ اے نوجوان پھر تو ہی بتلا کہ کیا یہ اچھی بات ہے کہ تو اللہ تعالیٰ کا رزق بھی کھائے اور تو اس کے شہروں میں بھی رہے اور پھر اس کی نافرمانی بھی کرے، حالانکہ وہ تجھے نافرمانی کرتا ہوا دیکھ بھی رہا ہو؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں۔

پھر اس شخص نے کہا کہ حضرت! چوتھی کون سی چیز ہے؟ حضرت ابراہیم بن ادھم نے فرمایا: کہ جب موت کا فرشتہ آئے اور تیری روح قبض کرنے لگے تو اس سے کہہ دو کہ ابھی مجھے کچھ

اور مہلت دو تا کہ میں سچی توبہ کروں اور اچھے عمل کروں، اس نے عرض کیا کہ حضرت! فرشتہ تو بھی بھی میری یہ درخواست قبول نہیں کرے گا اس پر حضرت ابراہیم بن ادھم نے فرمایا: کہ اے نوجوان! پھر تو غور کر کہ جب تجھے اپنی توبہ کے لئے موت کو مؤخر کرنے کی قدرت نہیں اور تو جانتا ہے کہ جب موت کا وقت آئے گا تو پھر تجھے ذرہ بھر مہلت نہیں مل سکے گی تو پھر تیری خلاصی کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟

پھر اس شخص نے کہا کہ حضرت! پانچویں چیز کون سی ہے؟ حضرت ابراہیم بن ادھم نے فرمایا: کہ جب قیامت کے روز عذاب کے فرشتے آئیں اور تجھے جہنم میں لے جانے لگیں تو انکار کر دے کہ میں جہنم میں نہیں جاؤں گا، اس شخص نے کہا کہ حضرت! عذاب کے فرشتے بھلا مجھے کیسے چھوڑیں گے؟ اور میرے ان کے سامنے انکار کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے؟ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے اس نوجوان کو فرمایا: اے نوجوان! اب تو ہی فیصلہ کر لے کہ جب صورت حال ایسی خطرناک ہے، تو پھر نجات کیسے ہو سکتی ہے؟ اس نوجوان نے عرض کیا کہ حضرت! بس بس آپ کی نصیحت میری اصلاح کے لئے کافی ہے، میں اب اللہ تعالیٰ سے توبہ و استغفار کرتا ہوں۔ اس کے بعد وہ شخص حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس رہ کر اللہ کی عبادت میں مشغول ہو گیا، یہاں تک کہ اس کی موت کا وقت آیا اور وہ اس دنیا فانی سے رخصت ہو گیا۔ (از کتاب التوابین لابن قدامہ)

جوانوں کے کفن بازار میں پک رہے ہیں

اور کسی نے کیا خوب کہا ہے :

تزود من التقوی فانک لاتدری إذا جن لیل هل تعیش الی الفجر

تقویٰ، پرہیزگاری اور خوفِ خدا کا توشہ لے لو، اس لئے کہ جب رات چھا جائے گی تو معلوم نہیں کہ تمہیں صبح نصیب بھی ہوگی یا نہیں؟

کم من فنی أمسی وأصبح صاحكاً وقد نُسجت أكفانه وهو لا یدری

کتنے خواہمورت اور حسین و جمیل نوجوان صبح اور شام ہنستے اور کھیلتے ہوئے گزرتے ہیں اور حال یہ ہے کہ ان نوجوانوں کے کفن تیار ہو کر بازاروں میں فروخت ہو رہے ہیں مگر ان کو اس بات کی خبر تک نہیں ہے۔

و کم من عروس زینوها لزوجهها وقد قبضت أرواحهم لیلة القدر

اور کتنی دلیلیں ایسی ہیں کہ ان کو ان کے دولہوں کے واسطے سبایا جاتا ہے اور ادھر لیلیہ القدر میں اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ فیصلہ لکھ دیا گیا ہے کہ اسے دلہن ہی کی حالت میں دیوچ لیا جائے گا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ دولہا دلہن کو لے کر گھر آ رہا ہوتا ہے کہ ایک یادو نوں ہی حادثہ کا شکار ہو جاتے ہیں اور موت کی آغوش میں جا چکے ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے دولہا اور دلہن کی سہاگ کی یہ رات سوگ کی رات بن جاتی ہے اور بجائے اس کے کہ دلہن کے عزیز رشتہ دار اس کو دیکھنے کے لئے آئیں، منکر اور نکیر دو فرشتے قبر میں اس سے حساب کے لئے آجاتے ہیں اور بعض دفعہ ولیمہ کا دن سوگ کا دن بن جاتا ہے۔ اس واقعہ کی تصدیق کے لئے اخبار کا پیش ملاحظہ فرمائیں۔

بس کی ٹکر سے کار میں سوار دلہن سمیت پانچ افراد جاں بحق

دولہا اور اس کا دوست شدید زخمی، بس کی ٹکر سے کار قلاباں کھاتے ہوئے درجہ جاگری

منظر آبد (نامہ نگار) ہاراتیوں کی کار اور مسافر بس کے درمیان ہولناک تصادم کے نتیجے میں دلہن سمیت پانچ افراد جاں بحق اور دولہا، دولہا کا باپ عبدالرزاق چیتر بین یونین کونسل پک نمبر ۵۱۸ ڈی اے اور اس کا دوست شدید زخمی ہو گئے، انہیں سرور شہید ہسپتال میں ان کی اہلیہ اور ایک بیٹی اور دلہن کے ساتھ آنے والی ایک خاتون شامل ہیں، یہ انخوسناک حادثہ سر پرتمن سچ میوالی روڈ پر اڈہ محمد والا کے قریب پیش آیا۔ تفصیلات کے مطابق عبدالرزاق اپنے بچے کی شادی کر کے ہارات لے کر واپس گھر چک نمبر ۵۱۸ آ رہا تھا کہ اڈہ محمد والا کے نزدیک کراچی سے پنڈی جانے والی ایک مسافر بس بے قابو ہو کر کار سے ٹکرائی جس کے نتیجے میں کار قلاباں کھاتی ہوئی دور جاگری اور نئی فوجی دلہن اور دیگر چار افراد جاں بحق ہو گئے، دولہا اور اس کے دوست کو شدید زخمی حالت میں ہسپتال داخل کر دیا گیا ہے۔ پولیس نے مقدمہ درج کر لیا ہے، جب کہ بس کا ڈرائیور فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا ہے، پولیس نے زیر مقدمہ ۳۲۰ قصاص و یرت مقدمہ درج کر کے بس قبضہ میں لے لی ہے۔ حادثہ کی اطلاع ملتے ہی ڈپٹی کمشنر شاہد اللہ بیگ اور ایس پی چوہدری گل اصغر فوری طور پر جائے حادثہ پر پہنچ گئے، آخری اطلاعات کے مطابق لاشیں پوسٹ مارٹم کے بعد درجاء کے حوالے کر دی گئی ہیں۔

دریائے سندھ میں کشتی الٹ گئی
دولہا اور دلہن سمیت ۸ افراد ہلاک

ڈہری (این این آئی)
دریائے سندھ میں رات لے کر آنے والی کشتی الٹ جانے سے ۸ افراد ہلاک ہو گئے۔ ہلاک ہوئے والوں میں دولہا دلہن، ۳ بچے اور ۳ عورتیں شامل ہیں۔ اطلاعات کے مطابق دریائے سندھ کے کپے کے علاقے دل والا کے قریب ایک ہارات دریہ پار کے کنارے کندھ کوٹ کے علاقے میں کشتی تھی۔ گزشتہ روز مذکورہ ہارات دلہن لے کر واپس آرہی تھی جب کشتی دریہ کے کنارے پہنچی تو اچانک بھور آجانے سے کشتی الٹ گئی۔

جی ہاں یہی زندگی ہے جس پر ہم ناز کر رہے ہیں او لے لے پلان اور منصوبے تیار کر رہے ہیں، اجی زندگی کیا ہے، پانی کا ایک بلبلہ جو ہوا کے ایک بن جھوٹے سے غائب ہو جاتا ہے، کسی نے کیا خوب کہا ہے :

آدمی کا جسم کیا ہے جس پہ شیدا ہے جہاں
ایک مٹی کی عمارت ایک مٹی کا مکان
خون کا جس میں گارا بنایا اینٹ جس میں ہڈیاں
چند سانسوں پہ کھڑا ہے یہ خیالی آسمان
موت کی پرزور آندھی جس دم آکے ٹکرائے گی
یہ عمارت ٹوٹ کر پھر خاک میں مل جائے گی

وكم من صغار يرتجى طول عمرهم
وقد ادخلت اجسادهم ظلمة القبر

کتنے ننھے ننھے بچے جن کی لمبی لمبی زندگیوں کی امیدیں باندھی جاتیں ہیں کہ میرا بیٹا بڑا ہو کر
ڈاکٹر بنے گا، انجینئر بنے گا، پائلٹ بنے گا، وزیر یا امیر بنے گا، مگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ فیصلہ ہو چکا ہوتا
ہے کہ یہ ماں باپ کے دل کا پھول کھلنے سے پہلے ہی مرجھا جائے گا اور چند دن ہی دنیا میں رہے گا، پھر تم
خود ہی اس کو اپنے ہاتھوں سے قبر کے اندھیروں کے سپرد کر کے چلے آؤ گے اور تمام امیدیں دھری
کی دھری رہ جائیں گی۔

وكم من صحيح مات من غير علة
وكم من سقيم عاش حيناً من الدهر

اور کتنے بیمار ایسے ہیں جو ساری زندگی بستر پر ہی پڑے رہتے ہیں، بے چارہ زندگی سے اکتا کر
موت کی دعائیں کرتا ہے، مگر موت آتی ہی نہیں، موت اور زندگی کی کشمکش میں پڑا دوسروں
کے لئے وبال جان بنا ہوا ہے، گھر والے بھی اس کی موت کی دعائیں کرتے ہیں، مگر قبول نہیں
ہوتیں۔ کوئی خوش قسمت بیماری کی حالت میں اس کی خدمت کرنے کو غنیمت سمجھ رہا ہے اور کوئی
بد قسمت اس خدمت کو وبال جان سمجھ رہا ہے۔

میرے بھائی! کیا یہ سب کچھ حقیقت نہیں ہے؟ اور کیا یہ تمام واقعات مذکورہ ہمارے ہی
گھروں میں پیش نہیں آتے، اچھا تو پھر ہم نے آج تک ان حالات سے کیا سبق سیکھا ہے اور کیا ہم نے
اپنے رونٹے رب کو راضی کرنے کی کوشش کی؟ یا وہی اک چال بے ڈھنگی جو پہلے تھی سواب بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿اقترب للناس حسابهم وهم في غفلة معرضون﴾ (انبیاء: ۱)
ترجمہ: (لوگوں کا وقتِ حساب نزدیک آپہنچا ہے اور وہ ابھی غفلت ہی میں پڑے ہیں اور

اعراض کئے ہوئے ہیں۔)

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، اے لوگوں اس سے پہلے پہلے کچھ کر لو کہ لوگ کہیں کہ وہ بھی گیا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا؟ کہ حضرت آپ تو ابھی نوجوان ہیں پھر ہمیشہ ہاتھ میں لاٹھی کیوں رکھتے ہیں؟ تو فرمایا: (لَا ذِكْرَ أُنَى مُسَافِرٍ مِنَ الدُّنْيَا إِلَى الْآخِرَةِ) کہ لاٹھی اس لئے رکھتا ہوں تاکہ مجھے یاد رہے کہ میں دنیا سے آخرت کی طرف سفر کر رہا ہوں، پرانے لوگ سفر کے دوران اپنے ہاتھ میں لاٹھی وغیرہ رکھنے کے عادی تھے، تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہاتھ میں لاٹھی اسی غرض سے رکھتے تاکہ مجھے یاد رہے کہ میں اس دنیا میں چند دن کا مسافر ہوں، لہذا مجھے اپنی منزل مقصود کی تیاری میں لگے رہنا چاہئے۔

ہمیں بھی چاہئے کہ آنے والے کل کی تیاری میں لگے رہیں، جہاں پوری زندگی اور خصوصاً جوانی اور ذرہ ذرہ کا حساب و کتاب دینا ہے۔



چوتھا باب

اللہ تعالیٰ کی وسعت رحمت کے بیان میں
اور اس شخص کے بیان میں جس کی موت کلمہ توحید پر آئی

اللہ تعالیٰ کی چار عجیب و غریب رحمتیں

امام قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر احکام القرآن سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۱۱۸ ﴿ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ﴾ کی تفسیر میں ذکر کیا ہے کہ ابو زید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ میں نے چار چیزوں میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں غلط پایا، میرا خیال تھا کہ ان چار چیزوں کی ابتداء میری طرف سے ہوتی ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندے پر مہربان ہو جاتے ہیں، مگر میرا یہ خیال بالکل ہی غلط ثابت ہوا۔

① میرا خیال یہ ہے تھا کہ میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہوں، مگر کیا دیکھتا ہوں کہ وہ میرے سے محبت کرنے میں پہل کرتے ہیں جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ﴾ (المائدہ: ۵۴) کہ پہلے (وہ یعنی اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتے ہیں پھر وہ (بندے) اللہ سے محبت کرتے ہیں۔

② میرا خیال یہ تھا کہ پہلے میں اللہ تعالیٰ سے راضی ہوتا ہوں مگر کیا دیکھتا ہوں کہ وہ میرے سے خوش اور راضی ہونے میں پہل کرتے ہیں، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ﴾ (المائدہ: ۱۱۹)

③ میرا خیال یہ تھا کہ میں اللہ کو یاد کرتا ہوں (اور یہ بہت ہی عظیم کام ہے مگر کیا دیکھتا ہوں کہ وہ مجھ کو یاد فرماتے ہیں اور ان کا یاد کرنا میرے یاد کرنے سے عظیم تر ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ﴾ (العنکبوت: ۴۵) اور اللہ تعالیٰ کی یاد عظیم تر ہے۔

④ اور میرا خیال یہ تھا کہ میں توبہ کرتا ہوں پھر اللہ تعالیٰ مجھ پر مہربان ہو جاتے ہیں مگر کیا دیکھتا ہوں کہ وہ تو میرے توبہ کرنے سے پہلے ہی مجھ پر مہربان ہو چکے ہیں کہ میرا بندہ توبہ کر لے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا﴾ پھر اللہ تعالیٰ ان پر مہربان ہوا تاکہ وہ توبہ کر لیں۔ (التوبہ: ۱۱۸)

وسعتِ باری اور اس کے نرالی انداز

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ﴾ ترجمہ: میری رحمت ہر چیز کو عام ہے۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بہت ہی وسیع اور عام ہے اسی طرح ایک دوسری آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حاملین عرش اور عرش کے گرد اگر د فرشتوں کے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ یوں بارگاہِ الہی میں عرض کرتے ہیں: ﴿رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا﴾ ترجمہ: اے ہمارے پروردگار آپ کی رحمت اور آپ کا علم ہر شے کو شامل ہے۔

امام احمد نے ابن عبد اللہ البجلی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ ایک بدوی آیا اور اونٹ کو کھلایا پھر اس کو باندھا، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی، جب نماز سے فارغ ہوا تو اپنے اونٹ کو کھولا اور اس پر سوار ہو کر یہ دعا کی: ”یا اللہ مجھ پر اور محمد پر رحم فرما اور ہمارے ساتھ رحمت میں کسی اور کو شریک نہ کر“ نبی کریم ﷺ نے حاضرین سے پوچھا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ یہ شخص زیادہ گمراہ ہے یا اس کا اونٹ؟ کیا تم نے سنا نہیں کہ اس نے کیا کہا ہے؟ حاضرین نے عرض کیا کہ کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ ہم نے سنا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: کہ اس نے اللہ کی وسیع رحمت کو محدود کر دیا، بے شک اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سو حصے پیدا فرمائے ہیں، ایک حصہ رحمت کا دنیا میں نازل فرمایا ہے، اسی کی وجہ سے جن و انس اور جانور وغیرہ تمام مخلوق آپس میں محبت والفت کا معاملہ کرتے ہیں اور رحمت کے ننانوے حصے اپنے پاس رکھے ہیں، اب تم ہی بتلاؤ کہ یہ شخص زیادہ گمراہ ہے یا اس کا اونٹ؟

اور ایک دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ مومن شخص بھی جنت میں ضرور داخل ہوگا جس کو اس کے گناہوں کی وجہ سے جہنم جلاؤالے گی۔ اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے، حقیقت یہ ہے کہ روزِ قیامت اللہ تعالیٰ ایسی وسعتِ مغفرت کا معاملہ فرمائیں گے کہ ابلیس لعین بھی گردن اٹھا کر دیکھے گا اس امید پر کہ شاید اس کو بھی مغفرت کا کچھ حصہ مل جائے۔ (ہذا حدیث غریب جدا کما فی التفسیر لابن کثیر)

امام أبو عبد اللہ محمد بن محمد الحنبلی نے اپنی کتاب ”تسلية أهل المصائب“ صفحہ ۲۳۴ میں لکھا ہے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: روزِ قیامت ایسے گناہ گار

مسلمان بھی اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوں گے جن کے گناہ پہاڑوں کی مانند ہوں گے اللہ تعالیٰ ان کے تمام گناہ معاف فرما کر انہی گناہوں کو یسود و نصاریٰ پر ڈال دیں گے۔

ایک حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہر شخص کا ایک ٹھکانہ جنت میں ہے اور ایک جہنم میں، جب مومن کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرمائیں گے تو اس کے ساتھ کافر کو جہنم میں ڈال دیں گے کیوں کہ وہ اپنے کفر کی وجہ سے اس کا مستحق ہے اور اللہ کی طرف سے مومن کو کہا جائے گا کہ یہ تیری آگ سے خلاصی کا بدلہ ہے اور یہ تمام مسلمانوں کے لئے بہت بڑی بشارت ہے، یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبد العزیز اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا: کہ اس حدیث میں مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ امید رحمت ہے کیوں کہ اس میں صراحت فرمایا گیا ہے کہ ہر مسلمان کا جہنم سے خلاصی کے لئے فدیہ ہوگا۔

بخاری و مسلم میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور فرشتوں اور اولیاء کرام سے کہا جائے گا: ”جس مومن کو تم پہچانتے ہو اس کو جہنم سے نکال لو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم پر حرام کر دیا ہے کہ وہ ان کے چہروں کو جلانے۔ چنانچہ ان کی سفارش پر بہت سے لوگ جہنم سے نکل آئیں گے جب کہ آگ نے ان میں سے بعض کو نصف پٹلی تک اور بعض کو گھٹنوں تک پکڑ لیا ہوگا۔

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ یہ روایت بیان کرتے وقت فرمایا کرتے تھے کہ اگر تمہیں میری اس حدیث کے روایت کرنے پر اعتبار نہیں تو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ لو: ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَإِنْ تَكَ حَسَنَةً يَّضَاعِفْهَا﴾ (النساء: ۴۰) (یعنی اللہ تعالیٰ ذرہ بھر کسی پر ظلم نہیں کرے گا اور کسی کی ایک نیکی ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس نیکی کو دو گنا کر دے گا) اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ فرشتوں نے سفارش کر لی اور نبیوں نے سفارش کر لی اور مومنوں نے سفارش کر لی اور اب ارحم الرحمن کے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ جہنم سے ایک مٹھی بھر لیں گے، (جو اللہ کی شان کے لائق ہے) اور جہنم سے ایسے بہت سے لوگوں کو نکال لیں گے، جنہوں نے زندگی بھر کبھی کوئی بھلائی کا عمل کیا ہی نہیں ہوگا اور وہ جہنم کی آگ کی وجہ سے کوئلہ ہو چکے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت کی ایک نہر میں جس کو نہر الحیاء کہا جاتا ہے ڈال دیں گے، وہ نہر میں اس طرح آگیں گے جس طرح سیلاب کے کوڑا کرکٹ میں دانہ آگتا ہے، چنانچہ اس نہر میں صاف و شفاف موتی کی طرح ہو کر نکلیں گے، ان کی گردنوں میں آزادی کی مہر ہوگی، جنتی ان کو اس مہر سے پہچان لیں گے کہ یہ اللہ کریم کے جہنم سے آزاد کردہ لوگ ہیں، جن کو اللہ نے بغیر کسی نیک عمل کے جنت میں داخل کیا تھا

پھر اللہ تعالیٰ ان کو فرمائیں گے چلو! جنت میں داخل ہو جاؤ اور جو بھی نعمتیں تم دیکھو وہ سب تمہاری ہیں۔ وہ عرض کریں گے، اے ہمارے پروردگار! آپ نے تو ہمیں اتنا عنایت فرمایا ہے کہ اتنا تو شاید آپ نے کسی کو بھی عنایت نہیں فرمایا ہوگا، اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تمہارے لئے میرے پاس اس سے بھی افضل نعمت ہے، وہ عرض کریں گے کہ ہمارے پروردگار! وہ کون سی نعمت ہے جو ان تمام نعمتوں سے بھی افضل ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے وہ میرا تم سے راضی ہونا ہے کہ آج کے بعد میں تم سے کبھی ناراض نہیں ہوں گا۔ ﴿اللھم انا نستلک رضاک والجنة ونعوذک من غضبک ومن عذاب النار﴾ آمین (از مترجم)

حضرت انس بن مالک کی حدیث میں یکے بعد دیگرے فرشتوں، انبیاء علیہم السلام وغیرہم کی شفاعت کا ذکر ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں قیامت کے روز اللہ کے دربار میں عرض کروں گا: اے میرے رب! مجھے ہر اس شخص کو جہنم سے نکالنے کی اجازت دیجئے جس نے بھی لا الہ الا اللہ کہا ہے۔

اللہ رب العزت فرمائیں گے میری عزت کی قسم، میرے جلال کی قسم اور میری عظمت و کبریائی کی قسم میں ضرور بالضرور اس شخص کو جہنم سے نکالوں گا جس نے لا الہ الا اللہ کہا ہے۔ مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے کہ لا الہ الا اللہ کہنے والے کو جہنم سے نکالنا آپ کا کام نہیں بلکہ اس کو میں خود جہنم سے نکالوں گا۔

اور امام ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن محمد الحنفی نے اس کے بعد یہ بھی ذکر کیا ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی ہے کہ اس کی رحمت ہر شے کو عام ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ میری رحمت میرے غصہ سے بڑھی ہوئی ہے اور یہ بھی فرمایا کہ میری رحمت میرے غصہ پر غالب ہے۔ جنت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا گھر ہے اور جہنم اللہ کے غصہ کا ٹھکانا ہے۔

مذکورہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آخرت میں جنت کے لئے مزید وہیں پر کوئی مخلوق پیدا کی جائے گی اور وہ لوگ بھی جو جہنم میں پہلے اپنے گناہوں کی وجہ سے داخل ہوئے تھے پھر جنت میں ان کو داخل کر دیا جائے گا اور والدین کے نیک اعمال کی برکت سے اولاد کو بھی جنت میں داخلہ مل جائے گا اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جنت میں ایسے لوگ بھی داخل کر دیئے جائیں گے جنہوں نے زندگی بھر کبھی کوئی نیک عمل کیا ہی نہیں ہوگا اور مذکورہ حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ کسی شخص کو بغیر اس کے گناہوں کے بلا وجہ جہنم میں داخل نہیں کیا جائے گا۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کی رحمت کی کوئی حد نہیں، یہاں تک کہ بعض مفسرین نے فرعون کے غرق ہونے کے قصہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ اے محمد! اگر آپ مجھے دیکھتے جب کہ میں فرعون کے منہ میں مٹی ٹھونس رہا تھا اس خوف کی وجہ سے کہ کہیں فرعون کوئی ایسا کلمہ نہ کہہ دے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کو اس پر رحم آجائے۔

یہ کتنی قابلِ غور بات ہے کہ حضرت جبرائیل جو فرشتوں کے سردار ہیں ان کو اللہ کریم کی وسعتِ رحمت کا کتنا علم ہے اسی وجہ سے انہوں نے فرعون کے منہ میں مٹی ٹھونس تاکہ وہ اللہ کی رحمت سے کچھ حصہ نہ پاسکے، حالانکہ فرعون اس درجہ اللہ تعالیٰ کا سرکش و نافرمان تھا کہ اللہ معبودِ حقیقی کے برابر خدائی کا دعویٰ کر بیٹھا، بلکہ یہاں تک بک دیا کہ صرف تمہارا رب ہی نہیں بلکہ رب اعلیٰ ہوں۔

عجیب و غریب قصہ راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ قارون کا قصہ جس کو علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے در المنثور ج ۵/ ص ۱۳۸ میں نقل کیا ہے فرعون کے مذکورہ قصہ سے بھی زیادہ عجیب ہے، جس سے اللہ کریم کی بے حد و حساب رحمت کا پتہ چلتا ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے قارون کا قصہ یوں بیان کیا ہے کہ قارون کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت کے بہت خزانے عنایت فرمائے تھے یہاں تک کہ اس نے اپنے محل کا بڑا گیٹ سونے کا بنایا ہوا تھا اور اپنے تمام محل کا سونے کے ٹکڑوں کے ساتھ بڑا ڈاکو کیا ہوا تھا اور سردارانِ بنی اسرائیل کی اس کے پاس صبح و شام آمد و رفت رہتی۔ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سخت ترین دشمن تھا، وہ اپنے نفسِ لارہ کا مراہو اپنی بد غرضی کی وجہ سے اس درجہ گمراہی تک پہنچ گیا کہ اس نے بنی اسرائیل کی ایک بڑی حسین و جمیل اور فاحشہ عورت کی طرف پیغام بھیجا کہ میں تجھے بہت سامان و دولت دوں گا اور میں تیرا بہت اعزاز و اکرام کروں گا حتیٰ کہ میں تجھے اپنی بیوی بنالوں گا، بھڑ طیکہ تو یہ کام کرے کہ جب سردارانِ بنی اسرائیل میری مجلس میں موجود ہوں تو تو اس وقت میرے پاس آکر بھری مجلس میں مجھ سے یہ کہہ کہ اے قارون! کیا تو موسیٰ کو میرے ساتھ بر اکام کرنے سے نہیں روک سکتا؟ اس عورت نے قارون سے ایسا کرنے کا وعدہ کر لیا، جب قارون کے پاس سردارانِ بنی اسرائیل آئے اور لوگوں کا مجمع لگ گیا، تو قارون نے اس عورت کو بلا لیا، جب وہ عورت مجمع کے سامنے کھڑی ہوئی تو اسی وقت اللہ تعالیٰ نے اس عورت کے دل کو پھیر دیا اور اس کو اللہ تعالیٰ نے توبہ کی توفیق دے دی، چنانچہ اس عورت نے پہلے تو یہ کہا کہ میں آج کے دن اللہ سے توبہ کروں یہ میرے لئے افضل ہے اس بات سے کہ میں اللہ کی دشمنی میں جھوٹ بولوں اور اللہ کے رسول سے اپنا ایمانی رشتہ توڑ لوں، پھر کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ قارون نے میری طرف پیغام بھیجا تھا کہ میں تجھے بہت سامان و دولت دوں

گاور میں تیرا بہت اعزاز و اکرام کروں گا حتیٰ کہ تجھے اپنی بیوی بٹالوں گا اس شرط پر کہ توبہ کام کرے کہ جب سراداران بنی اسرائیل میری مجلس میں موجود ہوں تو تو اس وقت میرے پاس آکر بھری مجلس میں مجھ سے یہ کہہ کہ اے قارون! کیا تو موسیٰ کو میرے ساتھ برا کام کرنے سے نہیں روک سکتا؟ میں پھر سے کہتی ہوں کہ میں آج کے دن اللہ سے توبہ کروں یہ میرے لئے افضل ہے اس بات سے کہ میں اللہ کی دشمنی میں جھوٹ بولوں اور اللہ کے رسول علیہ السلام سے اپنا ایمانی رشتہ توڑ لوں۔ قارون نے اس عورت کا یہ بیان سن کر اپنا سر نیچے جھکا لیا اور وہ سمجھ گیا کہ اب اس کی ہلاکت یقینی ہے، ادھر یہ قصہ لوگوں میں مشہور ہو گیا حتیٰ کہ اس قصہ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی خبر ہو گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بڑی جلالی طبیعت والے تھے، جب یہ خبر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچی تو انہوں نے وضو کیا اور اللہ کے حضور نماز ادا کی اور سجدہ میں پڑ کر اللہ کے سامنے خوب روئے اور بارگاہِ الہی میں عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! قارون میرا دشمن ہے وہ ہمیشہ میری ایذا رسانی میں لگا رہا، میری ایذا رسانی میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔

اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اس نے سر عام میری رسوائی کا منصوبہ بنایا، اے رب! مجھے قارون پر قدرت دے دے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے موسیٰ کے پاس وحی آئی کہ موسیٰ! زمین کو توجو بھی حکم دے گا زمین تیری اطاعت کرے گی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام قارون کے پاس آئے، قارون نے جب حضرت موسیٰ کو غصہ کی حالت میں دیکھا تو کہا اے موسیٰ! مجھ پر رحم کر، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا کہ اے زمین! قارون اور اس کے ساتھیوں کو پکڑ لے، قارون کے گھرنے حرکت کی اور قارون اور اس کے ساتھی زمین میں دھنس گئے، ان کے پاؤں زمین میں دھنس گئے اور اس کا گھر بھی اسی قدر زمین میں دھنس گیا، قارون نے پھر کہا: اے موسیٰ! مجھ پر رحم کر، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا: اے زمین! ان کو پکڑ لے، قارون کے گھرنے حرکت کی اور قارون اور اس کے ساتھی زمین میں گھٹنوں تک دھنس گئے اور اس کا گھر بھی اسی قدر زمین میں دھنس گیا، قارون مسلسل یہی کہتا رہا کہ اے موسیٰ! مجھ پر رحم کر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اس قدر زمین میں دھنس گیا۔ پھر قارون یہی کہتا رہا کہ اے موسیٰ! مجھ پر رحم کر اور یہی حکم دیتے رہے کہ ان کو پکڑ لے۔ چنانچہ قارون اور اس کے ساتھی ناف تک زمین میں دھنس گئے اور اس کا گھر بھی اس قدر زمین میں دھنس گیا۔ پھر قارون یہی کہتا رہا کہ اے موسیٰ! مجھ پر رحم کر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زمین کو یہی حکم دیتے رہے کہ ان کو پکڑ لے بالآخر قارون اور اس کے ساتھی مع گھر سب کے سب زمین میں بالکل دھنس گئے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے فرمایا: اے موسیٰ! تو کس قدر سخت دل ہے میری عزت کی قسم اگر قارون تیری جگہ مجھے پکارتا تو میں

اس پر رحم کر دیتا۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ جب قارون زمین میں دھنس رہا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے قریب تھے تو قارون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا: اے موسیٰ! اپنے رب سے میرے لئے رحم کی دعا کر دے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو کوئی جواب نہ دیا اور نہ اس کے لئے دعا کی حتیٰ کہ وہ زمین میں بالکل دھنس گیا، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی اے موسیٰ! قارون نے تجھ سے مدد طلب کی اور تو نے اس کی مدد نہ کی، میری عزت کی قسم، میرے جلال کی قسم! اگر وہ مجھے صرف یہ کہہ دیتا اے میرے رب! تو میں ضرور اس پر رحم کرتا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی اطاعت کرے جو وہ قارون کے بارے میں اس کو حکم کریں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام قارون کے پاس گئے تو زمین سے کہا کہ میرا حکم مان، تو زمین نے اس کو پیٹ تک پکڑ لیا، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے زمین میرا حکم مان، تو زمین نے اس کو پیٹ تک پکڑ لیا، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی اے موسیٰ! تیرا دل کس قدر سخت ہے، میری عزت کی قسم میرے جلال کی قسم! مجھ سے مدد طلب کرتا تو میں اس کی ضرور مدد کرتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہِ الہی میں عرض کیا اے میرے پروردگار! یہ میں نے اپنی نفسانی خواہش کی بنا پر نہیں کیا بلکہ چونکہ وہ تیرا دشمن تھا اس لئے یہ سب تیری رضا کے لئے کیا ہے۔ (الدر المنثور للسيوطی)

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ایک انمول دولت ہے

امام ابو عبد اللہ محمد بن محمد بن محمد الحنبلی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”تسلية اهل المصائب“ صفحہ ۲۳۵ میں کہا ہے کہ یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ اہل السنۃ والجماعۃ سلف اور خلف سب کا یہی مذہب ہے کہ جس شخص کی موت توحید کے عقیدہ پر آئی وہ بہر حال قطعی طور پر جنت میں ضرور داخل ہوگا، اگر مرنے والا تمام گناہوں صغیرہ کبیرہ سے محفوظ رہا جیسے نابالغ چھ یا وہ شخص جو بلوغ کے ساتھ ہی دیوانہ ہو گیا کسی گناہ گار شخص نے کفر و شرک وغیرہ گناہوں سے ایسی سچی توبہ کر لی کہ پھر اس نے توبہ کے بعد کوئی گناہ نہ کیا یا کوئی ایسا خوش قسمت آدمی جو شروع بلوغ سے ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی نہ کی، تو یہ سب کے سب بغیر جہنم میں داخل ہوئے ابتداً ہی جنت میں داخل ہو جائیں گے البتہ جہنم پر ان کا گزر ہو گا اور یہ گزرنے کا مسئلہ اختلافی ہے مگر صحیح یہی ہے ان شاء اللہ۔

جس کے بسط سے تمام اعتراضات قائم ہیں کہ قرآن مجید میں حدود سے غرض و جہتم پر پلے کے
 اور سے گزرا ہے کہ جہتم میں داخل ہو جائے تو ایسی جہتم کی گئی ہو سردی سے محفوظ فرما لے
 اور اگر کوئی کہتا ہے کہ جہتم میں داخل ہو جائے تو ایسی جہتم کی گئی ہو سردی سے محفوظ فرما لے
 معاملہ اللہ تعالیٰ کی حیثیت پر منحصر ہے، اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو ہر گناہ گوار کو جہتم میں داخل فرما دیں
 مگر حق اور باطل میں داخل فرما دیں گے اور اگر چاہیں تو اپنے مولا کے مخالف فرما کر جہتم میں
 داخل فرما دیں ہر حال میں یہ فرض ہے کہ جہتم میں جہتم میں نہیں ہے، چنانچہ اس نے لکھا
 ہی لکھا کہ جہتم کے ہوں اور اس میں اس شخص کے لئے جہنم کی قسم ہے جس کا کوئی مزاج نہ ہو سست یا
 دھندلا نہ ہو، کی حالت پر مولا نے اسے اس کی قسم کا علم نہ ہو کہ اس نے لکھا ہوں سے قہر کیا نہیں۔

لام فوری، مولا نے فرمایا کہ جہنم کو، قرآن مجید کی واضح تصویر سے جہنم ہے
 اور اس پر تمام اہل اللہ و اہل بیت کا اصرار ہے کہ اس لئے قطعی بات یہ ہے کہ ایک کامل مومن کو ایسی
 جہنم میں داخل ہو گا اور گناہ گار مومن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی حیثیت پر ہو گا، اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اپنے
 فضل و کرم سے دیکھے ہی سب گناہ مخالف فرما دے اور اگر چاہے تو ہر گناہ مولا سے دیکھ دے، اگر وہ
 جہنم میں ضرور داخل ہو گا مگر اس حال کوئی مومن خود کو لکھا ہی لکھا کہ گناہ گار نہ ہو، چنانچہ اس نے لکھا
 جہنم میں نہیں ہے، گناہ کی سلسلہ میں ایک اور حد یہ ہے کہ جہنم میں جہنم سے روایت
 ہے کہ، سوال اللہ (علیہ السلام) نے فرمایا: (جو شخص اس حالت پر مرنے کہ اس کا یقین ہو کہ اللہ کے سوا کوئی
 معبود نہیں، جہنم میں داخل ہو گا۔

قاضی عیاض، مولا نے فرمایا کہ جہنم کے پلے میں لوگوں کا اختلاف ذکر کرتے ہوئے
 کہ ہے کہ مریح کا عقیدہ ہے کہ ایسی کی حالت میں قرآن کے لئے کوئی گناہ نقصان دہ نہیں ہے۔
 اور طویل کا عقیدہ ہے کہ قرآن کی گناہ سے کامل ہو جاتا ہے اور معتزل کا یہ نظریہ ہے کہ اگر گناہ
 گناہ ہو گا تو گناہ گار جہنم میں ہے، گناہ گار مومن ہے اور نہ ہی کامل ہو گا، حق ہے اور بعض علماء
 کا کہنا ہے کہ گناہ سے ایسا تو ضائع نہیں ہو تا کہ گناہ کی معافی ہی نہیں ہو گی اور گناہ گار شخص پہلے
 اپنے گناہ کی معافی کے لئے گناہ و جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔
 یہ ذکر اور حد یہ ہے کہ جہنم میں معتزل و خواری کے خلاف دلیل ہے۔

طویل کا ذکر اور حد یہ ہے کہ مریح کی دلیل معلوم ہوتی ہے مگر وہ حقیقت حد یہ کہ مطلب یہ ہے
 کہ گناہ گار مومن کو اللہ تعالیٰ مخالف فرما دیں گے یا اس کو ایسا کرم جو عاقل و غیر جم کی فصاحت
 سے جہنم سے اپنی مروت فرما کر وہ جہنم میں داخل فرما دیں گے، ہر گناہ گار کے وہ جہنم میں

اور ایک روایت میں اس طرح ہے: ”کوئی ایسا بندہ نہیں کہ جو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، مگر یہ کہ اللہ اس پر جہنم کی آگ حرام کر دے گا۔“ اور صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ زیادتی بھی ہے کہ ”چاہے وہ بدعملی میں جس درجہ کا بھی ہو۔“

اور صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ایک مرتبہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضور (ﷺ) کے ساتھ آپ کے پیچھے سوار تھے، آپ نے فرمایا: اے معاذ! انہوں نے عرض کیا میں حاضر خدمت ہوں یا رسول اللہ، آپ (ﷺ) نے پھر دوسری مرتبہ ارشاد فرمایا: اے معاذ! انہوں نے عرض کیا میں حاضر خدمت ہوں یا رسول اللہ، پھر تیسری مرتبہ فرمایا: اے معاذ! انہوں نے عرض کیا میں حاضر خدمت ہوں یا رسول اللہ، آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: ”کوئی ایسا بندہ نہیں جو اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، مگر یہ کہ اللہ اس پر جہنم کی آگ حرام کر دے گا۔“ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا میں یہ خوشخبری لوگوں کو سنا دوں تاکہ وہ خوش ہوں، آپ (ﷺ) نے فرمایا رہنے دو کیوں کہ اس طرح وہ اعمال میں سستی کرنے لگیں گے۔ چنانچہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت یہ حدیث بیان کی تاکہ وہ آپ کی یہ حدیث دوسروں تک نہ پہنچنے کی وجہ سے گناہ گار نہ ہوں۔

اور صحیح مسلم میں حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ سے اس طرح منقول ہے کہ انہوں نے حضور (ﷺ) کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: ”جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اللہ اس پر جہنم کی آگ حرام کر دے گا۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور (ﷺ) سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ آپ کی شفاعت کے ساتھ کون خوش نصیب ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا: میری شفاعت کے ساتھ سب سے زیادہ خوش نصیب وہ شخص ہے جو دل سے خلوص نیت کے ساتھ لا الہ الا اللہ کہے۔ (رواہ البخاری)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ایک مقبول دعا کا اختیار دیا اور ہر نبی نے اپنی اپنی دعا دنیا ہی میں مانگ لی اور میں نے اپنی دعا قیامت کے روز اپنی امت کی شفاعت کے لئے رکھی ہوئی ہے۔ انشاء اللہ امید ہے کہ میری دعا میرے ہر اس امتی کو شامل ہوگی جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے (رواہ مسلم) اور صحیح مسلم میں اس طرح بھی روایت ہے: ”اللہ نے جہنم کی آگ کو حرام کر دیا ہر اس شخص پر جو لا الہ الا اللہ کہے۔“

ایک عجیب سوال جس نے نبوت کا سر جھکا دیا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ ہم ایک غزوہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ شریک تھے، راستہ میں کسی قوم کے پاس سے گزر ہوا، آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم مسلمان ہیں، وہاں ایک عورت کو دیکھا کہ وہ آگ پر ہنڈیا پکا رہی ہے اور اس کے ساتھ اس کا ایک بچہ بھی ہے، جب آگ بھڑک اٹھی، تو وہ عورت وہاں سے اٹھ کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آکر عرض کیا، کیا آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں میں اللہ کا رسول ہوں، اس عورت نے عرض کیا، آپ پر میرے ماں باپ قربان، آپ ارشاد فرمائیں کہ کیا اللہ رحم الرحیم نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں، پھر اس عورت نے عرض کیا کہ کیا اللہ اپنے بندوں پر اس سے زیادہ رحم کرنے والا نہیں ہے جتنا کہ ماں اپنے بچے پر رحم کرتی ہے؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں، پھر اس عورت نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ماں تو اپنے بچے کو آگ میں نہیں ڈالتی، آپ ﷺ نے اس عورت کی یہ بات سن کر اپنا سر مبارک جھکالیا اور رونا شروع کر دیا، کچھ دیر بعد آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور اس عورت کو مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آگ کا عذاب نہیں دے گا مگر وہ شخص جو کہ سرکش و متکبر ہو اور وہ کلمہ لا الہ الا اللہ کا منکر ہو یعنی جو شخص کلمہ شریف کا انکار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو آگ میں ڈال دے گا۔

فائدہ مومن بندہ کو عذاب نہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ کفار کی طرح ہمیشہ عذاب میں نہیں رہے گا، دوسرا یہ کہ جہنم کا عذاب حقیقتاً تو کفار کو ہو گا اور گناہ گار مومن بندہ اگرچہ جہنم میں ڈالا جائے گا مگر وہ دراصل اس کو جنت میں داخل کرنے کے لئے گناہوں کی گندگی سے اس کی صفائی کے طور پر ہو گا۔

اور حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے: (مگر جو کلمہ لا الہ الا اللہ کا منکر ہو) تو دراصل اس صورت میں وہ بمنزلہ اس بچے کے ہو گا جو اپنی حقیقی ماں کے ماں ہونے کا ہی انکار کر دے اور کہے کہ تو میری ماں ہی نہیں، میری ماں تو اور ہے اور اپنی حقیقی ماں کی گستاخی میں کوئی کسر نہ چھوڑے، بلکہ یہاں تک کہ وہ اپنی ماں کو کتے اور خنزیر کا درجہ دے، تو پھر اس میں کیا شک ہے کہ ماں کا بھی اس سے نہ صرف رشتہ محبت ٹوٹ جائے گا بلکہ اگر ماں کو قدرت حاصل ہوئی تو اس درجہ کے گستاخ و بے شرم و بے حیائی کو سزا دینے سے بھی باز نہ رہے گی۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کافر اور گناہ گار مومن دونوں اپنے کفر و عصیان کی وجہ سے دائرہ

عبودیت سے خارج ہو جاتے ہیں، گو دونوں کو اللہ کے بندے ہی کہا جاتا ہے۔ (کیوں کہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی ان کا معبود حقیقی ہے)۔ ان دونوں کو اپنے اپنے گناہ کے بقدر سزا ملے گی۔ کافر کو تو ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہنا پڑے گا کیوں کہ اس نے دوسرے سے کلمہ لا الہ الا اللہ ہی کا انکار کر دیا اور گناہ گار مومن کو اللہ چاہے تو معاف فرمادے، ورنہ اس کو بد عملی کی سزا بطور تطہیر ہوگی، تاکہ وہ گناہوں سے پاک و صاف ہو کر ایمان کی بدولت جنت میں جانے کے لائق ہو جائے۔ ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ﴾ اور اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتے لیکن وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ (کذا فی المرقات واللمعات)

مزدلفہ میں امتِ محمدیہ کی بخشش کا واقعہ

عباس بن مرداس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عرفہ کی شام کو اپنی امت کی مغفرت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کہ میں نے امت کی مغفرت کر دی سوائے مظلوم کے (اس سے مراد حقوق العباد ہیں) اور میں قیامت کے روز مظلوم کو ظالم سے بدلہ دلوں گا۔ حضور ﷺ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا کہ الہی! اگر آپ چاہیں تو یہ بھی کر سکتے ہیں کہ مظلوم کو اپنی طرف سے جنت میں نعمتیں عطا فرما کر راضی کر لیں اور ظالم کو معاف فرمادیں۔ آپ ﷺ کی یہ دعا عرفہ کی شام کو قبول نہ ہوئی، پھر آپ ﷺ نے مزدلفہ میں صبح کو اپنی امت کے لئے دعائے مغفرت کی، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا قبول فرمائی۔ راوی کہتے ہیں کہ اس وقت آپ ﷺ کو ہنسی آگئی، آپ ﷺ سے ابو بکر اور عمر نے عرض کیا، ہمارے مال باپ آپ پر قربان آپ تو کبھی اس وقت ہنسے نہیں، آج آپ کس طرح سے ہنس پڑے؟ اللہ کرے آپ ہمیشہ ہنستے رہیں۔ آپ ﷺ نے جواب ارشاد فرمایا کہ اللہ کے دشمن ابلیس کو جب معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی ہے اور میری امت کی بخشش فرمادی تو وہ اپنے سر پر خاک ڈالنے لگ گیا اور ہائے ہلاکت، ہائے بربادی پکارنا شروع کر دیا، مجھے اس کی پریشانی اور بد حالی میں اس حرکت پر ہنسی آگئی۔ (رواہ ابن ماجہ والبیہقی کما فی مشکوٰۃ باب الوقوف بعرفہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ اگر مومن بندہ کو یہ پتہ چل جائے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب کس درجہ کا ہے؟ تو وہ جنت کی طمع نہ کرے، کیوں کہ عذاب سے چھٹکارا ہی بڑی نعمت ہے۔ اور اگر کافر کو پتہ چل جائے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کس قدر وسیع ہے؟ تو وہ بھی جنت کی طمع نہ کرے۔

اے میرے بندے! تو نے ایسا کیوں کیا؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ ایک ایسے آدمی نے جس نے زندگی بھر کوئی بھلائی کا کام نہیں کیا تھا اپنے پیٹوں کو مرتے وقت وصیت کی کہ میرے مرنے کے بعد مجھے جلادینا، پھر میرے بدن کی آدھی راکھ کو جنگل میں بکھیر دینا اور آدھی راکھ کو دریا میں بہادینا، کیوں کہ اللہ کی قسم اگر اللہ کو مجھ سے قدرت ہوئی تو وہ مجھے ایسا سخت عذاب دے گا کہ شاید ایسا عذاب وہ کسی کو بھی نہ دے۔ جب اس کا انتقال ہو گیا تو اس کے پیٹوں نے اس کی وصیت کے مطابق اس کو جلا کر آدھی راکھ کو جنگل میں بکھیر دیا اور آدھی راکھ دریا میں بہادی۔

اللہ تعالیٰ نے جنگل اور دریا کو اس کی راکھ جمع کرنے کا حکم دیا، چنانچہ اس کے بدن کی ساری راکھ جمع ہو گئی، اللہ تعالیٰ نے اس کو دوبارہ زندہ کر کے اس سے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! تیرے خوف کی وجہ سے اور الٹی تو توبہ سے زیادہ جانے والا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو معاف فرمادیا۔ (رواہ البخاری و مسلم کما فی المشکوٰۃ باب الاستغفار والتوبہ)

کیا ماں اپنے بچے کو آگ میں ڈالنا پسند کرتی ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ کے پاس قیدی لائے گئے ان میں ایک ایسی عورت بھی تھی جس کے پستانوں سے دودھ بہہ رہا تھا اور وہ اپنے بچے کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑ رہی تھی، جب بچہ اس کو مل گیا تو اس نے فوراً اسے اپنے سینے سے لگا لیا اور اس کو دودھ پلانا شروع کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے ہم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تمہارا اس عورت کے بارے میں کیا خیال ہے کیا وہ اپنے بچے کو آگ میں ڈالنا پسند کرے گی؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! کبھی نہیں، بلکہ یہاں تک ممکن ہو گا وہ اپنے بچے کو آگ سے چانے کی کوشش کرے گی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اس سے بھی زیادہ رحم کرنے والے ہیں جتنا کہ ماں اپنے بچے پر رحم کرتی ہے۔ (المرجع السابق)

اللہ بندے سے وہ پیار کرتا ہے جو ماں بیٹے سے نہیں کر سکتی

حضرت عامر الرام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، اچانک سامنے سے ایک آدمی آیا جس پر چادر تھی اور اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی، جس کو اس نے اپنی چادر میں لپیٹ رکھا تھا، اس آدمی نے حضور ﷺ سے آکر عرض کیا، یا رسول اللہ! میں درختوں کے

ایک جھنڈ کے پاس سے گزرا مجھے ان درختوں میں چڑیا کے چوں کی آواز سنائی دی، میں نے درخت سے ان چوں کو پکڑ لیا اور اپنی چادر میں لپیٹ لیا، ان چوں کی ماں کو پتہ چلا تو اس نے میرے سر پر آکر چکر لگانے شروع کر دیئے، میں نے ان چوں کے اوپر سے چادر کو ہٹا دیا تاکہ ان کی ماں ان کو دیکھ لے، ان چوں کی ماں آکر ان کے ساتھ چٹ گئی، میں نے پھر ان کو چادر میں لپیٹ لیا، اب وہ تمام میری اس چادر میں موجود ہیں۔ آپ (ﷺ) نے اس آدمی سے فرمایا کہ ان کو چادر سے نکال دو، اس آدمی نے ان چوں کو چادر سے نکال کر رکھ دیا، نبی کریم (ﷺ) نے ہم سے فرمایا: (کیا تم تعجب کرتے ہو ان چوں پر ان کی ماں کے رحم کرنے سے، قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے برحق نبی بنا کر مبعوث فرمایا کہ اللہ اس سے بھی زیادہ اپنے بندوں پر رحم فرمانے والے ہیں، جتنا کہ ان پر ان کی ماں کو رحم آ رہا ہے۔ پھر آپ (ﷺ) نے اس آدمی سے فرمایا: کہ ان کو جہاں سے پکڑا تھا واپس جا کر وہیں پر ان کو رکھ دو۔ چنانچہ وہ آدمی ان چوں کو ان کی ماں سمیت واپس لے گیا۔

(رواہ ابو داؤد کما فی مشکوٰۃ باب الاستغفار والتوبہ)

رحمت باری کا عجیب واقعہ

دلاؤ علیہ السلام کے زمانہ میں کسی کا فریاد شاہ نے ایک قاتل پکڑا اور عشاء کے بعد رات کو پہاڑ پر لے جا کر سولی پر لٹکا دیا، سولی پر لٹکا کر لوگ تو واپس اپنے گھروں کو آ گئے اور وہ اکیلا لٹکا رہا اور اپنے خداؤں کو پکارنے لگا، مگر لا حاصل، پھر اللہ کی طرف رجوع کیا اور یوں دعا کی: یا اللہ! تو ہی حق ہے، میں تیرے حضور استدعا کرتا ہوں کہ تو میری مدد فرما اپنی رحمت خاصہ سے۔ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کو حکم دیا کہ اس بندے نے طویل زندگی اپنے خداؤں کی پوجا کی مگر بے فائدہ، اب گھبرا کر میری طرف متوجہ ہو اور گریہ زاری کے ساتھ دعا کی میں نے اس کی دعا قبول کر لی تم زمین پر اترو اور سلامتی و عافیت سے اس کو سولی سے اتار دو۔ جبرائیل نے ایسا ہی کیا، جب صبح کو لوگ وہاں گئے تو دیکھا وہ صحیح سلامت زندہ ہے اور اللہ کی نماز پڑھ رہا ہے، لوگوں نے جا کر حضرت دلاؤ علیہ السلام کو اطلاع دی، آپ نے اللہ سے دعا کی کہ اس کا راز کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ اے دلاؤ! جو مجھ پر ایمان لائے اور مجھ سے مانگے میں اس پر رحم کر دیتا ہوں، اگر میں نہ کروں تو مجھ میں اور دیگر معبودوں میں کیا فرق؟ (تنویر الأذهان من تفسیر روح البیان ج ۱ ص ۱۱۷)

ایک بڑے گناہ گار کا واقعہ

حضرت مالک بن دینار فرماتے ہیں کہ میں نے بصرہ میں ایک جنازہ دیکھا کہ جنازہ اٹھانے والوں کے سوا پیچھے کوئی آدمی ساتھ نہیں، میں نے تعجب سے پوچھا تو وہ کہنے لگے یہ بڑا گناہ گار تھا۔ چنانچہ میں نے جنازہ پڑھا، اس کو قبر میں اتارا، کچھ دور جٹ کر ایک سایہ میں سو گیا، خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ دو فرشتے آسمان سے اترے، اس کی قبر کھولی، ایک فرشتہ قبر میں اترا اور دوسرے فرشتے کو کہا اس کو جہنمی لکھ دو، کیوں کہ اس میں کوئی عضو بھی معاصی اور گناہ سے بچا ہوا نہیں، دوسرے فرشتے نے کہا جلدی نہ کر اس کی آنکھیں دیکھو، اس نے کہا دیکھی ہیں محرمات کو دیکھنے سے بھری ہوئی ہیں، کہا اس کے کان دیکھو، کہا دیکھے ہیں، فواحش و منکرات سننے سے بھرے ہوئے ہیں، اس نے کہا اس کی زبان دیکھو، جواب دیا دیکھا ہے محرمات اور ممنوعات سے لبریز ہے، اس نے کہا اس کے ہاتھ دیکھو، اس نے جواب دیا دیکھا ہے، حرام، شموات اور لذات سے پر ہیں، اس نے کہا اس کے پیر دیکھ، جواب دیا دیکھے ہیں نجاستوں اور برے کاموں میں سچی کرنے سے بھرے ہوئے ہیں، پہلے فرشتہ نے کہا پھر بھی جلدی نہ کر اور مجھے قبر میں جانے دے، وہ خود قبر میں اترا کچھ دیر اس کے پاس ٹھہر اور کہنے لگا اب بھائی میں نے اس کے دل کا معائنہ کیا ہے، ایمان سے بھرا ہوا ہے، اس کو لکھ دے مرحوم اور نیک نعت۔ پس معلوم ہوا اللہ کا فضل ہر معصیت پر غالب ہے، مگر ایسا بہت کم ہوتا ہے۔ (تنویر الاذہان ۱/ ۵۰۳)

اللہ کے نام سے کوئی چیز بھاری نہیں

انن ماجہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن ہر سر عام ایک امتی کو پکارا جائے گا، اس کے ۹۹ جہش کھولے جائیں گے، ایک ایک جہش واحد نگاہ لہا ہو گا۔ (یہ سب معاصی ہوں گے) اللہ تعالیٰ پوچھیں گے اے بندے! کیا تو ان میں سے کسی گناہ کا انکار کرتا ہے؟ وہ کہے گا کہ نہیں یا رب، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا میرے فرشتوں نے لکھنے میں کوئی زیادتی تو نہیں کی؟ بندہ کہے گا نہیں، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے کوئی عذر ہے یا تیری کوئی نیکی ہے؟ بندہ ڈر کر کہے گا نہیں، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، ہاں ہمارے پاس تیری نیکیاں ہیں اور آج تجھ پر کوئی ظلم نہ ہو گا۔ چنانچہ ایک پرزہ نکالا جائے گا جس پر کلمہ لکھا ہو گا: (أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمد عبده ورسوله) بندہ کہے گا، یارب! اس پرزہ کی کیا حیثیت ہے ان جہشوں کے مقابلہ میں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تجھ پر ظلم نہیں ہو گا، چنانچہ وہ تمام ۹۹ جہش ایک ترازو کے پلڑا میں اور یہ پرزہ

دوسرے پلڑا میں رکھا جائے گا تو وہ پرزہ والا پلڑا بھاری اور دوسرا سر جھڑوں والا پلڑا ہلکا نکلے گا۔ ترمذی میں یہ لفظ بھی ہیں: اللہ کے نام سے کوئی چیز بھاری نہیں۔ (تفسیر قرطبی ج ۷ / ص ۷۱۰)

ایک عجیب واقعہ

منصور بن عمار کہتے ہیں کہ میرا ایک دینی بھائی تھا جو روزانہ میری نرمی سختی کے پیام میں ملنے آیا کرتا تھا وہ بڑا تنہا گزار، عابد اور زاہد ہونے کے علاوہ اللہ کے حضور گڑ گڑانے والا تھا، کئی دن گزر گئے وہ میرے گھر نہ آیا معلوم ہوا کہ وہ بیمار اور کمزور ہے، میں اس کے گھر گیا وہ صحن میں بستر پر پڑا تھا، منہ کالا، آنکھیں نیلی اور ہونٹ سخت ہو چکے تھے۔ میں نے کہا اے بھائی لا الہ الا اللہ کثرت سے پڑھو، اس نے میری یہ بات سن کر آنکھیں کھولیں اور مجھے ترجیحی نظر سے دیکھا، میں گھبرا گیا اور اس سے کہا اگر تو کلمہ نہیں پڑھے گا تو میں نہ تجھے غسل دوں گا نہ کفن نہ تیرا جنازہ پڑھاؤں گا۔ اس نے کہا: بھائی منصور! یہ کلمہ میری زبان سے نہیں نکل رہا، میں نے کہا لا حول ولا قوۃ الا باللہ، وہ تیری نمازیں، تیری تسبیح، قیام اللیل، اور اللہ کے حضور گڑ گڑانا کہاں گیا؟ کہنے لگا وہ سب ریاکاری اور دکھلاوا تھا، میں یہ سب کچھ اس لئے کرتا تھا تاکہ میری شہرت ہو، جب میں خلوت میں ہوتا تو دروازے بند کر کے پردے گر کر گناہوں میں مشغول ہو جاتا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ اعمال کی قبولیت کے لئے نیت کا صحیح ہونا شرط ہے، حضور پاک ﷺ نے الہاکم التکاثیر پڑھ کر فرمایا انسان کہتا ہے: میرا مال میرا مال، حالانکہ تیرا مال تو اتنا ہے جو تو نے کھالیا اور ختم کر لیا یا پن لیا اور پرانا کر لیا، یا صدقہ کیا اور جمع کر لیا۔ (مسلم، ترمذی، نسائی، جامع الاصول ج ۱ / ص ۶۱۰) (ماخوذ از تنویر الاذہان ۲۶۹/۱)

پس انسان کو چاہئے کہ وہ کسی کے کثرتِ اعمال اور کثرتِ مال سے دھوکے میں نہ رہے بعض دفعہ انسان خوب اعمال کرتا اور مال خرچ کرتا ہے مگر نیت شہرت حاصل کرنا ہوتی ہے تو اس درجہ سے تمام اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خوب اعمالِ صالحہ کرتے خوب مال اللہ کے راستہ میں خرچ کرتے مگر پھر بھی ان کے دل ڈرتے رہتے کہ نامعلوم اللہ تعالیٰ ان کو قبول بھی فرماتے ہیں یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رضا کیلئے اعمالِ صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اس کا کیا معنی کہ وہ غفور رحیم ہے ؟

ابو عمر بن علاء کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا آپس میں تذکرہ کر رہے تھے اور فرزدق بھی ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا، فرزدق ان سے زیادہ اللہ کی رحمت کا امیدوار ہونے کا اظہار کر رہا تھا، لوگوں نے اس سے کہا کہ تو پاک دامن عورتوں پر رحمت کیوں لگاتا ہے ؟ فرزدق نے کہا کہ تم مجھے بتلاؤ کہ اگر میں اپنے والدین کی کوئی ایسی نافرمانی کروں جو کہ اللہ تعالیٰ کی میں نے نافرمانی کی ہو، تو تمہارا کیا خیال ہے کہ میرے والدین مجھے دیکھتے ہوئے کونوں والے تنور میں پھینکنا پسند کریں گے ؟

انہوں نے جواب دیا کہ ہرگز نہیں، تمہارے والدین تو تمہارے اوپر رحم ہی کریں گے۔ فرزدق نے کہا کہ میں اپنے والدین کے رحم و کرم سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار ہوں۔ میں (ابن جوزی) کہتا ہوں کہ یہ فرزدق کا قول محض جہالت پر مبنی ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی رحمت والدین کی طرح رقت طبع کی وجہ سے نہیں ہے ورنہ کوئی شخص کسی چڑیا کو ذبح نہ کر سکتا اور نہ ہی کوئی چرمرتا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کسی کو جہنم میں داخل کرتے، دراصل فرزدق کا قول دو وجہ سے غلط ہے :

① ایک یہ کہ اس نے اللہ کی رحمت کی طرف دیکھا مگر اس کے عذاب کی طرف نظر نہ کی۔ (جو یہ کہتا ہے کہ میرا عذاب بڑا دردناک ہے اور میری پکڑ بہت سخت ہے)

② دوسری وجہ یہ ہے کہ فرزدق یہ بھول گیا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت بھی اس شخص کی طرف متوجہ ہوتی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرے، جیسا کہ فرمان الہی ہے : ﴿وإني لغفار لمن تاب﴾ یعنی میں اس شخص کو بہت بخشنے والا ہوں جو میرے حضور توبہ کرے۔

اسی طرح ایک اور ارشاد باری تعالیٰ ہے : ﴿ورحمته وسعت كل شئ فسأكتبها للذين يتقون﴾ یعنی اور میری رحمت شامل ہے ہر چیز کو سوائے کو لکھ دوں گا ان کے لئے جو ڈرتے ہیں۔ (یعنی میری رحمت ڈرنے والے پر ہیزار گاروں کے لئے ہے، بس اس آیت سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے نہ)

(تلمیحیں اہلبیس ص / ۳۹۲، ۳۹۱، لایں الجوزی)

آئوری گزارش

دوستو! وطن کر کے آہوڑا ہیاں

میرے دو سہولت کار، گو ایسی چاہتا کہ بکوت نہ لگے تو یہ کھار دینا اور یہی اگر میں کہتا کہ
جس میں وہ تھے وہاں وہ لکھی جاتی ہے ہر کا اپنی اسے آپ آج ہوں، جہاں اپنی جاتی ہے جاتی
اسی طرف کو کہتا ہے ہر کھار اسے اپنا آج ہوں، جہاں کہیں جاتی ہے جاتی ہے جاتی ہے، ہر کا
مشکل اسے جاپ آج ہوں، جہاں کہیں مشکل جاتی ہے جاتی ہے جاتی ہے جاتی ہے۔

میرے بھائی زادہ کی جو کہانی تھی کہ ان کی زندگی گزار چکے ہیں وہ دنیا ہے جہاں ہے
 ہم کہ ہے۔ کیا کہ معلوم نہیں ابھی میرے بھائی زادہ جو شخص کو معلوم ہے کہ اس نے کیا کیا کام کئے
 ہیں اور کیا کام سونپ رکھے ہیں، اس کی وجہ سے کہ ہم سب کو ایک نئی زندگی کا آغاز کرنا چاہئے۔ یہ نئی
 زندگی سب کو ہم گناہوں سے توبہ کرنے سے شروع ہو جانے گی، سچے دل سے اللہ تعالیٰ سے معافی
 مانگ لیجئے اور اس کے سامنے آکر ان کے گناہوں کا قیام کیجئے۔

[illegible][illegible]

لڑنے کے لئے چارے خواست اور دوا کیا جائیگی۔ تو ہر وقت جہاں اللہ، جہاں اللہ چاہ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس لئے ایک ایسی کھلی پیالی کریم کی خواست کو دیکھیں یعنی جس سے ہر جو رنگ ہونے کے کبھی کبھارے لڑی سے مطاب ہو کر نکلا کر کھلی کے قوس قمر پر چلتی ہے کہ جانے ہم نے اپنے اللہ کو کھانسی کہ وہاں کمال ہونے سے جانے کھارو ہو مست اور آواز کی کہ کے سوائے کمال کریم کو راستی کریں گے اور ہم اس خواست کوئی کی نہ ہے اس کو اپنا قرب فعال نہیں گے، کسی نے کیا خوب کہا ہے :

میرے کہا ہوا ہے تیری دستوں میں جوتی ہے
میں خواست جوتی ہوں اور تو خواست جوتی ہے

پہلے وہ کمال کریم ہے تو دل میں اندھیرا ہے اور جوتی ہے، پھر شیطاں اس اندھیرے میں چند عمارتیں دت شیطاں کی طاقت نہیں ہے کہ وہ سو سن کے دل پر بند کرے : ﴿وَلَمَّا هَمَّ سُلَيْمَانُ رِجْلًا مِّنْهُمَا﴾ (ان کی عمر : ۵۵۰۰ سال) کہ شیطاں نے لڑائی سے دی سن کے جس اہل کی ہو ہے۔)

خاموشی ہی آیت کے اہل میں سمجھتے ہیں : ﴿لَا مَعْلَمَ الشَّيْطَانِ عَلَىٰ بَنِ آدَمَ﴾ بالوسوسۃ والا وجد طمعة فی القلب، شیطاں کی اہل نہیں کہ وہ جس آدم کے دل پر بند ہوا ہے لیکن جب دل میں اندھیرا ہے تو کبھی چکاڑ کے آہٹا ہے اور کہتا ہوں کہ اس نے آگاہ ہے لیکن پہلے وہ خواست کے ساتھ آہٹ کرے تو خواست کے نور سے دل بھر رہی ہو جائے گا اور شیطاں ہواگ جائے گا۔ جس کمال چاہے شیطاں کو جلدی ہٹا دے کہ وہ جلدی تو یہ کرے دیہ کہ سے ہو دے اس دل کو اپنا سمجھ کر کہنے لگا۔

اس آیت کی فہم میں سلطان اور انیم اور ہم کا قدر کھانے کہ یہ طواف کر رہے تھے اور لڑتے دھانک رہے تھے کہ ایسے اللہ کے صحت سے کھانے سے کبھی کبھار وہ مصوم ہو جائید تو دل میں قوت آئی کہ اسے اور انیم اور ہم : ﴿الْحَلِیٰ عِبَادَہٗ سَبُحُوۡہُ الْعَصۡیۡہُ﴾ اس سے ہے کہ کھانوں سے مصوم ہو گئے ہیں اور خواست کر رہے ہیں اگر وہ سب کو مصوم کر دے تو : ﴿اَعْلٰی مِنْ ہٰکُمۡ وَ اَعْلٰی مِنْ ہٰکُمۡ﴾ (ان کا ہر دھانک کہ یہ کریم کرے گا اور کسی پر مر رہی کرے گا) لیکن پھر اس کی طرف سے اللہ کے سوا خاموشی کا قول کا علی لاری نے حکم و شرف کی قربان

میں لکھا ہے کہ انہوں نے بھی تیس برس تک دعا کی کہ یا اللہ مجھ کو معصوم بنا دیجئے مجھ سے کبھی کوئی غلطی نہ ہو۔ تیس برس کے بعد دل میں خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ اتنے کریم اور مہربان ہیں لیکن میری تیس برس کی دعا قبول نہیں کی، فوراً دل میں آواز آئی کہ اے اسفرا سنی! تم معصوم بننا چاہتے ہو، لیکن معصومیت کا مقصد کیا ہے؟ یہی کہ تم میرا محبوب اور پیارا بندہ بننا چاہتے ہو، جب یہی قصد ہے تو میں نے محبوب اور پیارا بنانے کی دو کھڑکیاں کھول رکھی ہیں۔ تو معصومیت اور تقویٰ والی کھڑکی ہی سے کیوں چمٹا ہوا ہے کیا تو ہماری یہ آیت تلاوت نہیں کرتا: ﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ﴾ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب بنا لیتے ہیں، توجہ ہم نے ایک دوسری کھڑکی توبہ کی بھی کھول رکھی ہے تو اس کھڑکی سے میری بارہ گاہ میں کیوں نہیں آتا اسی کو ایک دوسری جگہ عجیب کریمانہ انداز میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (المائدہ: ۷۷)

ترجمہ: (کیا بندے پھر بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ نہیں کرتے اور اس سے معافی نہیں چاہتے حالانکہ اللہ بڑی مغفرت کرنے والے اور بڑی رحمت فرمانے والے ہیں۔)

جو سچے دل سے توبہ کرتا ہے اور پختہ ارادہ کرتا ہے کہ اے اللہ! میں آئندہ ہرگز گناہ نہ کروں گا جان دے دوں گا مگر آپ کو ناراض نہ کروں گا لیکن باوجود پوری کوشش کے پھر اس کی توبہ ٹوٹ جاتی ہے۔

توبہ کی توبہ کی پھر توبہ کر کے توڑ دی
میری اس توبہ پہ توبہ، توبہ توبہ کر اٹھی

چاہے یہ حال بھی ہو جائے مگر وہ آدمی رحمت حق سے مایوس نہیں ہوتا اور معافی مانگ لیتا ہے گڑگڑاتا اور عاجزی کرتا ہے اور آئندہ گناہ کا عزم نہیں رکھتا۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایسا شخص گناہ پر اصرار کرنے والوں میں سے نہیں ہے چاہے دن میں ستر بار اس کی توبہ ٹوٹ جاتی ہو لہذا توبہ کر کے ٹوٹ جانے پر مایوس نہ ہونا چاہئے غالب شاعر نے کہا تھا:

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب شرم تم کو مگر نہیں آتی

ہمارے ایک بزرگ نے فرمایا کہ غالب نے یہ شعر بول کر امت کو مایوس کر دیا ہے، اس شعر کو پڑھ کر جتنے گناہ گار بندے ہیں مارے شرم کے کعبہ جانا چھوڑ دیں گے کہ ہمارا منہ اس قابل کہاں کہ کعبہ جائیں ہم تو سر لپ گناہ میں ملوث ہیں لہذا اس شعر کی اصلاح شرعاً واجب تھی اور فرمایا کہ میں نے اس کی اصلاح کر دی ہے۔

آپ سے گزارش ہے کہ ایک اللہ والے کا کلام غور سے سنئے اور فیصلہ کیجئے کہ ایک دنیاوی شاعر اور ایک اللہ والے کے شعر میں کتنا زمین و آسمان کا فرق ہے، کسی نے سچ کہا ہے:

تیرا پیام اور ہے میرا پیام اور ہے
عشق کے درد مند کا طرز کلام اور ہے
مولانا نے فرمایا:

میں اسی منہ سے کعبہ جاؤں گا شرم کو خاک میں ملاؤں گا
ان کو رو رو کے میں مناؤں گا اپنی بگڑی کو یوں بناؤں گا

میرے بھائی! اللہ تعالیٰ کی رحمت کی گود مومن کی حیات ہے، ہم کب تک اس سے بھاگیں گے چاہے گناہوں کے پہاڑ بن جائیں لیکن ہم جی توبہ کر کے اور سجدہ میں رو رو کر اللہ تعالیٰ کو منائیں گے اور اس کی بخشش کے سیلاب میں ان تمام گناہوں کو خش و خاشاک کی طرح بہا دیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔
اس لئے خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

تو ہو کسی بھی حال میں مولیٰ سے لو لگائے جا
قدرت ذوالجلال میں کیا نہیں گڑ گڑائے جا
بیٹھے گا چین سے اگر کام کے کیا رہیں گے پر
گو نہ نکل سکے مگر پنجرے میں پھڑ پھڑائے جا
کھولیں یا وہ نہ کھولیں در اس پہ ہے کیوں تری نظر
تو تو بس اپنا کام کر یعنی صدا لگائے جا

اور فرمایا:

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

توبہ ٹوٹ جاتی ہے تو آدمی مایوس ہو جاتا ہے کہ میری توبہ بے کار گئی، ارے یہ توبہ بے کار نہیں گئی، پھر توبہ کر لو، ان سے ٹوٹا ہو ارشتہ پھر جوڑ لو فرماتے ہیں:

یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

کوشش تو کیجئے کہ نہ ٹوٹے، گناہ سے بچنے میں جان کی بازی لگا دیجئے لیکن مان لو کہ پھر بھی بار بار توبہ ٹوٹ جاتی ہے، تو بھی مایوس نہ ہوں آپ بار بار توبہ کیجئے، توبہ کی قبولیت کے لئے اتنا کافی ہے کہ اس گناہ سے الگ ہو جائے اور دل میں ندامت ہو اور پختہ ارادہ ہو کہ آئندہ ہر گز گناہ نہیں کروں گا،

یعنی پھر گناہ کرنے کا دل میں ارادہ نہ ہو تو ایسی توبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہے، لہذا ہر گز مایوس نہ ہوں، خطا ہو جائے رونا گز گناہ شروع کر دیجئے اللہ کے علاوہ اور کون ہے جو معاف کرے گا، ان کے در کے علاوہ کون سادر ہے جہاں ہم جائیں گے، اسی کو رو رو کر اپنا دکھڑا سنائیے اور گناہوں کا اقرار کرتے ہوئے کہئے :

الہی میں ہوں بس خطا وار تیرا مجھے بخش دے نام غفار تیرا
مرض لا دوا کی دوا کس سے مانگوں تو شافی ہے میرا میں بیمار تیرا
الہی بتا چھوڑ دربار تیرا کدھر جائے بندہ لاچار تیرا

اور گناہوں کا اقرار کرتے ہوئے کہئے :

إلهی عبدك العاصی اتاك مقراً بالذنوب وقد دعاك

اے میرے معبود! تیرا گناہ گار سیاہ کا رہندہ تیری بارگاہ میں حاضر ہو گیا ہے، گناہوں کا اقرار کرنے والا تجھے ہی پکار کر عرض کر رہا ہے :

فإن تغفر فأنت لذلك أهل وإن تطرد فمن یرحم سواك

پس اگر تو مجھے بخش دے اور مغفرت فرما دے تو واقعی تو ہی اس کے اہل ہے اور اگر تو مجھے دھتکار دے اور میری بخشش نہ فرمائے تو ہوتا تیرے سوا اے اللہ مجھ پر کون رحم فرمائے گا؟ اور یقیناً اس کے سوا کون ہے جو گناہوں کو معاف فرمائے۔

اور اس کے سوا کون سادر واہ ہے جس کی چوکھٹ پر سر رکھ کر معافی مانگی جائے۔

انوکھا واقعہ

ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے کسی عارف کا ایک انوکھا واقعہ لکھا ہے جو شیطان یا نفس امارہ کے اغواء سے غلط راستہ پر پڑ گئے تھے اور سرکشی اور نافرمانی کے جراثیم ان کی روح میں پیدا ہونے لگے تھے، وہ لکھتے ہیں کہ :

وہ عارف ایک گلی سے گزر رہے تھے، انہوں نے دیکھا کہ ایک گھر کا دروازہ کھلا اور ایک چہرہ روتا چلاتا ہوا اس میں سے نکلا، اس کی ماں اس کو گھر سے دھکے دے کر نکال رہی تھی، جب وہ دروازہ سے باہر ہو گیا تو ماں نے اندر سے دروازہ بند کر لیا، چہرہ اسی طرح روتا، چلاتا، بلیکتا، بوڑھو اتنا کچھ دور تک چلا گیا، پھر ایک جگہ پہنچ کر کھڑا ہو گیا اور سوچنے لگا کہ میں اپنے ماں باپ کے گھر کے سوا کہاں جاسکتا ہوں؟ اور کون مجھے اپنے پاس رکھ سکتا ہے؟ یہ سوچ کر ٹوٹے دل کے ساتھ وہ اپنے گھر کی طرف لوٹ

پڑا، دروازہ پر پہنچ کر اس نے دیکھا کہ دروازہ اندر سے بند ہے، تو وہ بے چارہ وہیں چوکھٹ پہ سر رکھ کر لیٹ گیا اور اسی حالت میں سو گیا، ماں آئی اس نے دروازہ کھولا اور اپنے بیٹے کو اس طرح چوکھٹ پر سر رکھ کے سویا پڑا دیکھا تو اس کا دل بھر آیا اور مامتا کا جذبہ ابھر آیا، ماں کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، بچے کو اٹھا کر سینے سے لگایا اور اس کو پیار کرنے لگی اور کہہ رہی تھی :

بیٹا! تو نے دیکھا میرے سوا تیرا کون ہے؟ تو نے نالائق، نادانی اور نافرمانی کا راستہ اختیار کر کے اور میرا دل دکھا کے مجھے وہ غصہ دلایا جو تیرے لئے میری فطرت نہیں ہے، میری فطرت اور مامتا کا تقاضا یہی ہے کہ میں تجھ سے پیار کروں اور تجھے راحت و آرام پہنچانے کی کوشش کروں، تیرے لئے ہر چیز اور بھلائی چاہوں، میرے پاس جو کچھ ہے تیرے ہی واسطے ہے، اس عارف نے یہ سارا قصہ دیکھا اور اس میں ان کے لئے جو سبق تھا وہ حاصل کیا۔

اس قصہ پر غور کرتے وقت رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سامنے رکھئے ((اللہ ارحم لعبادہ من ہذہ بولدھا)) خدا کی قسم اللہ تعالیٰ کی ذات میں اپنے بندوں کے لئے اس سے کہیں زیادہ پیار اور رحم ہے جتنا کہ اس ماں میں اپنے بچے کے لئے، جہی تو وہ خود اپنے نبی ﷺ کو فرما رہے ہیں کہ اے نبی! اعلان کر دیجئے: ﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ﴾ (الزمر: ۵۳)

ترجمہ: (آپ فرما دیجئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں کہ تم خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو، بالیقین خدا تعالیٰ تمام (گزشتہ) گناہوں کو معاف فرمادے گا واقعی، وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت والا ہے۔)

حقیقت میں اس سے بڑھ کر رحمت والا کون ہو سکتا ہے، جو خود کہے کہ میرے بندو میرے سے معافی مانگ لو میں تمہیں معاف کر دوں گا۔

یہ اعلان سن کر بھی اگر کوئی اللہ سے سابقہ گناہوں کی معافی نہ مانگے تو پھر یہی کہا جاسکتا ہے کہ ان کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے اور آنکھوں پر پردہ ہے اور یہ وہ بدبخت لوگ ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَمْ يَرِدِ اللَّهُ أَن يَطَهِّرْ قُلُوبَهُمْ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ سَمَاعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَالُونَ لِلْسَحْتِ﴾

(المائدہ: ۴۱، ۴۲)

ترجمہ: (یہ وہ لوگ ہیں کہ خدا تعالیٰ کو ان کے دلوں کا پاک کرنا منظور نہیں ہوا (کیوں کہ یہ لوگ ارادہ ہی نہیں کرتے) ان لوگوں کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے سزائے

عظیم ہے، یہ لوگ غلط باتوں کے سننے کے عادی ہیں، بڑے حرام کھانے والے ہیں۔) ہمیں ایسے لوگوں سے نہیں ہونا چاہئے۔

اور ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فَإِنْ تَوَلَّوْا فاعلم إنما يريد الله أن يصيبهم ببعض ذنوبهم وإن كثيراً من الناس لفاسقون﴾ (المائدہ: ۴۹)
ترجمہ: (پھر اگر یہ لوگ اعراض کریں) یعنی بات کو نہ مانیں (تو) (یہ) یقین کر لیجئے کہ بس خدا ہی کو منظور ہے کہ ان کے بعض جرموں پر ان کو سزا دیں اور زیادہ تر لوگ توبے حکم ہی ہوتے ہیں۔)
اللہ تعالیٰ تمام کو اس شقاوت اور بدبختی سے محفوظ رکھے اور صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان لوگوں میں سے نہ بنائے جو منہ موڑنے والے فاسق اور سزا کے مستحق ہیں۔ (آمین)

وصل اللهم وسلم علی سیدنا و مولانا محمد
وآله و أصحابه أجمعین و الحمد لله رب العالمین

أبو طلحہ محمد یونس بن عبد الستار

ص.ب، ۱۱۰۱ - مدینہ منورہ - سعودی عرب

MUHAMMAD YOUNUS BUTT

P.O.Box: 1101, Madina, K.S.A.

فون دفتر: (00966-4) 8368382

منزل: (00966-4) 8380537

فاکس: (00966-4) 8383426

① E-Mail: muaaz2001@yahoo.com

② E-Mail: rain815@hotmail.com